گنجی کی کہانی

مصنفہ

لیڈی موراساکی

مترجم

سیّد احتشام حسین

ساہتیہ اکادمی۔ نئی دلّی

GENJI KI KAHANI : Urdu translation by S. Ehtesham Husain of Murasaki Shikibu's Japanese novel : GENJI MONOGATARI, PART I. Sahitya Akademi, New Delhi (1971), Price Rs. 6.50.

پہلا ایڈیشن ۱۹۷۱ء

ناشر

ساہتیہ اکادیمی ۔ نئی دلّی

قیمت : چھ روپے پچاس پیسے

(جمال پرنٹنگ پریس ۔ دلّی)

پیش لفظ

یہ بات بہت اطمینان بخش ہے کہ ساہتیہ اکادیمی نے جاپانی ادب العالیہ میں سے "گنجی کی کہانی" کا بھی انتخاب کیا ہے کہ ہندوستان کی تمام بڑی زبانوں میں اس کا ترجمہ کیا جائے۔ مجھ سے جو اس کتاب کا پیش لفظ لکھنے کی فرمائش کی گئی ہے اسے میں اپنی عزت افزائی تصور کرتا ہوں۔ میرا عقیدہ ہے کہ دو ملکوں کے درمیان دوستانہ تعلقات اور مفاہمت کو بڑھانے اور ترقی دینے کا سب سے موثر طریقہ یہی ہے کہ دونوں ملکوں کے بسنے والے ایک دوسرے کے ادبی کارناموں سے واقفیت حاصل کریں۔ ہندوستانی ادبیات کے کچھ قدیم شاہکاروں کا ترجمہ تو جاپانی زبان میں ہو چکا ہے جس کی وجہ سے ہمارے یہاں کے لوگ ہندوستانی ادب سے لطف اندوز ہونے کا موقع ایک حد تک پا جاتے ہیں لیکن اس کا امکان ابھی تک نہیں تھا کہ ہندوستانی لوگ خود اپنی زبانوں میں جاپانی ادب کا مطالعہ کر سکیں۔ اس لئے میں ساہتیہ اکادمی کی اس کوشش کا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں کہ اس نے جاپانی تاریخ ادبیات کے اس عہد آفریں نخل ادب کو ہندوستان کی زرخیز سرزمین میں نصب کرانے کا ارادہ کیا ہے۔

"گنجی کی کہانی" لیڈی موراساکی (۹۷۵ء تا ۱۰۳۱ء) کا ایک طویل ناول ہے۔ یہ خاتون اُس ہے ای آن عہد کی مقبول ترین مصنفہ تھی جس نے جاپان کے بہت سے شاعر اور ادیب پیدا کئے۔ ان شاعروں اور ادیبوں میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔ اسی عہد میں "کانا" رسم خط کا رواج ہوا اور پیچیدہ چینی حرف سے آسان صوتی علامتیں اخذ کی گئیں، ان باتوں نے اس دور کی ادبی سرگرمیوں کو مہمیز کیا کیونکہ خیالات کے اظہار اور ان کو قید تحریر میں لانے کی آسانیاں اس سے بدرجہا زیادہ حاصل ہوگئی تھیں جو اس زمانے میں تھیں جب چین سے مستعار لئے ہوئے تصوری حروف لکھنے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ ہے ای آن جاپانی تہذیب کا سنہرا زمانہ تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ اسی عہد میں جاپان، چین کے زبردست اثر سے آزاد ہوا جو اس سے رابطہ پیدا ہونے کے بعد کچھ دنوں کے لئے اس پر مسلط ہوگیا تھا۔ اب جاپان نے اپنے تہذیبی ورثے پر زور دینا شروع کیا جو ایشیائی اور بودھی تہذیب سے بڑھا اور رنگین بنا تھا۔ یہ تہذیب سمندر کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے اس کے لئے اب تک اجنبی تھی۔ یہ عہد اس شاہکار کے لئے پس منظر کا کام دیتا ہے جسے دنیا کے ہر عہد کے بہترین ادبی کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔

ہے ای آن عہد کے شاہی دربار میں طبقۂ اعلیٰ کے قابل مردوں اور عورتوں کا مجمع رہتا تھا اور شاعری اور دوسرے فنونِ لطیفہ کی سرپرستی اور ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ لیڈی موراساکی انہیں میں کی ایک خاتون تھی جس نے کم عمری ہی میں نظم و نثر لکھنے میں امتیاز حاصل کر لیا تھا۔ درباری زندگی میں جو سازشیں، عشق بازیاں اور امراء میں آپس کی رقابتیں ہوتی رہتی تھیں وہ گہری نگاہوں سے ان کا مشاہدہ کرتی تھی۔ اپنے مشاہدات اور تاثرات کو وہ اپنے بے نظیر حسین انداز میں تحریر کرتی جاتی تھی، اس طرح یہ ناول وجود میں آگیا۔ کہا جاتا ہے کہ ملکہ جو تومونی نے موراساکی کو،

جو اس کی پیش خدمتوں میں سے تھی، اس کے لکھنے پر مامور کیا تھا اور اسے اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ اس وقت کے دارالسلطنت کیوتو کے قریب اشی یاما خانقاہ کی پرسکون فضا میں چلی جائے اور اسی کام میں اپنی پوری توجہ صرف کرے۔ خیال ہے کہ ۱۰۲۱ء میں یہ تصنیف مکمل ہوئی لیکن ناول کا پہلا حصہ اس نے ۱۰۰۸ء ہی میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ یہ ایک غیر معمولی ذہین اور تہذیب یافتہ خاتون کی زبردست محنت کا ثمرہ ہے جو دس سال سے زیادہ پر محیط ہے۔

"گنجی کی کہانی" چون کتابوں کا مجموعہ ہے، جس میں سے اکیاون کتابوں میں اس ناول کے ہیرو، شہزادہ ہکارو گنجی کی داستان حیات ہے جو ہے ای آن کے شاہی دربار کا ایک بہت ہی مہذب اور لائق شہزادہ تھا اور جس کی زندگی محبت اور مہمات کی رنگین داستانوں سے بھری ہوئی ہے۔ باقی تین حصے شہزادہ ہکارو کے بیٹے شہزادہ کاؤرو کی سوانح حیات کے لئے وقف ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ موجودہ ترجمہ پوری کتاب کا نہیں بلکہ صرف اس کے ایک حصے کا ہے۔ پھر بھی مجھے امید ہے کہ یہ ترجمہ پڑھنے والوں کو اس جاپانی شاہکار کی بے مثال خصوصیات سے روشناس کرائے گا جو تقریباً ایک ہزار سال پہلے وجود میں آیا۔ اس ناول کے پڑھنے والوں کو جو چیز سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرے گی وہ یہ ہے کہ جس وقت وہ ایک بہت ہی ہردلعزیز شہزادے کی حیاتِ معاشقہ اور اس کی اکثر محبوباؤں کے دردناک انجام کا حال پڑھیں گے اسی کے ساتھ ساتھ انھیں مصنفہ کی اس وقتِ نظر کا اندازہ بھی ہو گا جو فطرت انسانی، سوجھ بوجھ اور عورتوں مردوں کے تعلقات سے پیدا ہونے والے پیچیدہ نفسیاتی مواقع کی ہمدردانہ تشریح میں اس نے ظاہر کی ہے۔ مصنفہ نے اس زمانے کے سماجی اداروں اور رسم و رواج پر جس بے باک اور دو ٹوک انداز میں رائے زنی اور تنقید کی ہے

کوئی شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ اس نے اپنے ذہین مشاہدات کو جن شاندار الفاظ میں پیش کیا ہے اس کا انداز بھی حیرت خیز ہے۔ انسان کے ہاتھوں واقع ہونے والے حالات کے بیان اور تجزیہ میں، مصنفہ یہ کبھی نہیں بھولی کہ انہیں مناسب فطری ماحول میں کس طرح رکھنا چاہیے۔ موسموں کی تبدیلی، بہار کی لطیف شگفتگی، گرمیوں کی ہریالی، خزاں زدہ سبزے کی چمک، پہاڑیوں اور میدانوں کی برف پوش سفیدی ——— یہ چیزیں وہ دل کش پس منظر فراہم کرتی ہیں جس پر اس ناول کے کم و بیش چار سو کردار ابھرتے اور اپنے کھیل کھیلتے ہیں۔ اسی کو ایک ایسی اصطلاح سے بھی موسوم کر سکتے ہیں جس کا مقصد اشیاء کی ان کمزوریوں کا محسوس کرنا ہوتا ہے جنہیں فطرت کی اصل حقیقت مانا جاتا تھا اور جس میں انسان دوستی بھی شامل ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ اس وقت کے تسلیم شدہ فلسفہ کی رو سے تھا جس پر بدھ مت کا زبردست اثر پڑا تھا۔ یہی وہ فلسفہ ہے جس پر جاپان میں ہے ای آن اور اس کے بعد کے دور کے ادبی کارناموں کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

ہے ای جیرو یوشی زاوا
(سفیرِ جاپان)

فہرست

پہلا باب

کِرِت سُوبُو

ایک[1] شہنشاہ کے محل میں (یہ جاننے کی ضرورت نہیں کہ زمانہ کون سا تھا) توشہ خانہ کی نگراں خواصوں میں سے ایک شہنشاہ کی منظورِ نظر بن گئی، اس کا عہدہ کچھ ایسا بلند نہیں تھا اس لئے محل کی خاص خاص عورتیں، جن میں سے ہر ایک کے دل میں یہ آرزو پوشیدہ تھی کہ وہی شہنشاہ کی نگاہِ انتخاب میں آئے، اس نوخیز چھوکری سے جلتی اور نفرت کرتی تھیں، کیونکہ اس نے ان کے خوابوں کا محل پاش پاش کر دیا تھا، اس سے کچھ ہی کم آسودہ توشہ خانے کی اُس کے ساتھ والی وہ معمولی خواصیں تھیں جن کے مقابلہ میں اس کو ترقی دی گئی تھی۔ اس طرح اگرچہ دربار میں اس

---

[1] اس باب کو پڑھتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس میں موراساکی نے اپنے بچپن کے خاندانی اثرات کے تحت لکھنے کا وہ انداز اختیار کیا ہے جس میں درباری وقائع نگاری اور داستان گوئی کی آمیزش ہوتی ہے۔

کو وقت حاصل ہو گئی تھی لیکن مسلسل بغض و حسد کا شکار رہنا پڑتا تھا۔ ان چھوٹی چھوٹی پریشانیوں سے تھک کر وہ بہت جلد اپنی صحت کھو بیٹھی، ہر وقت افسردہ خاطر رہنے اور زیادہ وقت اپنی ماں کے گھر گذارنے لگی۔ لیکن شہنشاہ اس کے صحت مند اور خوش و خرم نہ رہنے پر اس سے بیزار رہنے کے بجائے اور زیادہ لطف سے پیش آتا اور جو لوگ اس کی برائیاں کرتے ان کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتا یہاں تک کہ یہ بات سارے ملک ہی میں نہیں پھیل گئی بلکہ اس کے اُمرا، اور درباری بھی اس غلط اندیش محبت پر ناک بھوں چڑھانے لگے، وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے کہ سمندر پار ملک میں ایسے واقعات ہنگامے اور تباہی کا سبب بن جاتے ہیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں واقعی ایسا ہوا کہ ملک بھر میں لوگوں کو شکایتیں پیدا ہو گئیں اور بعض لوگ تو اس (منظور نظر خواص) کو یانگ کوئی فی سے تشبیہ دینے لگے جو منگ ہوانگ[۲] کی داشتہ تھی لیکن اس کے آقا کی محبت اس کی ایسی محافظ تھی کہ کوئی اُس کو چھیڑنے کی جرارت نہیں کرتا تھا۔

اس کا باپ جو ایک درباری مشیر تھا، انتقال کر چکا تھا۔ اس کی ماں نے اس بات کو ہمیشہ یاد رکھا کہ اس کا باپ اپنے زمانہ میں ایک ذی وجاہت شخص تھا اس لئے اس نے بہت سی دشواریوں کے باوجود اس کی پرورش اور پرداخت کا ایسا انتظام کیا جو ان خواتین کے لئے کیا جاتا ہے جن کے والدین زندہ اور خوش حال ہوں۔ اگر اس کی نگرانی کے لئے کوئی ذی اثر سرپرست ہوتا تو شاید معاملات میں آسانیاں پیدا ہو جاتیں لیکن بد قسمتی سے ماں اس دنیا میں بالکل تنہا تھی اور جب کبھی کوئی مصیبت نازل ہوتی تو اسے کسی ایسے ہمدرد کی عدم

---

[۲] چین کے تانگ خاندان کا مشہور شہنشاہ۔ زمانہ ۶۸۵ء سے ۷۶۲ء تک۔

•

موجودگی کا شدید احساس ہوتا جس کی طرف وہ تسلی اور ہمدردی کے لئے رجوع کر سکے۔ مگر ذکر تو لڑکی کا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد اس کے یہاں ایک شہزادہ پیدا ہوا۔ شاید پچھلے جنم میں ان کے درمیان مضبوط رشتۂ محبت رہ چکا تھا کیونکہ سارے ملک میں یہ بچہ خوبصورتی میں اپنی آپ مثال تھا، زمانۂ انتظار میں شہنشاہ بڑی مشکل سے صبر کر سکا۔[1] جیسے ہی وقت آیا اور بچہ دربار میں پیش کیا گیا، شہنشاہ نے محسوس کیا کہ اس کی خوبصورتی کے متعلق جو خبریں اس نے سُنی تھیں ان میں بالکل مبالغہ نہ تھا۔ اس کا سب سے بڑا شہزادہ ملکہ کوکی ڈن کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا جو وزیر یمین السلطنۃ کی بیٹی تھی۔ اس شہزادہ کی عزت اُسی طرح ہوتی تھی جیسے کسی ولی عہد کی ہونی چاہئے لیکن وہ اتنا خوبصورت نہیں تھا جتنا یہ نیا شہزادہ۔ اس کے علاوہ نومولود کی ماں سے شہنشاہ کی غیر معمولی محبت بھی یہی ظاہر کرتی تھی کہ وہ اس کی خاص اولاد ہے۔ بدقسمتی سے بچہ کی ماں کا مرتبہ ان درباریوں کے اتنا نہ تھا جو شاہی محل میں اس کی نگہداشت پر مامور تھے، اس وجہ سے شاہی محبت اور اس ظاہری شان و شوکت کے باوجود وہ اپنے کو ایک معزز خاتون ظاہر کرنے کے لئے اختیار کرتی تھی۔ شہنشاہ کو اس میں اچھی خاصی الجھن کا سامنا کرنا پڑتا تھا کہ تفریح ہی کے موقع پر نہیں بلکہ کسی اہم تقریب کے وقت بھی وہ اُس کو اپنے ساتھ رکھ سکے۔ کبھی کبھی تو وہ اُسے صبح کے وقت بھی اس کی قیام گاہ پر واپس نہ جانے دیتا اور اسے خوش و ناخوش مستقل حاضر رہنے والی خاتون کی خدمت بھی انجام دینی پڑتی تھی۔

یہ دیکھ کر ملکہ کوکی ڈن کو اس بات کا خطرہ پیدا ہونے لگا کہ اگر اس نے خاص

---

[1] رواج کے مطابق شہنشاہ اپنے نوزائیدہ بچے کو کئی ہفتے کے بعد ہی دیکھ سکتے تھے۔

فکر نہ کی تو نیا شہزادہ جس کی طرف شہنشاہ اس قدر ملتفت ہے، بہت جلد مشرقی محل[1] میں منتقل کر دیا جائے گا۔ لیکن اسے اس کا بھی احساس تھا کہ وہ اپنے حریف سے برتر ہے، شہنشاہ نے اس سے بھی والہانہ محبت کی ہے اور اس کی کوکھ سے بھی شہزادہ نے جنم لیا ہے، یہ خاص کر اسی کی لعنت ملامت کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے نئے طرز زندگی میں بے چینی سی محسوس کرتا۔ اس طرح اگرچہ اس نئی محبوبہ کو خاص شاہی سرپرستی حاصل تھی لیکن بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو اسے ذلیل کرنا چاہتے تھے اور اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گو اس پر بہت سے اعزاز کی بارش کی گئی ہے، تاہم انھوں نے اس کے لئے خوشی کا سامان فراہم کرنے کے بجائے خطرے پیدا کر دیئے ہیں۔

اس کی قیام گاہ محل کے اس حصے میں تھی جو کرت سُو بُو کے نام سے موسوم تھا (اور وہ بھی اسی نام سے مشہور ہو گئی) یہ بات بالکل فطری تھی کہ شہنشاہ کے پاس بار بار آتے جاتے جن خواتین کے کمروں کے سامنے سے وہ گذرتی تھی وہ اس سے خار کھاتی تھیں، کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا کہ جب اس کی آمد و رفت حد سے زیادہ بڑھ جاتی تو اس کے راستے میں پلوں پر اور برآمدوں میں اسے خوفزدہ کرنے کے لئے طرح طرح کے کرتب کئے جاتے یا ایسی گندی چیزیں ڈال دی جاتیں جن سے اس کے ساتھ چلنے والی خواصوں کے لباس خراب ہو جاتے[2] ایک دفعہ کسی نے گذرگاہ کا راستہ مقفل کر دیا اور اسے بہت دیر تک ادھر اُدھر ہلکان ہونا پڑا۔ یہ تکلیف دہ باتیں اس کے لئے روز بروز اتنی پریشان کن ہوتی گئیں کہ شہنشاہ اس کی تکلیفوں

---

[1] یعنی ولی عہد مقرر کر دیا جائے گا۔
[2] ظاہر ہے کہ وہ خود تو پالکی میں چلتی تھی۔

کو برداشت نہ کر سکا اور اُسے کوروڈِن میں منتقل کر دیا۔ اُس کی خاطر جگہ نکالنے
کے لئے شہنشاہ کو توشہ خانے کی افسرِ اعلیٰ کو باہر کے حصے میں منتقل کرنا پڑا۔
اس بات سے حالات بہتر تو کیا ہوتے، اس نے اس کا ایک بہت ہی خطرناک
دشمن پیدا کر دیا۔

اب چھوٹا شہزادہ تین سال کا ہو گیا تھا، کپڑے پہنانے کی رسم اسی شان
سے منائی گئی تھی جیسے ولی عہد کی۔ شاہی خزانے اور خراج خانے سے عجیب و غریب تحائف پیش
کئے گئے، اس پر بھی بہت سے لوگ برانگیختہ ہوئے لیکن بچے سے کوئی دشمنی
نہیں پیدا ہوئی کیونکہ اس کے روزافزوں حسن اور مزاج کی دلکشی سے ہر شخص
متعجب اور مسرور ہوتا تھا۔ بہت سے بڑے بوڑھے تجربہ کار تو اپنی حیرت کا اظہار
کرتے کہ اس بُرے زمانے میں ایک ایسا بچہ کس طرح پیدا ہو گیا!

اس سال موسمِ گرما میں شہنشاہ کی محبوبہ بہت افسردہ رہنے لگی۔ وہ بار بار
اس کی درخواست کرتی کہ اُسے گھر جانے کی اجازت دے دی جائے لیکن اس
کی یہ درخواست کبھی منظور نہیں ہوتی تھی۔ پورا سال اسی حالت میں گزر گیا۔ اُس
کے ہر التماس پر شہنشاہ یہی کہتا "کچھ دن اپنی طبیعت کو اور سنبھالو۔" لیکن اس
کی حالت روز بروز گرتی ہی جاتی تھی اور جب پانچ چھ دن تک اس کی کمزوری
میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا تو اس کی ماں نے اس کی رہائی کے لئے ایک بہت ہی
درد انگیز درخواست محل میں بھیجی۔ اب بھی اُسے اس بات کا خطرہ تھا کہ شاید
اس کے دشمن اُسے بدنام کرنے کے لئے کوئی عجیب و غریب حرکت کر بیٹھیں اس
لئے اس نے طے کیا کہ وہ شہزادے کو چھوڑ کر چپکے سے چلی جائے گی۔ شہنشاہ کو
اندازہ ہو گیا تھا کہ اپنے منشاء کے خلاف اب وہ وقت آ گیا ہے کہ محبوبہ کو رخصت
ہی کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ بات اس کی قوتِ برداشت سے باہر تھی کہ وہ اُس

سے رخصت ہوئے بغیر خاموشی سے چلی جائے اس لئے وہ فوراً اُس کے پاس پہونچ گیا۔ اسے وہ اس وقت بھی بے حد حسین اور دلکش نظر آرہی تھی لیکن اس کا چہرہ سُتا ہوا اور دُبلا تھا۔ کچھ کہے بغیر اُس نے محبت بھری نظروں سے شہنشاہ کی طرف دیکھا۔ کیا وہ زندہ ہے؟ اس کی آنکھوں کی بجھتی ہوئی چمک اتنی ماند تھی کہ وہ مشکل ہی سے زندہ کہی جا سکتی تھی۔ جو کچھ گذرا تھا یا گذرنے والا تھا، یکایک وہ سب کچھ بھلا کر اُس نے اُسے ہزار محبت بھرے ناموں سے مخاطب کیا! اور رو رو کر اُس کے ہزار ہا بوسے لئے لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ آوازیں اور نظریں اس کے پاس بہت دھندلی ہو کر پہونچ رہی تھیں اور وہ کچھ ایسی بے حواس تھی کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں تھا کہ وہ بستر پر پڑی ہوئی ہے۔ لئے اس حالت میں دیکھ کر شہنشاہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ کیا کرے۔ بڑی الجھن اور پریشانی میں اس نے ایک پالکی منگوائی لیکن جب لوگ اُسے پالکی میں لٹانے لگے تو اس نے روک دیا اور کہا: "ہم دونوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم میں سے کوئی تنہا اس راستے پر نہیں جائے گا جس پر آخر کار سب کو چلنا ہے، اب میں اسے تنہا کیسے جانے دوں؟" محبوبہ نے یہ بات سنی اور آخری بات کہی: "اگرچہ وہ آخر وقت آگیا ہے جس کی خواہش تھی اور مجھے اکیلا ہی جانا ہے لیکن اس طرح اکیلے جانے ہی میں مجھے خوشی ہے۔!"

اس طرح اکھڑتی ہوئی سانس اور دھیمی آواز میں اس نے آہستہ سے گفتگو کی اور گویہ آخری بات کہنے کے لئے اس میں قوت آگئی تھی لیکن ہر لفظ بڑی تکلیف اور درد سے ادا ہوا تھا۔ جو کچھ بھی ہو، شہنشاہ یہی چاہتا تھا کہ آخر تک اس کے پاس رہے لیکن مشکل یہ آپڑی تھی کہ جو پروہت اس کے لئے آخری دعائیں پڑھنے والے تھے وہ اُس کے گھر بھیجے جا چکے تھے، اُسے رات ہونے

سے پہلے ہی اپنے مقبرہ پہونچ جانا چاہیئے تھا، اس لئے شہنشاہ نے مجبور ہو کر اُسے جانے دیا۔ اس رات کو شہنشاہ نے سونے کی بہت کوشش کی لیکن اس کا گلا گھٹتا ہوا معلوم ہوا اور آنکھ تک نہیں جھپکی۔ ساری رات شاہی محل اور محبوبہ کے مکان کے درمیان پیغام آتے جاتے رہے۔ ابتدا ہی سے کوئی اچھی خبر نہیں آئی، پھر آدھی رات کے فوراً ہی بعد یہ اطلاع ملی کہ جب شاہی پیغامبر وہاں پہونچا تو گھر کے اندر سے نالہ وزاری کی آوازیں آرہی تھیں اور دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ابھی ابھی شہنشاہ کی منظور نظر کا انتقال ہوا ہے۔ شہنشاہ نے یہ سُنا تو بالکل بے حس وحرکت اس طرح پڑا رہا جیسے اس نے کچھ سمجھا ہی نہیں۔

شہنشاہ اپنے چھوٹے شہزادے سے بے حد محبت کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ وہ اس سے جدا نہ ہو لیکن اس واقعہ کے بعد یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے محل سے باہر نہیں اور رکھا جائے۔ بچّے کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہو گیا ہے لیکن تمام ملازموں کو روتے ہوئے اور اپنے باپ شہنشاہ کو مسلسل روتے دیکھ کر اسے یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ کوئی بہت بڑی مصیبت پڑی ہے۔ اُسے اس کا اندازہ نہ تھا کہ عام طور پر ایک دوسرے سے جدائی بھی لوگوں کو رنجیدہ بنا دیتی ہے لیکن یہاں تو رونا دھونا کا وہ عالم تھا جیسا اس نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ یقیناً کسی غیر معمولی قسم کی جدائی ہے۔

جب جنازہ اٹھانے کا وقت آیا تو کرت سُوبُو کی ماں نے رو رو کر کہا کہ جب لڑکی کی میّت سے دھواں اُٹھے گا تو وہ بھی اس کے پہلو میں خود کو جلا دیا کرے گی۔ جو درباری خواتین جنازے میں شرکت کے لئے آئی تھیں انھیں کے ساتھ وہ بھی سوار ہوئی۔ میّت کے جلانے کی رسم اتاگو میں بڑی دھوم دھام سے ادا کی گئی۔ ماں کی محبت میں وہ جوش اور جذبہ تھا کہ جب اس نے میّت کو جلتے دیکھا

رہی اُسے یہی محسوس ہوتا رہا کہ کرت سُو بُو زندہ ہے۔ وہ تو جب میت میں آگ لگا دی گئی اس وقت اُسے اندازہ ہوا کہ یہ اس کی لڑکی کی لاش ہے۔ گو اس وقت وہ ہوش کی باتیں کر رہی تھی لیکن تڑپ اٹھی اور خود کو سواری سے گرا دیا۔ اس کے ساتھ جو خواتین تھیں انھوں نے ایک دوسرے سے کہا۔ "آخر اسے سب کچھ معلوم ہی ہو گیا!"

محل سے شاہی نقیب آیا اور اس نے ایک فرمان پڑھ کر سنایا جس کی رو سے مرحومہ محبوبہ کو تیسرا منصب عطا کیا گیا تھا۔ شہنشاہ اس بات پر بہت پشیمان تھا کہ اس نے پہلے ہی اُسے "حاضر باش خاتون" کا مرتبہ کیوں نہیں دے دیا۔ اسی سبب سے اب اس نے اس کے عہدے میں ایک درجہ کا اور اضافہ کر دیا۔ بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جو اس کو اس اعزاز کے دیئے جانے پر شاکی بھی تھے لیکن کچھ لوگ جو بہت زیادہ کٹر نہیں تھے، انھیں اس بات کا احساس ہوا کہ وہ یقیناً غیر معمولی حسن رکھتی تھی، بعض کو یہ خیال ہوا کہ اس کا مزاج بہت نرم اور طور طریقے بہت دلکش تھے، کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے کہا کہ ایسی اچھی خاتون سے کسی کا نفرت کرنا خود باعث شرم ہے۔ اگر اُسے اس طرح بے جا طور پر اوروں سے ممتاز نہ کر دیا گیا ہوتا تو شاید کسی کے ایک لفظ کہنے کی بھی گنجائش نہ ہوتی۔

شہنشاہ کے حکم سے جو سات ہفتے سوگ کے لئے مقرر کئے گئے تھے، بڑی دھوم سے منائے گئے۔ وقت گذرتا گیا لیکن شہنشاہ درباری خواتین سے الگ تھلگ اپنا وقت تنہائی میں گذارتا رہا۔ جو ملازم اُس کی خدمت پر مامور تھے اُنھیں بڑا قلق تھا کیونکہ وہ دن رات ہر وقت رویا ہی کرتا تھا۔ کوئی ذات اور دوسری ذی مرتبہ خواتین اب بھی بے دردی سے کہتی پھرتی تھیں: "شہنشاہ جس سادہ لوحی سے اس کے حسن میں گرفتار تھا، معلوم ہوتا ہے اسی طرح اُس

کی یاد میں بھی الجھا رہے گا! وہ کبھی کبھی بڑے شہزادے یعنی کوئی ڈن کے لڑکے
کو ضرور بلوتا تھا لیکن اس سے اس کی یہ آتشِ شوق اور تیز ہو جاتی کہ وہ اپنی
مرحوم محبوبہ کے لڑکے کو بھی دیکھے اور اس کے لئے وہ اپنے [illegible] دمساز ہوں اور
خوش کر اپنی بوڑھی دایہ کو بھیجتا کہ وہ لڑکے کی داشت اور پرداخت کے متعلق صحیح
اطلاعات بہم پہنچائے۔ خزاں کا موسم آ گیا تھا، ہوا کی خنکی جسم کو مس کرنے لگی تھی۔
ایسے میں یادوں کا وہ طوفان اٹھا کہ اس نے اپنے زگش بردار کی لڑکی کے ہاتھ اپنی مرحوم
محبوبہ کے گھر ایک خط بھیجا۔ چاندنی میں دُھلی ہوئی سہانی رت تھی اور خط بھیجکر
وہ دیر تک یہ منتظر بیٹھا رہا، یہی وقت ہوتا تھا جب وہ موسیقی سننے کے لئے
بیتاب ہوتا تھا۔ اُسے یاد آیا کہ سرگوشیوں میں آہستہ آہستہ کہے ہوئے اس
کے الفاظ کس انداز سے عجیب و غریب نغموں میں گھل مل جاتے تھے اسے یہ بھی
یاد آیا کہ اس کی ساری چیزیں عجیب تھیں، اس کا چہرہ، اس کی ادائیں اور اس کا پیکر،
ہر چیز! اُسے وہ نظم یاد آئی جس میں یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا کہ: "اندھیرے میں حقیقی
چیزیں بھی خوابوں سے زیادہ حقیقی نہیں معلوم ہوتیں" اور اس کا جی چاہنے لگا کاش
ان بیتی ہوئی راتوں کی خوابناک زندگی ہی جیسی دھندلی کوئی چیز اُسے مل جاتی!

خط لے کر جو لڑکی گئی تھی وہ مکان کے پھاٹک پر پہونچ گئی، اس نے دروازہ
کھولا اور ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ بوڑھی خاتون بہت دنوں سے بیوہ تھی
اور گھر کی دیکھ بھال کریت سوبو کے سپرد تھی لیکن اس کے انتقال کے بعد، افسردہ
خاطر ہو جانے کی وجہ سے اس نے مکان کے لئے کچھ نہیں کیا تھا، ہر طرف اونچی
اونچی گھاس اگ آئی تھی اور موسم خزاں کی تیز ہواؤں کے جھونکے اس ویرانی
پر اضافہ کر رہے تھے۔ ناگ پھنی کی جھاڑیاں اتنی گھنی تھیں کہ صرف چاندنی ان میں
روشنی پہونچا سکتی تھی۔ پیغامبر لڑکی دہلیز میں رکی۔ پہلے تو اس کو وہ الفاظ ہی نہ ملے

جن سے وہ اس کا خیر مقدم کرے لیکن پھر وہ فوراً ہی سنبھلی اور بولی: "افسوس! میں اس دنیا میں بہت دنوں سے زندگی کا بوجھ ڈھو رہی ہوں۔ میرے لئے تو یہ سوچنا بھی ناقابل برداشت ہے کہ تمہارے ایسے حسین قاصد کو ان شبنم آلود جھاڑیوں میں ہو کر آنا پڑا جنھوں نے میرے مکان کا راستہ روک رکھا ہے۔"
اور یہ کہہ کر وہ بے اختیار رونے لگی۔ ترکش بردار لڑکی نے کہا: "شاہی خواصوں میں سے ایک جو یہاں آئی تھی، اس نے شہنشاہ سے جا کر کہا تھا کہ اس نے یہاں کی جو حالت دیکھی ہے اس سے اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ اور محترم خاتون! مجھ پر بھی یہی کیفیت طاری ہے۔" پھر ذرا تامل کے بعد اس نے شہنشاہ کا یہ پیغام پہونچایا: "کچھ دیر تک میں نے اپنے ذہن کے اندھیرے میں راستہ تلاش کیا کہ اپنے خوابوں کی دھند سے باہر نکل سکوں لیکن کافی سوچ بچار کے بعد بھی مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ننھا شہزادہ اس افسردہ اور ویران مکان میں زندگی بسر کرے۔ اسے بھی ساتھ لے آؤ! اس نے یہ کہا ہے، اور بھی کچھ باتیں کہی ہیں لیکن وہ الجھی ہوئی تھیں اور آہ و فریاد کے درمیان کہی گئی تھیں اجب میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھ سے اپنا غم چھپانے کی کوشش شہنشاہ کے لئے بہت تکلیف دہ ہو رہی ہے تو میں پوری بات سنے بغیر ہی محل سے چلدی ہاں، یہ ایک خط بھی ہے جو شہنشاہ نے دیا تھا۔"

ماں نے کہا: "میری نظریں کمزور ہو گئی ہیں، ذرا روشنی میں مجھے یہ خط دیکھنے دو۔" خط میں لکھا تھا: "میں سمجھتا تھا کہ کچھ دنوں میں یادوں کے نقوش دھندلے ہو جائیں گے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ جیسے جیسے دن اور مہینے گذرتے جاتے ہیں میری زندگی اور زیادہ بے معنی اور ناقابل برداشت ہوتی جاتی ہے۔ میں ہر وقت شہزادے کے متعلق سوچتا رہتا ہوں کہ اس پر کیسی گذر رہی ہے۔ مجھے امید تھی کہ میں اور

اس کی ماں دونوں مل کر اس کی پرورش کریں گے۔ کیا تم اس کی ماں کی جگہ نہیں لے سکتی ہو کہ اسے، جواب اسی کی یادگار ہے، لے کر میرے پاس آجاؤ؟" یہی خط تھا۔ اس میں کچھ اور ہدایتیں بھی درج تھیں اور ایک نظم بھی، جس کا مطلب یہ تھا: "جب تماگاکی کے دلدلوں پر سے گذرتی ہوئی شبنم آلود ٹھنڈی ہواؤں کی آواز سنتا ہوں تو میرے دل میں سوسن کے نازک پودے کا خیال آتا ہے۔"

یہ ننھے شہزادے کا ذکر تھا جو اس نے علامت کے پردے میں کیا تھا۔ اس نے خط کو آخر تک پڑھا نہیں اور کہنے لگی: "گو میں جانتی ہوں کہ طولِ عمر کا مطلب ہے زندگی کی تلخیوں میں اضافہ، لیکن کیا کروں، میں اس دنیا میں اتنے عرصے سے ہوں کہ میرا سر تاگاساگو کے شاہ بلوط کے سامنے شرم سے جھک جائے گا۔ پھر مجھ میں اتنی جرارت کہاں ہے کہ میں صد ستون شاہی محل میں جاکر اِدھر اُدھر پھروں؟ اگرچہ شہنشاہ کا مقدس حکم بار بار آچکا ہے، میں اس کی تعمیل نہ کر سکی لیکن جہاں تک شہزادے کا تعلق ہے (مجھے نہیں معلوم کہ اس نے یہ شاہی حکم سُنا بھی یا نہیں) وہ واپس جانے کے لئے بے چین ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں ہے کہ وہ بہت مغموم رہتا ہے۔ اعلیٰ حضرت سے جاکر یہ کہہ دینا اور میری باتوں سے جو کچھ تمہیں اندازہ ہوا ہو وہ بھی بتا دینا۔ ایک ننھے بچے کے لئے یہ جگہ یقیناً یاس انگیز ہے..." ترکش بردار کی لڑکی نے کہا: "مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہزادہ سو رہا ہے، کاش میں اُسے دیکھ سکتی اور شہنشاہ سلامت سے اس کا حال بتاتی، لیکن اب دیر ہو چکی ہے اور محل میں میری راہ دیکھی جا رہی ہو گی۔"

وہ چلنے ہی کو تھی کہ ماں نے کہا: "جو لوگ اپنے ہی تاریک خیالوں کے اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے ہیں، کبھی کبھی دوسروں سے گفتگو کے دوران میں

کوئی ایسی کرن بھی دیکھ لیتے جو جوان کی راہ روشن کردے۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ کبھی فرصت کے وقت تم اپنی خوشی سے یہاں آؤ۔ گذشتہ زمانے میں جب خوشی اور مسرت کے دن تھے، تم کبھی کبھی یہاں آیا کرتی تھیں اور آج یہ پیغام لے کر آئی ہو! وہ لوگ سادہ لوح ہیں جو قسمت پر بھروسہ کرتے ہیں جب سے وہ پیدا ہوئی تھی اس کا باپ اپنے انتقال کے وقت تک اس بات کا خواہاں رہا کہ اس کی لڑکی کو دربار تک پہونچائے گا اور مجھ سے بار بار یہی کہتا رہا کہ اگر میں مرجاؤں تو میں اس پر عمل کروں تاکہ اس کی روح مایوس نہ ہو۔ اس لئے میں یہ جاننے کے باوجود کہ کسی سرپرست کے نہ ہونے کی وجہ سے ہر قدم پر دشواریاں پیش آئیں گی، یہی طے کئے ہوئی تھی کہ اپنے مرحوم شوہر کی خواہش پوری کروں گی۔ جب اس کی رسائی شاہی دربار میں ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس پر عنایات کی بارش ہو رہی ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اُسے چپکے چپکے وحشیانہ حسد کی تکلیف بھی برداشت کرنی پڑتی تھی، آہستہ آہستہ حسد اور نفرت کا بوجھ اتنا بڑھا کہ وہ اٹھا نہ سکی اور مرگئی۔ اور مری کیا گویا قتل کردی گئی، حقیقت یہ ہے کہ شہنشاہ نے اس سے جس محبت کا اظہار کرنا چاہا (یا کم سے کم مجھے اپنے دل کے نامعلوم اندھیرے میں ایسا ہی محسوس ہوتا تھا) وہ اس کے تغافل سے زیادہ جان لیوا ثابت ہوئی۔" وہ اس وقت تک اس طرح کہتی رہی جب تک کہ آنسوؤں نے اس کی آواز بالکل ہی بند نہیں کردی۔ اب رات کی سیاہی پھیل چکی تھی۔

لڑکی نے جواب دیا: "یہ سب کچھ شہنشاہ نے خود بھی کہا، بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ، اپنی خواہش اور فیصلہ کے خلاف میں بڑی بے بسی سے ایک ایسے من چلے جذبے کا شکار ہو گیا جس سے لوگوں کو چشم نمائی کا موقع ملا، شاید یہ اسی لئے مقدر تھا کہ ہماری قسمت میں بہت تھوڑے دنوں ساتھ رہنا لکھا تھا۔ یہ ان لوگوں کا

تند و تیز جذبہ تھا جن کو بہت جلد جدا ہو جانا پڑتا ہے، اور اگرچہ میں نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ میری محبت کی وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہونچیگی لیکن آخر میں اس نے ان لوگوں کی منافرت کا بھاری بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا لیا جو یہ سمجھتے تھے کہ اس کی وجہ سے اُن کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے! یہ باتیں میں نے بار بار شہنشاہ کو رو رو کر کہتے سنی ہیں۔ اب رات بہت زیادہ گذر گئی ہے مجھے صبح ہونے سے پہلے محل تک اپنا پیام پہونچا دینا چاہئے !"

ریز رنڈ کر یہ بات کہتے ہوئے وہ روانہ ہونے لگی۔ اس وقت صاف شفاف آسمان میں ڈوبتا ہوا چاند چمک رہا تھا اور گھانس کی ان جھاڑیوں میں جھینگر مسلسل چیخ رہے تھے جو ٹھنڈی ہوا سے کانپ کانپ اٹھتی تھیں۔ ان جھاڑیوں کو چھوڑ کر آگے بڑھنا مشکل تھا، ترکش بردار کی لڑکی کا بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ چلی جائے۔ ایسے میں اُسے وہ نظم یاد آئی جس میں کہا گیا تھا: "رات سے صبح تک میرے آنسو اسی طرح مسلسل بہتے رہتے ہیں جیسے جھینگروں کی کبھی نہ بند ہونے والی چیخ!" ماں نے جواب دیا: "ان جھاڑیوں پر بادلوں میں رہنے والوں کے آنسوؤں کی شبنم گرتی ہے جن میں ہزار ہا کیڑوں کی آواز گونجتی رہتی ہے!" (دربار میں بار پانے والوں کو بادلوں سے اوپر رہنے والا ہی تو کہا جاتا ہے!) اس کے بعد اس نے قاصد لڑکی کو مرحوم بیٹی کا ایک آئینہ، ایک کنگھی اور کچھ اور چیزیں دیں جو اس کے پاس تھیں اور جو شہنشاہ نے اُسے تحفہ میں دی تھیں۔ اب اس کے مرنے کے بعد یہ چیزیں بیکار تھیں لیکن شہنشاہ کے پاس بیتے دنوں کی یادگار کے طور پر رہ سکتی تھیں۔ جو دائیاں کھلائیاں شہزادے کے ساتھ آئی تھیں وہ اپنی مالکہ کے مرنے پر اتنا رنجیدہ نہیں تھیں جتنا اس بات پر کہ وہ یکایک محل کے دلچسپ مناظر اور پُر لطف ہنگاموں کے تماشے سے محروم ہو گئی تھیں۔ وہ اسی وقت واپس

جانے کے لئے گڑگڑانے لگیں۔ لیکن ماں جانے پر رضامند نہیں تھی کیونکہ اُسے اندازہ تھا کہ وہاں اور زیادہ تنہائی محسوس کرے گی۔ دوسری جانب یہ بھی خیال تھا کہ اگر وہ بچہ کو بھیج دے گی تو ہر روز اس کی خبر جاننے کے لئے پریشان رہا کرے گی، اسی الجھن میں اس وقت وہ نہ تو خود محل گئی اور نہ شہزادے ہی کو بھیج سکی۔

جب ترکش بردار کی لڑکی واپس ہوئی تو شہنشاہ اس وقت بھی جاگ رہا تھا۔ وہ کھلے ہوئے پھولوں کی گملے دیکھنے کے بہانے محل کے سامنے اس کا انتظار کر رہا تھا اور چار پانچ با اعتبار خواصیں اس سے باتیں کر رہی تھیں۔

اس زمانہ میں اس کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ وہ صبح اور شام "دائمی گتھا"[ے] کی تصویر ہی دیکھا کرتا تھا، اس کا متن تی جی نوا[ش] کا لکھا ہوا تھا، اس کے ساتھ آنز[ش] اور تسورایو کی[۹] نظمیں تھیں جو یاماٹو اور اس زبان میں لکھی گئی تھیں جو سمندر پار کے لوگ بولتے تھے۔ اس وقت اس نظم کی کہانی اس کی گفتگو کا موضوع تھی۔

اس نے لڑکی کو دیکھا تو فوراً اس کی طرف مڑا اور بڑے اشتیاق سے ساری باتیں پوچھنے لگا۔ اس غم ناک مقام کے تفصیلی اور پوشیدہ حالات سنانے کے بعد اس نے ماں کا خط دیا جس میں لکھا تھا: "اعلیٰ حضرت کے احکام میں نے اس عزت سے پڑھے جن کا بیان اظہار سے باہر ہے لیکن ان سے میرے ذہن میں بڑی الجھن اور

ے چینی شاعر پوچوائی کی نظم جو ینگ ہوانگ کی محبوبہ یانگ کوئی فی کے متعلق ہے دیکھو گائلس کی چینی ادب ص ۱۶۹

ش شہنشاہ اُدا جب تخت شاہی سے ۸۹۷ء میں الگ ہوا تو اس نام سے مشہور ہوا۔

ش نویں صدی کی ایک شاعرہ

۹ مشہور شاعر ۸۸۳ء سے ۹۴۶ء تک۔

تاریکی پھیل گئی ہے۔" اس کے علاوہ اس نے ایک نظم بھیجی تھی جس میں اپنے نواسے (ننھے شہزادے) کو اس پھول سے تشبیہ دی تھی جو ہواؤں سے مخدوش رکھنے والے درخت سے ٹوٹ کر الگ ہو گیا ہو۔ تحریر ایسی اکھڑی اکھڑی اور بدخطی تھی جو صرف اسی کے ہاتھ سے لکھی جا سکتی تھی جس کے غم و الم کے زخم ابھی بھرے نہ ہوں۔

شہنشاہ نے اپنے قاصد کے سامنے اپنے اوپر قابو پانے کی کوشش کی لیکن جیسے ہی اس کی آنکھوں میں مرحوم محبوبہ کی پہلی ملاقات کی تصویر پھر گئی، ہزار ہا یادوں نے اسے گھیر لیا اور ایک کے بعد ایک یاد کی کڑیاں جڑتی ہوئی اسے کھینچ لے گئیں یہاں تک کہ وہ یہ سوچ کر کانپ اٹھا کہ کس طرح اتنی گھڑیاں اور اتنے دن گذر گئے جن کی طرف اس نے کبھی خاص طور سے دھیان نہیں دیا اور بے پروا رہا۔

آخر کار اس نے کہا: "میں بھی اس بات کو سوچا کرتا تھا اور خوش ہوتا تھا کہ اس کے باپ کی آخری خواہش بڑی خوبی سے پوری ہو رہی ہے لیکن اس کا ذکر ہی کیا! اگر چھوٹا شہزادہ زندہ رہا تو اس کا موقع پھر آ سکتا ہے... ہمیں اس کے طول عمر کی دعا کرنی چاہیئے۔"

اس نے ان تحائف کو دیکھ جو وہ ساتھ لائی تھی اور روتے ہوئے کہا: "کاش تم وہاں سے، جہاں اس کی روح کا مسکن ہے ایک جادوگر کی طرح اس کے جوڑے کا ہیرا نما پن نکال دیتیں" یہ کہہ کر اس نے یہ نظم پڑھی: "کاش کوئی ایسا جادوگر مل جائے جو اسے ڈھونڈ نکالتا اور مجھے بتا دیتا کہ اس کی روح کہاں رہتی ہے۔"

اس کے چہرے کا خیال آیا اور اس کا ذہن کوئی فی کی تصویر کی طرف گیا جسے کسی ماہر مصوّر نے بنایا تھا۔ لیکن اس میں زندگی کی مہک کہاں تھی! اور اگرچہ شاعر نے کہا ہے کہ کوئی فی کا حسن شاہی جھیل کے کنول کی طرح یا وائی یانگ محل کے بید مجنوں کی طرح تھا لیکن وہ تصویر ہے کیا؟ رنگ و روغن کا مجموعہ جس میں

ایک بناوٹی چینی ادا کا اظہار ہوتا ہے۔

لیکن جب اسے اپنی مرحوم محبوبہ کا خیال آیا تو اُسے محسوس ہوا کہ اس کی آواز اور اس کے نسوانی پیکر کا مقابلہ نہ تو پھولوں کا حسن کر سکتا ہے نہ طائروں کا نغمہ۔ ہر وقت وہ یہی سوچ سوچ کر افسردہ رہتا تھا کہ تقدیر نے انھیں اس کا موقع نہیں دیا کہ وہ اپنا وہ عہد پورا کرتے جس کا وہ دن رات تذکرہ کیا کرتے تھے۔ عہد یہ تھا کہ دونوں اُن جڑواں چڑیوں کی طرح رہیں گے جن کے ایک ہی پر ہوتے ہیں، وہ جڑواں درخت بن کر جئیں گے جن کی ایک ہی شاخ ہوتی ہے اس کی یاد آتے ہی ہوا کی سرسراہٹ اور کیڑے کی سریلی آواز اس کو افسردگی کے گہرے کنوئیں میں ڈھکیل دیتی! کوکی ڈن جسے مدت سے شہنشاہ کے کمرے میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ملی تھی اب اسے اس کا موقع حاصل تھا کہ وہ چاندنی رات میں دیر تک موسیقی کے جال بنتی رہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے اُسے بہت زیادہ تکلیف ہوتی اور وہ درباری کنیزیں اور پیش خدمتیں جو اس کے ساتھ ہوتیں اس کی وجہ سے انھیں بھی دکھ پہنچتا لیکن وہ ایذا رساں خاتون اپنے مرتبہ کے غرور کا سہارا لے کر اس طرح کی حرکتیں کرتی رہتی ہوئی تھی، گویا محل میں کوئی قابل ذکر بات واقع ہی نہیں ہوئی۔

اب چاند ڈوب چکا تھا شہنشاہ کو محبوبہ کی ماں کا خیال آیا جو جھاڑیوں سے بھرے ہوئے مکان میں رہتی تھی اس کے حیرت میں ڈوبے ہوئے خیالات ایک نظم میں ڈھل گئے جس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے (یعنی ماں نے) موسم خزاں کے چاند (لڑکی) کو ڈوبتے ہوئے کس طرح دیکھا ہوگا! کیونکہ جب وہ ڈوبا تو ہم، جو بادلوں سے بھی زیادہ بلندی پر رہتے ہیں، رو رہے تھے۔

اس نے روشنی کی لوئیں تیز کر دیں اور بے حس و حرکت بیٹھا رہا لیکن کچھ

ہی دیر میں اس نے محل کے پہرہ گھر کے گھنٹے کی آواز سنی جس نے بتایا کہ رات کے ایک بج گئے ہیں۔ اس وقت وہ اس خیال سے کہ لوگ اسے دیکھ نہ لیں اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اسے نیند نہیں آئی اور تڑکا ہونے سے پہلے ہی اٹھ بیٹھا لیکن اس نے اپنے صبح کے لوگوں کے ملنے جلنے کے معمول کی طرف بالکل توجہ نہیں دی، گویا اسے آنر کی نظم[1] کے یہ الفاظ یاد آ گئے: "اسے خبر بھی نہ ہوئی کہ صبح اس کے دریچے سے جھانک رہی ہے۔" اس نے ناشتہ کا خشک چاول بھی نہیں کھایا اور نہ میز پر سجی ہوئی نعمتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کے خانساماں اور خدمتگار اپنے آقا کی یہ حالت دیکھ کر افسردہ ہو گئے۔ اس کے تمام ملازمین، عورت مرد دونوں ایک دوسرے سے چپکے چپکے کہنے کہ ہماری ملازمت کیسی بے معنی ہو کر رہ گئی ہے۔ ان کی سمجھ میں یہ آیا کہ شہنشاہ کوئی فضول قسم کا عہد نباہ رہا ہے۔

اپنی رعایا کے شکووں شکایتوں سے بے نیاز برابر اپنی دھن میں وہ کھویا رہتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی بے پروائی کی بدنامی ملک کے لئے ویسی ہی خطرناک بن گئی جیسی اس کے پہلے رہ چکی تھی۔ لوگوں میں پھر وہی سرگوشیاں ہونے لگیں جن میں کسی اور ملک کے شہنشاہ کے چرچے ہوتے تھے۔ اس طرح دن اور مہینے گزرتے گئے اور وہ دن بھی آ گیا جب چھوٹا شہزادہ دربار میں لایا گیا۔ جو بڑھ کر بے نظیر حسن کا مالک بن گیا تھا اور شہنشاہ اسے دیکھ کر خوش تھا۔ آنے والے موسم بہار میں تخت کے وارث کا اعلان ہونے والا تھا اور شہنشاہ کے دل میں یہ زبردست میلان پیدا ہو گیا تھا کہ وہ پہلے شہزادے کو نظر انداز کر کے اس کو

۱۔ آنر کی نظم جو اس نے پو چوالی کی نظم "زمانی گناہ" کے متعلق ایک تعزیہ سے متاثر ہو کر لکھی تھی۔

ولی عہد مقرر کر دے لیکن دربار میں کوئی اس کے اس انتخاب کی تائید کرنے والا نہ تھا اور یہ بھی مشکل تھا کہ رعایا اسے پسند کرے۔ ممکن تھا کہ اس سے بچے کی شان میں اضافہ ہونے کے بجائے کوئی مصیبت نازل ہو جاتی، اس لئے اس نے ساری دنیا سے یہ بات پوشیدہ رکھی کہ اس کے دل میں اس طرح کا کوئی خیال بھی تھا، اس سے لوگ بہت مطمئن ہوئے اور کہنے لگے کہ: "اگرچہ شہنشاہ بچے پر جان دیتا ہے لیکن اس کی بھی ایک حد ہے۔" محل کی خاص خاص خواتین بھی کسی قدر مطمئن ہو گئیں۔

چھوٹے شہزادے کی نانی کا غم ناقابلِ برداشت بنا رہا اور اپنی مرحوم لڑکی کی روح کی تلاش میں بے صبر ہو کر وہ بھی اس دنیا سے چل دی۔ شہنشاہ پر پھر غم کے بادل چھا گئے۔ اس دفعہ شہزادہ بھی، جو اب چھ سال کا تھا، سمجھ گیا تھا کہ کیا ہوا ہے، وہ پھوٹ پھوٹ کر روتا تھا۔ وہ اکثر بڑے درد سے اپنی اس مرحومہ نانی کے آخری بار دیکھنے کا ذکر کرتا تھا۔ جس نے برسوں اُسے محبت سے پالا تھا اب وہ مستقل محل ہی میں رہتا تھا، جب وہ سات سال کا ہوا تو تعلیم کی ابتدا ہوئی، تعلیم میں اس کی غیر معمولی تیزی دیکھ کر باپ حیرت زدہ رہ گیا۔ شہنشاہ نے یہ سوچ کر کہ اب کوئی اس سے نامہربانی کا برتاؤ نہ کرے گا، اسے کوکی ڈن اور دوسری عورتوں کی قیام گاہوں میں یہ کہہ کر لے جانا شروع کیا کہ: "اب چونکہ اس کی ماں کا انتقال ہو چکا ہے میں سمجھتا ہوں کہ تم اس پر مہربان ہو گی۔" اس طرح شاہزادہ شاہی حرم میں آنے جانے لگا۔ اجڈ سے اجڈ سپاہی اور سخت سے سخت دشمن بھی اسے دیکھ کر مسکرائے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ یہاں تک کہ کوکی ڈن بھی اسے اپنے پاس سے نہیں ہٹاتی تھی۔ اس کے دو لڑکیاں تھیں لیکن وہ اس شہزادے جیسی نہیں تھیں۔ وہ درباری خواتین کے ساتھ کھیلتا بھی تھا اور

چونکہ وہ بہت شرمیلا اور خوبصورت تھا، ان کو اس کے کھیل میں شریک ہو کر بڑا لطف حاصل ہوتا تھا۔ سنجیدہ علوم و فنون تو حاصل کر ہی رہا تھا، اس نے بہت جلد بربط اور بانسری کی آواز سے فضا کو معمور کر دینا بھی سیکھ لیا۔ لیکن اگر میں اس کے تمام کمالات کا ذکر کروں تو یہ خیال ہونے لگے گا کہ وہ ایک بہت بڑا اوبالی جان بننے جا رہا تھا۔

اس زمانے میں کچھ کوریائی دربار میں آئے۔ اُن میں ایک منجم بھی تھا۔ شہنشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے ان کو محل میں نہیں بلایا کیونکہ شہنشاہ اوڈا[1] نے ایک قانون نافذ کر دیا تھا جس کی رو سے غیر ملکی محل میں داخل نہیں ہو سکتے تھے لیکن پھر بھی اُس نے بڑے خفیہ طریقے سے شہزادے کو مہمان خانے میں بھیج دیا جہاں کوریائی مقیم تھے وہ معتمد الفانت کی نگرانی میں وہاں گیا۔ یہ طے تھا کہ معتمد اسے خود اپنا لڑکا ظاہر کرے گا۔ منجم اُس کے قیافے اور بشرے کو دیکھ کر حیران رہ گیا وہ بار بار سر ہلا کر اپنی اس حیرت کا اظہار کرتا تھا: "میں اس کے یہاں وہ علامتیں دیکھ رہا ہوں جو اُسے ریاست کا مالک بنا سکتی ہیں اور اگر اس کی قسمت میں یہ لکھا ہے تو پھر تمام ملکوں کا شہنشاہ اعظم ہی بن کر دم لے گا۔ لیکن جب میں ذرا اندر غور کرتا ہوں تو مجھے یہ بھی نظر آتا ہے کہ اس کے عہد میں انتشار اور پریشانی کا رجحان ہوگا۔ اور اگر یہ محض ریاست کا ایک افسر اعلیٰ یا مشیر ہو گیا تو کوئی بڑی مسرت کی بات نہیں ہوگی کیونکہ ایسی حالت میں یہ ان شاہی علامات کے مخالف چلا جائے گا جس کا میں نے ابھی تذکرہ کیا ہے۔"

معتمد بڑا ذہین، عقلمند اور عالم تھا، اس نے منجم سے دلچسپ گفتگو شروع کر دی انھوں نے آپس میں نظموں اور مقالوں پر تبادلہ خیال کیا اور منجم نے اپنی ایک مختصر

---

[1] زمانہ [illegible] تا [illegible]۔ متذکرہ بالا قانون [illegible] میں بنایا گیا۔

سی تقریر میں کہا: "یہ میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہے کہ چلتے چلاتے مجھے ایسے شخص سے ملنے کا موقع ملا جس کی صلاحیتیں اتنی غیر معمولی ہیں۔ اگرچہ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اب میں رخصت ہو رہا ہوں لیکن اپنے ساتھ اس سفر کے بڑے خوشگوار تاثرات لے کر واپس جا رہا ہوں۔" چھوٹے شہزادے نے منجم کو ایک بڑی خوبصورت نظم پیش کی جس پر اس نے بے انتہا تحسین و توصیف کا اظہار کیا اور اسے بہت سے خوبصورت تحفے دئیے، اس کے بدلے میں شہنشاہ نے خزانہ شاہی سے منجم کو بڑے انعام و اکرام بخشے، یہ ساری باتیں بڑے پوشیدہ طریقے سے کی گئیں لیکن کسی طرح ولی عہد کے نانا یمین السلطنت اور اس کے دوستوں کو اس کی بھنک مل گئی۔ اور وہ بہت مشکوک ہو گئے۔ شہنشاہ نے مقامی منجموں کو طلب کیا اور یہ کہہ کر ان کا امتحان لیا کہ چونکہ میں نے خود بھی اس میں بعض خاص قسم کی علامتیں دیکھیں ہیں اس لئے ابھی تک اس بچے کو شہزادہ بنانے سے گریز کیا ہے۔ منجموں نے یک زبان ہو کر کہا کہ اعلیٰ حضرت نے بڑی سوجھ بوجھ سے کام لیا ہے۔ شہنشاہ نے بھی اپنے ذہن میں یہ اچھی طرح طے کر لیا کہ جب تک شاہی طاقت یا مال کا زبردست اثر نہ ہو وہ اُسے ولی عہد مقرر کر کے مصیبت میں مبتلا نہیں کرے گا۔ اس نے اپنے دل میں کہا: "خود میری اپنی طاقت بڑی غیر مستقل ہے۔ میں زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہوں کہ میری طرف سے وہ ریاست کے افسران اعلیٰ کی نگرانی کرے۔" یہ خیال کر کے کہ شہزادے کے مستقبل کے متعلق یہی معقول فیصلہ ہے اس نے سنجیدگی سے اس کی تعلیم کی طرف توجہ کی اور یہ طے کیا کہ وہ علم و فن کے ہر شعبے میں کمال حاصل کرے گا۔ شہزادے نے نئی تعلیم میں ایسا فطری میلان نمایاں کیا کہ اس کو ایک معمولی مرتبہ کا انسان بنائے رکھنے پر افسوس ہوتا تھا لیکن چونکہ یہ بات طے تھی کہ اگر اسے ولی عہد مقرر کیا گیا تو لوگ مشکوک ہوں گے اس لئے شہنشاہ نے ان علماء سے مشورہ کیا جو ہیئت، نجوم اور اختر شناسی

میں ماہر تھے۔ انھوں نے ہم آواز ہو کر اس کی سفارش کی کہ اسے مینا موتو (یعنی گن) قبیلہ کا ایک رکن بنا دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

سال گزرتے گئے شہنشاہ اپنی مرحوم محبوبہ کو نہیں بھولا اور اگرچہ محل میں بہت سی عورتیں اسی غرض سے لائی گئیں کہ شہنشاہ ان سے دلچسپی لے گا لیکن اس نے سب سے منہ پھیر لیا، اس کا خیال تھا کہ دنیا میں کوئی بھی اس کی کھوئی ہوئی محبوبہ سے مشابہ نہیں ہے۔ اس زمانہ میں ایک عورت تھی جس کے حسن کا بڑا شہرہ تھا۔ وہ پچھلے شہنشاہ کی چوتھی بیٹی تھی اور یہ بات مشہور تھی کہ اس کی ماں یعنی بیوہ ملکہ نے غیر معمولی توجہ سے اس کی پرداخت کی ہے۔ جب محل سرا کی ایک بوڑھی خاتون، جس نے گزشتہ شہنشاہ کی خدمت کی تھی، اس نوجوان شہزادی سے بخوبی واقف تھی، کیونکہ وہ اسے بچپن ہی سے جانتی تھی اور اب بھی کبھی کبھی اس کو دور سے دیکھنے کا موقع پا جاتی تھی۔ بوڑھی خاتون کہا کرتی تھی! "میں نے تین درباروں میں ملازمت کی ہے لیکن میں نے کہیں بھی شہنشاہ کی مرحومہ محبوبہ کا مثل نہیں دیکھا، اگر کوئی ہے تو بیوہ ملکہ کی لڑکی ہے، اس میں شک نہیں اس کا حسن بے نظیر ہے!" یہ باتیں اس نے شہنشاہ سے بھی کہیں، اور اس نے اس طرح توجہ سے سنیں گویا جاننا چاہتا تھا کہ اس بات میں کتنی حقیقت ہے، بیوہ ملکہ نے یہ سنا تو خوفزدہ ہو گئی کیونکہ فتنہ انگیز کوکی ڈن نے اپنی حریف کے ساتھ جو کھلا ہوا ظالمانہ برتاؤ کیا تھا وہ اسے یاد تھا۔ وہ کھل کر تو اپنے خوف کا اظہار نہ کر سکی لیکن کسی نہ کسی بہانے اس میں تاخیر کر رہی تھی کہ اس کی لڑکی شہنشاہ کے حضور میں پیش کی جائے، ابھی یہ مہم جاری رہا تھا کہ اچانک بیوہ ملکہ کا انتقال ہو گیا۔

شہنشاہ نے جب یہ سنا کہ سوگوار شہزادی نے اپنی حالت بہت خراب بنا رکھی ہے تو کہلا بھیجا کہ وہ آج سے اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرے گا جو اپنی شہزادی

لڑکیوں کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کے بھائی ہیو بوکیو اخد متگاروں اور محافظوں نے یہ سوچ کر کہ شاید محل میں پہنچ جانے سے اس کا ذہن ادھر سے پھر جائے یا شاید اس گھر کی اداس فضا سے وہاں کی فضا اس کے لئے بہتر ثابت ہو، اسے دربار میں پیش کر دیا، وہ محل کے جس حصے میں رہتی تھی اسے فوجیت سوبو کہا جاتا تھا اور وہ بھی اسی نام سے موسوم ہو گئی۔ شہنشاہ اس بات سے انکار نہ کر سکا کہ فوجیت سوبو اس کی محبوبہ سے بہت مشابہ ہے چونکہ وہ بڑے اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھی اس لئے ہر شخص اسے خوش رکھنے کی فکر میں رہتا تھا اور وہ کچھ بھی کرے اسے اس کی آزادی تھی، اس کے برعکس کریت سوبو شہنشاہ کے التفات ہی کی وجہ سے ہر وقت خطرے میں رہتی تھی کیونکہ دربار والے اس کے مرتبہ کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے۔

شہنشاہ کی پچھلی محبت کے نقوش دھندلے نہیں ہوئے تھے گو کبھی کبھی وہ اپنی توجہ مرحوم محبوبہ سے ہٹا کر اس سے مشابہ فوجیت سوبو پر مرکوز کر دیتا اور تسکین حاصل کر لیتا لیکن زندگی اس کے لئے اسی طرح غمناک بنی رہی۔

شہزادہ جواب گنجی (یعنی گن یا میناموتو قبیلہ والا) کے نام سے پکارا جاتا تھا مستقل اپنے باپ کے پاس رہتا تھا۔ بہت جلد بیش خدمتوں اور توشہ خانہ کی خواموں سے مانوس ہو گیا اس لئے ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس خاتون سے شرم محسوس کرتا جو روزانہ شہنشاہ کے کمرے میں طلب کی جاتی تھی، یہ بات بالکل فطری تھی کہ یہ تمام خواتین گنجی کا التفات حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتیں۔ ان میں سے کئی ایسی بھی تھیں جنھیں وہ کسی نہ کسی وجہ سے بہت پسند کرتا تھا۔ اکثر تو اس کے ساتھ بڑوں کا سا برتاؤ کرتیں، صرف ایک یعنی یہ نئی شہزادی ایسی تھی جو خوبصورت اور نوجوان

تھی اور شہزادے سے چھپانا بھی چاہتی تھی لیکن ان کا ایک دوسرے سے برابر ملتے رہنا ناگزیر تھا۔ اسے اپنی ماں کی شکل صورت یاد نہیں تھی لیکن حرم کی بوڑھی خاتون نے اسے بتایا تھا کہ وہ اس شہزادی سے بہت زیادہ مشابہ تھی اس سے اس کا طفلانہ جذبہ بیدار ہوتا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اس کا دوست بن جائے اور ہمیشہ اسی کے ساتھ رہے۔ ایک دن شہنشاہ نے فوجت سوبو سے کہا: "اس سے رکھائی سے نہ پیش آؤ، اسے تم سے اتنی دلچسپی اس لئے ہے کہ اس نے سن رکھا ہے اس کی ماں تم سے بہت زیادہ مشابہ تھی، اسے گستاخ نہ سمجھو بلکہ اس سے محبت کا برتاؤ کرو۔ تم اپنے چہرے مہرے میں اس سے اتنی مشابہ ہو کہ تم اس کی ماں ہو سکتی ہو۔" گرچہ وہ بچہ تھا لیکن شہزادی کے ساحرانہ حسن میں کھو گیا اور اسے پہلے پہل اپنے اندر ایک دلی میلان کا احساس ہوا۔

کوکی دن نے کبھی اس شہزادی کو پسند نہ کیا تھا، اب گنجی سے اس کی پرانی دشمنی پھر ابھر آئی۔ خود اس کے بچے غیر معمولی حسین سمجھے جاتے تھے لیکن گنجی سے ان کا کوئی مقابلہ نہ تھا، گنجی کو لوگ اس کے حسن کی وجہ سے ہکارو گنجی یعنی "روشن جبین" گنجی کے نام سے پکارتے تھے۔ شہزادی فوجت سوبو جس کے بہت سے معتقد تھے "خورشید لقا" شہزادی کے نام سے موسوم ہو گئی تھی۔

ایسے خوبصورت لڑکے کو مردانہ لباس میں رکھنا کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن اب وہ بارہ برس کا ہو گیا تھا اور اس کی دربار میں روشناسی کا وقت آ گیا تھا۔ شہنشاہ نے ہدایتیں دیں کہ تیاری پورے جوش و خروش سے کی جائے اس نے اس پر بھی اصرار کیا کہ ایسے موقع کے لئے جو شان و شکوہ معین ہے اس سے بھی زیادہ کا انتظام کیا جائے۔ گذشتہ سال جو ولی عہد کی روشناسی کی رسم جنوبی ہال میں ادا کی گئی تھی وہ کسی طرح بھی دھوم دھام میں اس سے زیادہ نہ تھی

مختلف مقامات پر، جو بزرگوں میں دی جانے والی تھیں، ان کی اور خزانچی اور غلہ خانہ کے نگراں کی دیکھ بھال شہنشاہ نے بہ نفسِ نفیس اپنے ذمہ لی کہ کہیں عمال کوئی کمی نہ کر جائیں۔ جب اس کا وقت آیا تو سب کچھ مکمل تھا۔ تقریب شہنشاہ کے خاص محل کے مشرقی ایوان میں ادا ہوئی۔ اس کا تخت پورب رُخ اس طرح رکھا گیا کہ شہزادہ اور اس کے روشناسی کے لیے پیش کرنے والے (وزیر یسار الدولہ) آمنے سامنے ہوں۔

گنجی ٹھیک تین بجے دن کو (جسے جاپان میں بندر کی ساعت کہا جاتا ہے) پہونچا۔ وہ اپنی طفلانہ کاکلوں میں بڑا خوبصورت نظر آرہا تھا۔ روشناسی کے لئے پیش کرنے والے کا کام یہ تھا کہ وہ ان کاکلوں کو ارغوانی رنگ کے دھاگے سے باندھ دے لیکن اسے اس کا افسوس تھا کہ ابھی ان کی یہ شکل نہیں رہے گی، بلکہ خزانہ کا محرر بھی اس بات سے تکلیف محسوس کر رہا تھا کہ اسے ان کاکلوں کو ابھی مقررہ رسمی استرے سے کاٹ دینا پڑے گا۔ شہنشاہ، جو یہ سب کچھ غور سے دیکھ رہا تھا، ایک لمحہ کے لئے اس خیال میں کھو گیا کہ اگر اس کی ماں زندہ ہوتی تو اس تقریب پر کتنا فخر محسوس کرتی لیکن پھر فوراً ہی اس نے اس کمزور خیال کو ذہن سے دور کر دیا۔

جب تاجپوشی باقاعدہ ہو گئی تو گنجی اپنے کمرہ میں گیا اور مردانہ لباس پہن کر صحن میں آیا جہاں اُس نے "رقصِ عقیدت" پیش کیا اور ایسی خوبی سے پیش کیا کہ ہر شخص کی آنکھ نم ہو گئی۔ یہ دیکھ کر شہنشاہ جس کا غم کچھ ماندسا ہو گیا تھا پھر گذشتہ یادوں سے بے قرار ہو گیا۔

لوگوں کا یہ خیال تھا کہ جب وہ اپنا بچکانہ لباس اتار دے گا تو اس کے نازک خط و خال میں وہ پہلی سی رعنائی باقی نہیں رہے گی لیکن یہ خیال غلط نکلا

اور اس کے برعکس وہ اور زیادہ حسین نظر آنے لگا۔

اس کو روشناسی کے لئے پیش کرنے والے وزیر یسار الدولہ کی ایک اکلوتی بیٹی تھی جس کے حسن سے ولی عہد متاثر تھا لیکن اب وزیر نے یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ وہ اس تعلق کی زیادہ ہمت افزائی نہیں کرے گا بلکہ اسے گینجی کے سامنے پیش کرے گا۔ اس نے شہنشاہ کا ایما بھی لیا تو یہ اندازہ ہوا کہ وہ گینجی کے لئے ایسے طاقتور تعلق قائم ہونے کے فائدے پر نظر رکھ کر اس رشتہ سے بہت خوش ہوگا۔

جب تمام درباری "جامِ محبت" پینے کے لئے اکٹھا ہوئے تو گینجی بھی آیا اور اس جگہ بیٹھا جو شہزادوں کے لئے مخصوص تھی۔ وزیر یسار الدولہ نے آکر اس کے کان میں کچھ کہا لیکن شہزادہ شرما گیا اور کوئی جواب اس سے نہ بن پڑا۔ اتنے میں ایک شاہی حاجب آیا اور اس نے وزیر کو شہنشاہ کے حضور میں فوری طلبی کی اطلاع دی۔ جب وہ تخت شاہی کے سامنے پہونچا تو توشہ خانہ کی ایک خواص نے اُسے "مخصوص سفید زیر جامہ" اور "کنواریوں کا پیراہن"[۱۲] دیا کیونکہ شہزادے کے روشناس کرانے والے کی حیثیت سے یہ اُسے رسماً پانے کا حق تھا۔ اس کے بعد جب اُسے خاص شاہی پیالے سے شراب پلا چکا تو شہنشاہ نے ایک نظم پڑھی جس میں یہ استدعا پوشیدہ تھی کہ ارغوانی دھاگے سے کاکلوں کے باندھنے کی رسم دونوں گھروں کے ایک رشتہ میں پروئے جانے کی علامت بن جائے۔ وزیر نے جواب دیا کہ کوئی طاقت ان دونوں کو جدا نہیں کرے گی سوا اس کے کہ ارغوانی دھاگے کا رنگ اڑ جائے۔ یہ کہہ کر وہ طویل زینے سے نیچے اترا اور سامنے صحن میں کھڑے ہو کر اظہارِ عقیدت

---

[۱۲] یہ اس بات کی علامت تھا کہ گینجی نے اب بچپن کی زنانہ وضع ترک کر دی ہے۔

کی رسم[۱۳] بجا لایا۔ اس موقع پر شاہی اصطبل کے ان گھوڑوں اور شاہی شکار خانہ کے ان عقابوں کی نمائش بھی ہوئی جنھیں گنجی کو تحفے میں دیئے جانے کا فرمان جاری کیا گیا تھا۔ زینے کے نیچے شہزادے اور عمائدین دربار تحائف کے انتظار میں صف بستہ کھڑے تھے اور واقعی مختلف قسم کے تحفوں کی اُن پر بارش کی گئی۔ شہنشاہ کی ہدایت کے مطابق لائق معتمد انصاف نے پھلوں کی ٹوکریاں اور پٹاریاں تقسیم کیں۔ کیکوں کے بکس اور تحائف کی وہ بھرمار تھی کہ لوگوں کا ہلنا مشکل تھا۔ ایسی فیاضی تو ولی عہد کی رسم روشناسی میں بھی نظر نہیں آئی تھی!۔

اس رات کو گنجی وزیر یسار الدولہ کے دولتکدے (جس کا نام بڑا محل تھا) پر گیا جہاں اس کی منگنی کی رسم بڑی شان سے منائی گئی۔ کچھ لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ شہزادے میں بچپن اور نزاکت بہت زیادہ نظر آتی ہے لیکن اس کے حسن نے سب کو مبہوت بنا دیا تھا۔ صرف دلھن، جو عمر میں اس سے چار سال بڑی تھی، اُسے محض بچہ سمجھتی تھی اور اس پر شرمندہ بھی تھی۔

شہنشاہ اب بھی گنجی کو محل میں حاضر دیکھنا چاہتا تھا اس لئے اس نے اپنا کوئی گھر ابھی نہیں بنایا تھا۔ اپنے دل کی گہرائیوں میں گنجی اب بھی سوچا کرتا تھا کہ وہ (فوجت سوبو) دوسروں کے مقابلہ میں کتنی حسین ہے اس لئے وہ ایسے لوگوں کی صحبت چاہتا تھا جو اس سے مشابہت رکھتے ہوں لیکن ایسا کوئی بھی نہ تھا۔ ہر شخص اس کی منکوحہ شہزادی آدای کے متعلق بڑی بڑی باتیں کہتا تھا لیکن گنجی کو اس میں کوئی خوبی نظر نہ آتی تھی۔ اس کے طفلانہ خیالات ہر لمحہ محل والی لڑکی (فوجت سوبو) میں الجھے رہتے تھے اور یہ الجھن اس کے لئے مصیبت بن گئی تھی۔

---

[۱۳] اسے بوتو کہتے ہیں۔ یہ اتنی تفصیل سے بجا لائی جاتی ہے کہ ایک طرح کا رقص معلوم ہونے لگتی ہے۔

اب جب وہ بالغ قرار دیا گیا تھا پہلے کی طرح خواتین کے کمروں میں آجا نہیں سکتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی جب کسی تفریح کے موقع پر اس کی (فوجت سو بو) آواز بربط اور بانسری کے نغموں میں ملی ہوئی آہستہ آہستہ آتی تو اُسے سکون ملتا اور اُسے اپنا پُرشباب وجود ایک بوجھ معلوم ہونے لگتا۔ پانچ چھ دن کی غیر حاضری کے بعد وہ دو تین دن اپنی بیوی کے ساتھ بھی بسر کر لیتا تھا۔ اس کا خسر (وزیر بیار الدولہ) اس بے پروائی کو اس کی جوانی کے لاابالی پن پر محمول کرتا اور کسی قسم کی الجھن کا اظہار کئے بغیر ہمیشہ گرمجوشی سے اس کا خیر مقدم کرتا۔ جب کبھی وہ آتا تو اس وقت کے تمام دلچسپ اور خوش مزاج نوجوان اس سے ملنے کے لئے بلائے جاتے اور اس کی دلچسپیوں کا سامان مہیا کرنے کی انتہائی زحمت برداشت کی جاتی۔

محل میں اسے وہی کمرہ (شگی سا) سرکاری طور پر رہنے کے لئے دے دیا گیا تھا جس میں اس کی ماں کسی زمانے میں رہ چکی تھی اور وہی نوکر بھی اس کی خدمت پر مامور کر دیے گئے تھے جنھوں نے اس کی ماں کی خدمت کی تھی۔ اس کی نانی کا مکان بالکل تباہ حالت میں تھا۔ شاہی محکمۂ تعمیرات کو حکم دیا گیا کہ اس کی مرمت کی جائے وہاں جس طرح درخت اُگے ہوئے تھے اور جس طرح پہاڑ اسے گھیرے ہوئے تھے اس سے وہ جگہ بڑی خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ اب یہ کیا گیا کہ جھیل کی وادی وسیع کر دی گئی تھی اور بہت سے اور خوشگوار اضافے کئے گئے تھے۔ گنجی افسردہ خاطر ہو کر یہ سوچتا تھا کہ "کاش یہاں کسی ایسے کے ساتھ بسر کرنے کا موقع ملتا جو مجھے پسند ہے!"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اُسے ہکارو یا "روشن جبین" کا لقب کوریائی منجم نے اس کے حُسن سے متاثر ہو کر دیا تھا۔[۱]

---

[۱] اس سے وہی ذکر ہے جو ہونگی جیسی ابتدائی تاریخوں میں پایا جاتا تھا۔ ان میں ایک بات کی متعدد توجیہیں کی جاتی تھیں۔ اگلے ابواب میں ایسا نہیں ہے۔

دوسرا باب

جھاؤ کا درخت

روشن جبین گنجی جانتا تھا کہ اس نام کا آدمی زبردست جانچ پڑتال اور حاسدانہ الزام تراشی سے بچ نہیں سکتا، اس کی چھوٹی چھوٹی لغزشیں بھی آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کر دی جائیں گی۔ اس ڈر سے کہ کہیں اپنے بعد آنے والوں کو نہ محض ناکارہ اور تنگ ظرف نظر نہ آئے اور اس خیال سے کہ اس کی پوشیدہ حرکات ظاہر نہ ہو جائیں (کیونکہ افواہ اڑانے والی منحوس زبانیں یہی کرتی ہیں) وہ ہمیشہ احتیاط سے کام کرتا اور کم سے کم ظاہری رکھ رکھاؤ قائم رکھنے پر اپنے کو مجبور کرتا۔ اس طرح اس کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ وابستہ نہیں تھا جسے رومانی کہا جا سکے اس کی داستانِ حیات اگر کتانو نو شوشو[1] سنتا تو اس کا مذاق اڑاتا۔

---

[1] ایک مشہور مگر گم شدہ رومانی قصہ کا ہیرو۔ موراساکی معصر سی شوناگن نے اپنی کتاب مکارا نو سوشی کے ۱۴۵ ویں باب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ابھی وہ محافظ دستہ کا کپتان ہی تھا اور اپنے وقت کا زیادہ حصہ محل ہی میں گزارتا تھا کہ اپنے خسر کے مکان "بڑے محل"[1] سے اس کی بے رخی برتنے پر نتیجہ نکالا جانے لگا کہ کسی پوشیدہ جذبے نے اس کے دل پر اپنا نقش بٹھا لیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کے ساتھیوں کی نیچی سطح کی معمولی اور کھلم کھلا عشق بازیاں اُسے بالکل پسند نہ تھیں۔ اس کے کردار کا یہ عجیب پہلو تھا کہ جب کبھی شاذ و نادر ضبط کے باوجود، وہ عشق میں مبتلا ہوتا تو وہ ایسا معاملہ بن جاتا جو مشکل الحصول اور مایوس کن پیچیدگیوں سے بھرا ہوتا تھا۔

بارش کی جھڑی لگی ہوئی تھی، کئی دن سے موسم میں کوئی خوشگوار لمحہ نہیں آیا تھا۔ دربار کے لوگ گویا سختی سے روزہ رکھ رہے تھے۔ بڑے محل والے گنجی کے شاہی محل میں طویل قیام سے بے صبر ہو رہے تھے لیکن دربار کے نوجوان مصاحب دوسروں کے مقابلہ میں گنجی کی خدمت میں حاضر رہنے کو زیادہ پسند کرتے تھے، وہ اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ گنجی کو ہمیشہ نئے نئے اور عجیب و غریب لباسوں سے آراستہ کیا جائے۔ ان میں داروغۂ اصطبل تو نو چو جو تھا جو اس کا سب سے عزیز دوست تھا، ساتھ کے کھیلے ہوئے تمام ساتھیوں میں وہ اس سے سب سے زیادہ مانوس تھا۔ تو نو چو جو، بھی اپنے خسر یمین السلطنت کے بڑی توجہ سے بنوائے ہوئے محل کو بہت تکلیف دہ پاتا تھا، اور گنجی ہی کی طرح وہ بھی اپنے باپ کے مکان کی شان و شوکت کو خیرہ کن محسوس کرتا تھا۔ اس طرح دربار میں وہ اس کا مستقل رفیق بن گیا۔ وہ اپنی تعلیم اور کھیل دونوں میں ایک دوسرے کے شریک اور بہت سے معاملوں میں کبھی نہ جدا ہونے والے ساتھی تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد اُن کے

---

[1] اس کے خسر کے مکان کا نام جہاں اس کی بیوی شہزادی آؤ ای کا قیام تھا۔

درمیان سے تکلفات اُٹھ گئے اور انھوں نے اپنے دلوں کے خفیہ ترین راز ایک دوسرے پر ظاہر کر دیئے۔

اس رات کو جب بارش کسی طرح نہ تھمتی تھی ایک واقعہ پیش آیا۔ محل میں تھوڑے ہی سے لوگ تھے اور گنجی کا کمرہ کچھ معمول سے زیادہ خاموش تھا۔ وہ لیمپ کے قریب بیٹھا کتابیں اور کاغذات دیکھ رہا تھا۔ یک بیک قریب ہی اس نے ایک میز کی دراز سے کچھ خطوط نکالنے شروع کر دیئے۔ اس نے تو نوچوجو کو متجسس بنا دیا۔ گنجی نے کہا: "ان میں سے کچھ تو میں تمہیں دکھا سکتا ہوں لیکن کچھ ایسے ہیں جنہیں مجھے..."

تو نوچوجو بولا: "وہی تو میں دیکھنا چاہتا ہوں، عام خط تو سب ایک ہی سے ہوتے ہیں اور میرے خط آپ کے خطوں سے مختلف نہ ہوں گے۔ میں تو وہ جذبات سے بھرے ہوئے خط دیکھنا چاہتا ہوں جو غصہ میں لکھے گئے ہیں یا جن میں اقرار کے اشارے ملتے ہیں اور شام کے دھندلکے میں سپرد قلم ہوئے ہیں......"

اس نے یہ بات کچھ ایسے عاجزانہ اور اشتیاق انگیز انداز سے کہا کہ گنجی میز کا دراز کھولنے پر رضامند ہو گیا۔ یہ کچھ قرینِ قیاس بھی نہیں ہے کہ اس نے اپنے اہم و خفیہ کاغذات اس معمولی میز کے دراز میں رکھے ہوں گے بلکہ کہیں نگاہوں سے دور چھپائے ہوں گے۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ اس دراز کے خطوں میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جس کے لئے وہ پریشان ہو۔ چند خطوں کو الٹنے پلٹنے کے بعد تو نوچوجو نے تعجب سے کہا: "اوہ! کیسے عجیب عجیب خط ہیں!" اور لکھنے والوں کے نام کے متعلق قیاس آرائیاں کرنے لگا۔ اس کے دو ایک قیاس کچھ ٹھیک بھی تھے لیکن زیادہ تر اندازے غلط تھے اور گنجی اس کی الجھن سے لطف لے رہا تھا اور غلط اپھل پر ٹال دیتا تھا۔ آخر میں اس نے خطوط یہ کہہ کر اس سے واپس لے لئے کہ: "تمہارے پاس بھی ایسے بہت سے خط ہوں گے۔ کچھ اپنے خط بھی تو مجھے دکھاؤ۔ پھر میرے دراز سے

کچھ بہتر چیزیں پاؤ گے؟" تو نوجوان نے جواب دیا: "میرے پاس ایسے خط نہیں ہیں جنہیں دیکھنے سے آپ کو دلچسپی ہوگی۔ مجھے کم سے کم اس بات کا انکشاف ہوا ہے کہ ایک عورت بھی ایسی نہیں ہے جسے ہر طرح سے مکمل کہا جا سکے۔ ایسی تو بہت سی ہیں جو لکھنے کا چلتا ہوا سطحی فن جانتی ہیں۔ یا اگر موقع آ جائے تو حاضر جوابی سے کام لے سکیں لیکن ایسی شاذ و نادر ہی ہوں گی جو کسی بڑی آزمائش میں پوری اتر سکیں۔ ان کے ذہن زیادہ تر خود اپنی تعریف و توصیف سے بھرے ہوتے ہیں اور ان کا اپنے ہر حریف کو برا بھلا کہنا ایک بہت ہی غلط تاثر پیدا کرتا ہے۔ کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں جنہیں اُن کی ضرورت سے زیادہ محبت کرنے والے والدین گویا پوجتے ہیں اور جالی دار دریچوں[1] کے پیچھے چھپا کر رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں باہر کی دنیا کو اس کے سوا اور کوئی خبر نہیں ہوتی کہ وہ بہت حسین ہیں اور فلاں فلاں ہنر میں کمال رکھتی ہیں۔ اس سے ضرور ہمارے دلوں میں ایک کرید پیدا ہوتی ہے کہ وہ حسین و جمیل ہے اور ابھی باہر کی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسی لڑکی کسی کو نمونہ بنا کر اور دن رات محنت کر کے کسی معمولی یا چھوٹے موٹے ہنر میں کمال حاصل کر سکتی ہے۔ اس کے دوست اس کے عیوب بڑی خوبی سے چھپاتے اور خوبیوں کو مبالغہ آمیز انداز میں بیان کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں جہاں ہم ان کی تعریف و توصیف پر پورا بھروسہ نہیں کر سکتے، یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کے فیصلوں کو بالکل ہی غلط

---

[1] جاپانی مکان ہمارے مکانوں سے مختلف ہوتے تھے۔ جاپان میں جو الفاظ مکانوں کے بعض حصوں کے متعلق استعمال ہوتے ہیں انگریزی میں ان کے مترادف موجود نہیں ہیں۔ ایسی حالت میں ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو مفہوم سے قریب ترین ہو (ایسا ہی کہیں کہیں میں نے بھی کیا ہے۔ احتشام حسین)

قرار دے دیں لیکن جب ہم ان کے بیانات کو پرکھتے ہیں تو اکثر ہمیں مایوسی ہوتی ہے۔"
شاید اسے اپنے لہجے میں کچھ جھنجھلاہٹ سی محسوس ہوئی اس لئے وہ شرمندہ ہو کر
ذرا سا رکا، پھر کہنے لگا: "میں جانتا ہوں کہ میرے تجربات وسیع نہیں ہیں لیکن
اب تک میں جس نتیجے پر پہونچا ہوں یہی ہیں۔"
گنجی نے مسکراتے ہوئے پوچھا: "کیا ایسی لڑکیاں بھی ہیں جن میں ایک بھی خوبی
نہ ہو؟" تو نوچوجو نے جواب دیا: "بیشک ایسا ہو سکتا ہے لیکن ایسی صورت میں
کسی کو کامیابی سے دھوکا دینے کا امکان کم ہے، وہ جن میں کوئی صفت نہیں ہے
اور وہ جن میں خوبیوں کے علاوہ کوئی برائی نہیں ہے، غالباً تعداد میں برابر
ہی نکلیں گی۔ میں عورتوں کو تین قسموں میں بانٹتا ہوں۔ پہلی وہ جو اعلیٰ طبقہ
سے تعلق رکھتی ہے، ان کی خوبیوں کے متعلق ایسا شور کیا جاتا ہے اور ان کی
کمزوریوں پر اس طرح پردہ ڈالا جاتا ہے کہ گویا وہ کمال مجسم ہیں، دوسری وہ ہیں
جن کا تعلق متوسط طبقہ سے ہے، ان کے بارے میں ہر شخص اپنی رائے آپ قائم
کر سکتا ہے۔ اس میں ہمیں بہت سی متضاد رایوں میں جانچ پرتال کرنے کی ضرورت
ہوگی، رہیں نچلے طبقہ کی، تو ان سے ہمیں کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔"
جس مکمل طریقہ پر تونوچوجو نے اس سوال پر روشنی ڈالی اس سے گنجی کو بہت
لطف آیا۔ اس نے کہا: "اس میں عام طور سے آسانی نہیں ہوگی کہ ہم کس عورت
کو کس قسم میں رکھیں کیونکہ کبھی کبھی اعلیٰ طبقہ کے لوگ بہت ذلیل سطح پر اتر آتے
ہیں اور معمولی خاندان والے اعلیٰ مرتبوں تک جا پہنچتے ہیں، وہ اپنے چہروں سے
سنجیدگی اور خود شناسی ظاہر کرتے ہیں، اپنے مکانوں کے اندرونی حصے نئے
سرے سے آراستہ کر لیتے ہیں اور اپنے کو ویسا ہی اعلیٰ سمجھتے ہیں جیسے کہ دوسرے لوگ؛
ایسے معاملات کس طرح حل کئے جائیں گے؟"

اس وقت ہماری [illegible]انو کامی اور توشی کی بو نو جو بھی آکر گفتگو میں شریک ہو گئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم بھی محل میں روزہ رکھنے کے لئے آئے ہیں۔ چونکہ وہ دونوں بڑے عاشق مزاج اور بذلہ سنج تھے اس لئے تو نو چو نے گنجی کے سوال کا تصفیہ ان پر چھوڑ دیا۔ اس پر [illegible] ہوئی اس میں کچھ ناخوشگوار باتیں بھی کہی گئیں۔ امانو کامی نے پہل کی۔ "کوئی عورت کتنے ہی بلند مرتبہ پر پہونچ جائے اگر وہ کسی اچھے گھرانے میں پیدا نہیں ہوئی ہے تو لوگ اسے کبھی وہ مرتبہ نہیں دیں گے جو کسی معزز گھر کی عورت کو دیا جاتا ہے لیکن اگر شومئ قسمت سے زبوں حالی کا شکار ہو جائے تو لوگ اس کی نسلی شرافت کو بھول جائیں گے اور اس پر نفرت کی نظر ڈالنے لگیں گے اس لئے میرا خیال ہے کہ تمام باتوں پر نظر رکھ کر ہم ایسی عورتوں کو متوسط طبقہ ہی میں جگہ دیں گے۔ لیکن جب ہم دور دراز صوبوں میں بھیجے جانے والے زوریو[1] کی لڑکیوں کو اس طرح تقسیم کریں گے تو چونکہ ان کی زندگی میں بہت سے نشیب و فراز آتے رہتے ہیں ہم ان کو بھی متوسط طبقہ ہی میں رکھ سکتے ہیں۔ پھر وہ تیسرے اور چوتھے درجہ کے وزراء ہوتے ہیں جو مجلس وزارت میں شریک نہیں کئے جاتے۔ عام طور سے انھیں وہ مرتبہ بھی حاصل نہیں ہوتا جو عام حکام کو حاصل ہوتا ہے۔ بالعموم وہ اچھے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کی ذمہ داریاں ریاستی وزراء سے کم ہوتی ہیں اس لئے انہیں نسبتاً زیادہ ذہنی سکون رہتا ہے۔ ایسے گھروں میں جو لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی پرورش میں کسی قسم کی پریشان حالی کو دخل نہیں ہوتا بلکہ اُن کے گرد تعیش اور فراوانی کی فضا ہوتی ہے۔ ان میں سے زیادہ تر وہ ہوں گی جن سے نفرت کرنا یا جنھیں ذلیل سمجھنا حماقت ہے بعض دربار تک رسائی حاصل کر کے امید سے زیادہ کامیاب

---

[1] صوبائی عہدیدار۔ اس کتاب کی مصنفہ موراساکی بھی اس طبقہ سے تعلق رکھتی تھی۔

زندگی بسر کرتی تھیں۔ میں کئی ہیں بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں۔"

گنجی نے مسکراتے ہوئے کہا: "عام طور سے ان کی کامیابی کا اصل راز ان کی دولت ہوتی ہے۔" تو نوجو بول اٹھا: "یہ کہنے سے پہلے آپ نے زر اور معلومات تو فراہم کر لی ہوتیں۔" اوما نوکامی نے پھر اپنا سلسلۂ کلام جاری کر دیا: "کچھ ایسی بھی ہیں جن کا خاندان اعلیٰ ہوتا ہے اور جن کا شہرہ اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ کسی کا ذہن بھی ادھر نہیں جا سکتا کہ ان کی تعلیم ناقص ہوگی، لیکن جب ہم ان سے دوچار ہوتے ہیں تو مایوس ہو کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ کس طرح وہاں تک پہونچ گئیں؟ اس میں شک نہیں کہ ایسی عورت دنیا میں کہیں نہ کہیں ضرور موجود ہوگی جس میں تمام خوبیاں پائی جائیں اور اگر وہ نظر آجائے تو کوئی تعجب نہ ہوگا لیکن وہ میرے جیسے معمولی شخص کی دسترس سے باہر ہوگی۔ اس سب سے میں اسے الگ اسی کے طبقہ میں رکھوں گا اور ہم نے جو موجودہ تقسیم کی ہے اس میں اسے جگہ نہ دوں گا۔ لیکن فرض کیجیے کسی پھاٹک کے پیچھے، جب پر انگور کی بیلیں چھا گئیں ہوں، کوئی ایسی جگہ ہو جہاں کسی کا خیال بھی نہ جاتا ہو کہ وہاں مکان ہوگا، اس میں کوئی ہمارے خیال سے بڑھ کر حسین و جمیل عورت مقید ہو، تو ہم اسے کس جوش و خروش سے دیکھیں گے! میرا خیال ہے کہ اس کا حسن و جمال ہماری یہ تقسیم اور یہ سوچے سمجھے نظریات کا الٹ پلٹ ہو جانا، غالباً ہم کو ایک عجیب اور اچانک حیرت میں گرفتار کر دے گا۔ میں اس کا تصور کرتا ہوں تو اس کا باپ نظر آتا ہے جو بھاری بھرکم اور چڑچڑا ہوگا جو بد مزاج اور بدصورت بوڑھا، ایک بالکل ہی خالی اور بے کیف کمرے میں قید، اس کے خیالات عجیب و غریب سمتوں میں پرواز کرتے ہوں گے جو ہنرمندوں کے لئے معمولی کمال کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ اس کی نظر میں اہم اور بہت معنی خیز ہوں گے۔ شاید ایسا بھی ہو کہ کسی خاص شئے وہ اپنی دل نشیں اور خلاف امید جسارت سے ہم کو چونکا دے۔ ایک ایسی عورت تھی یا

آپ لوگوں کی نظر میں جو نجیب الطرفین ہیں، توجہ کے قابل ہی نہیں ٹھہرے گی۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں اسے اپنے خیال سے نہیں نکال سکوں گا۔۔۔"
اتنا کہہ کر اس نے رشی کی بو نوجی کی طرف دیکھا جو یہ سوچنے لگا تھا کہ کہیں یہ جو کچھ کہہ رہا ہے خود اپنی بہنوں کو پیش نظر رکھ کر تو نہیں کہہ رہا ہے لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ گنجی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اونچے طبقے سے بھی منتخب کرنا آسان نہیں ہے اور جھپکیاں لینے لگا۔

وہ سفید نرم ریشم کا سوٹ پہنے ہوئے تھا اور اس کے کندھوں پر ایک موٹا سا لبادہ بے ترتیبی سے پڑا ہوا تھا جس کی پیٹی بھی کھلی ہوئی تھی۔ لیمپ کی روشنی میں وہ جس طرح جھکا ہوا تھا اس میں وہ ایسا حسین نظر آرہا تھا کہ دیکھنے والے کا جی چاہنے لگے، کاش وہ لڑکی ہوتا۔ وہ سوچنے لگے کہ جس مثالی عورت کا ذکر اوماتوکامی نے کیا ہے اور جسے اس نے اپنے طبقہ میں رکھا ہے وہ بھی گنجی کے ایسے حسین شہزادے کے لائق نہیں ہو سکتی۔

بات چیت یونہی جاری رہی، بہت سے لوگوں اور بہت سی چیزوں پر تبادلۂ خیال ہوا۔ اوماتوکامی کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ "کمال حاصل کرنا زندگی کے دوسرے دائروں میں بھی مشکل ہے۔ بادشاہوں کو اپنے وزراء کے انتخاب میں سخت دشواری ہوتی ہے لیکن اس کا کام پھر بھی ایک شوہر کے مقابلہ میں آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی بادشاہت کے سہارے معاملات ایک، دو یا تین وزراء کے سپرد نہیں کرتا بلکہ اعلیٰ اور ماتحت حکام کا ایک پورا ڈھانچہ کھڑا کر دیتا ہے۔
"لیکن جب ایک گھر کی مالک چننے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو وہ ایک ہی ہے جس کی تنہا ذات میں مختلف طرح کی تمام خوبیاں موجود ہونا چاہئیں۔ بہت سختی سے انتخاب کرنا بھی مفید نہ ہوگا۔ بس ہمیں اس کا یقین ہونا چاہئے کہ ہماری منتخب کی

ہوئی خاتون میں چند ایسی نمایاں خوبیاں موجود ہوں جنہیں ہم پسند کرتے ہیں اور اگر دوسری حیثیتوں سے اس میں کچھ کمی نظر آئے تو ہم کو ان خوبیوں کو یاد کر لینا چاہیئے جن کی وجہ سے ہم پہلے اس کی طرف مائل ہوئے تھے اور محبت شروع کی تھی۔

"لیکن ایسی حالت میں بھی ہم کو محتاط رہنا چاہیئے کیونکہ بعض ایسی ہوتی ہیں جو اندھی جوانی اور بے داغ حسن کے غرور میں اس پر اصرار کرتی ہیں کہ ان پر گرد و غبار کی ایک چھینٹ بھی نہ پڑے۔ اپنے خطوں میں وہ بہت ہی بے ضرر مضامین چھیڑتی ہیں لیکن ان میں بھی ایسی رنگ آمیزی کرتی ہیں کہ مبہم طور پر ہم الجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ لیکن اگر ان میں سے کسی سے کسی طرح ملاقات ہو جائے تو وہ ایسی دھیمی آواز میں گفتگو کرے گی جو مشکل ہی سے سُنی جا سکے گی اور جو چند جملے سانسوں کے درمیان آہستہ آہستہ کہے گی بھی وہ اس کو پہلے سے بھی زیادہ پراسرار بنا دیں گے۔ یہ کھنچا کھنچا رہنا اس کی دوشیزگی کی فطری حیا پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے لیکن ہمیں بعد میں یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جو چیز اسے روک رہی تھی وہ حیا نہیں اس کے جذبات کی شدت تھی۔

"یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ جہاں سب کچھ بالکل ٹھیک معلوم ہو، وہ مکمل رفیقۂ حیات بہت جلد متاثر ہو جانے والا مزاج رکھتی ہو۔ اور بہت ہی نامناسب موقع پر اپنی محبت کا اظہار کر بیٹھے اور ایسے طریقے پر کرے کہ ہم اس سے جلد سے جلد چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔

"ایک قسم بہت ہی گھریلو قسم کی بیوی کی ہے جو اپنی شکل و صورت کا خیال ترک کر کے اپنے ... بچے کا نوالہ کے پیچھے ڈال لیتی ہے اور اپنا سارا وقت گھریلو دھندوں کی درستگی میں صرف کرتی ہے۔ اس کا شوہر ادھر اُدھر آنے جانے میں بہت

ایسی باتیں دیکھتا اور سنتا ہے جن کے متعلق وہ اجنبیوں سے گفتگو نہیں کر سکتا لیکن اگر ان کے بارے میں وہ اس سے تبادلۂ خیال کر سکے جو اس کے ہنسنے رونے میں اس کا ساتھ دے اور اس کی گفتگو ہمدردی اور غور سے سُنے تو یقیناً وہ بےحد خوش ہو گا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی سیاسی واقعہ اُسے بہت دلچسپ معلوم ہوتا ہے یا الجھن میں ڈالتا ہے اور وہ اپنے دل میں یہ خواہش لئے تنہا بیٹھا رہتا ہے کہ کوئی ملے جس سے وہ اس کے متعلق باتیں کر سکے۔ وہ اپنے کسی پوشیدہ خیال کو یاد کر کے اچانک ہنس پڑتا ہے یا زور سے ٹھنڈی سانس بھرتا ہے لیکن اس کی بیوی محض بے توجہی سے پوچھتی ہے، کیا معاملہ ہے؟ اور کوئی دلچسپی نہیں لیتی۔ یقیناً شوہر کے لئے یہ بہت صبر آزما ہو گا۔"

اوراتو کامی نے ایسی ہی اور کئی صورتیں پیش کیں لیکن کسی قطعی نتیجہ تک نہیں پہونچ سکا۔ پھر ایک گہری سانس بھر کر بولا: "جیسا کہ میں نے خیال ظاہر کیا حسن اور خاندان کو تو ہمیں نظر انداز ہی کر دینا چاہیئے۔ وہ (بیوی) کیسی ہی سیدھی سادی اور بھولی ہو لیکن اسے ایماندار اور صلح پسند مزاج کا ہونا چاہیئے تاکہ بعد میں ہمیں اعتماد کا رونا نہ رونا پڑے۔ اگر اس کے علاوہ بھی اس میں کوئی خوبی ہو تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ غنیمت نذرانہ ہے۔ اگر ہم کو اس میں کوئی چھوٹا موٹا سا نقص نظر آئے تو اسے بہت گہری نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے۔ ہم اس بات پر یقین رکھ سکتے ہیں کہ اگر اس میں رواداری اور دلنوازی کی صفات گہرائی کے ساتھ موجود ہیں تو اس کی ظاہری شکل و صورت بھی بہت زیادہ بری نہیں ہو گی۔

"کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں جو صبر و تحمل کا بڑا مادہ رکھتی ہیں اور شوہر کی ایسی غلطیوں سے بھی ظاہری بے نیازی دکھا کر جو اصلاح طلب ہیں، خود کو غیر متزلزل وفاداری کا مجسمہ ظاہر کرتی ہیں لیکن اچانک ایک ایسا وقت آتا ہے کہ ایسی عورت اور زیادہ برداشت

نہیں کر سکتی اور بہت ہی ترحم انگیز انداز میں لکھی ہوئی ایک نظم چھوڑ کر، جس سے
پشیمانی کے بہت ہی تکلیف دہ جذبات ظاہر ہوتے ہیں، وہ کسی پہاڑی گاؤں یا
ویران ساحلی علاقہ میں چلی جاتی ہے جہاں سے مدتوں اس کی کوئی خبر نہیں آتی
"جب میں لڑکا تھا تو خادمائیں مجھے ایسی دکھ بھری داستانیں بہت سنایا کرتی
تھیں۔ مجھے کبھی اس بات کا شک بھی نہیں ہوتا تھا کہ ان میں جو جذبات ظاہر کیے
گئے ہیں وہ حقیقی نہیں ہیں، میں انھیں سن کر بے اختیار رو دیا کرتا تھا۔ لیکن اب
مجھے شبہ ہونے لگا ہے کہ ایسے غم بہت کچھ مصنوعی ہوتے ہیں۔ جس عورت کے چلے
جانے کے قصے کو ہم نے فرض کیا ہے اس نے اپنے پیچھے اپنے شوہر کو چھوڑا ہے
جو شاید اس سے اب بھی محبت کرتا ہے، وہ خود بے حد افسردہ ہے اور اس طرح
بھاگ کر اس نے اسے بڑی الجھن میں ڈال دیا ہے اور ان تمام باتوں کا غالباً مقصد
یہ ہوگا کہ وہ اس کی محبت کو آزمائے۔ اسی حالت میں اس کو کوئی دوست ملتا ہے جو
اس کی تعریف کرتا ہے: "واہ کیا دل پایا ہے، کیسے گہرے جذبات ہیں!" یہ سن کر
وہ اور زیادہ غمگین ہو جاتی ہے اور آخر کار کسی خانقاہ کی راہ لیتی ہے، جس وقت اس
نے یہ فیصلہ کیا بالکل سنجیدگی سے کیا تھا اور ذرہ برابر بھی یہ خیال نہ تھا کہ وہ پھر
کبھی اپنی دنیا میں واپس جائے گی۔ اس کی خبر اس کی کسی سہیلی کو ملتی ہے اور وہ
چیخ اٹھتی ہے: اوہ بیچاری کیسے ذہنی کرب میں مبتلا رہی ہوگی کہ اسے یہ فیصلہ
کرنا پڑا! پھر وہ اس کے حجرے میں جا کر اس سے ملتی ہے۔ شوہر کو اس کی اطلاع ہوتی
ہے، اور چونکہ وہ اس کے غم کو اب تک نہیں بھولا تھا، اس لئے پھوٹ پھوٹ کر رونے
لگتا ہے۔ اس کے کچھ نوکر چاکر اور بوڑھی آیائیں، یہ دیکھتی ہیں تو شوہر کے غم واندوہ
کی کہانی لئے ہوئے اس کے پاس خانقاہ میں پہنچتی اور کہتی ہیں: "اف یہ کتنے شرم
کی بات ہے!" اس وقت وہ راہبہ یہ بھول کر کہ وہ کون ہے اور کہاں ہے، ہاتھ اٹھا کر

اپنے بالوں پر پھیرنا چاہتی ہے تو اسے یاد آتا ہے کہ وہ تو راہبہ بن جانے کی وجہ سے کاٹے جا چکے ہیں۔ ایک بیچارگی اور غم کی حالت میں وہ زمین پر بیٹھ جاتی ہے اور رونے لگتی ہے۔ اب سب کچھ ختم ہو چکا ہے کیونکہ وہ ہر وقت تو طاقت کے لئے دعا نہیں کر سکتی۔ اس کے ذہن میں یہ معصیت آلودہ خیال رینگنے لگتا ہے کہ اس نے ایک راہبہ بننے میں غلطی کی اور یہ گناہ وہ اتنی مرتبہ کرتی ہے کہ اب خود گوتم بدھ بھی اسے پہلے سے زیادہ گناہگار قرار دیں گے، اسے یہ یقین ہونے لگتا ہے کہ یہ خوفناک خیالات اس کی روح کو تاریک ترین جہنم میں لئے جا رہے ہیں۔ لیکن اگر اُن کے (بیوی اور شوہر کے) پچھلے جنم کا کرم (عمل) اتفاقاً ان کی مفارقت کے مقابلہ میں وزنی ہوتا ہے تو وہ راہبہ بننے کا آخری عہد لینے سے پہلی ہی پکڑ لی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں ان کی زندگیاں بالکل ناقابل برداشت ہو جائیں گی، اگر بیوی نے برے بھلے اس بات کا پکا ارادہ نہیں کر لیا ہے کہ اس دفعہ چاہے اسے کتنی ہی تکلیف پہونچے گی وہ اپنی آنکھیں بند کئے پڑی رہے گی۔

"کچھ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو اپنی اور اپنے شوہر کی محبت پر کڑی نگاہ رکھتی ہیں، اس قسم کی بیوی چاہے اپنے شوہر میں کوئی غلطی نہ دیکھے بلکہ محض بہک جانے کا میلان پائے تو وہ اس پر احمقانہ ہنگامہ برپا کر دیتی ہے اور نفرت انگیز طریقہ پر اعلان کرتی ہے کہ اب وہ اپنے شوہر سے کوئی تعلق نہیں رکھے گی۔

"لیکن اگر اتفاقاً کسی مرد کا دل ادھر اُدھر بہک بھی جائے تو بھی اگر اس کی پہلی محبت گہری ہے تو وہ آخر میں پھر دل میں بسی ہوئی اپنی پرانی جگہ پر واپس آجائے گا لیکن اس درمیان میں بیوی نے اپنے غصہ کے اظہار سے ایسی خلیج پیدا کر دی ہوگی جو پاٹی نہیں جا سکتی۔ وہ بیوی جو شوہر کی کسی چھوٹی سی غلطی پر، جو خاموش قسم کی تنبیہہ چاہتی ہے، محض ایک نگاہ سے یہ ظاہر کر کے رہ جاتی ہے کہ وہ اس سے لاعلم نہیں

ہے، اور کسی بڑی غلطی پر جو لعنت ملامت کی مستحق ہے، بغیر سختی کے اپنے غصہ کا اظہار کرنا جانتی ہے شوہر کی نگاہ میں پہلے کے مقابلہ میں اور زیادہ عزیز بن جائے گی۔ اکثر ہماری قوتِ برداشت ہمارے پڑوسیوں کو اس بات کی ہمت دے گی کہ وہ اپنے شورانگیز جذبۂ عشق پر قابو پا سکیں۔

"لیکن جب عورت میں برداشت کرنے اور معاف کر دینے کی قوت۔ تہا ہے، اگرچہ یہ اس کی خوبصورتی اور دلنواز طبیعت کا نتیجہ کیوں نہ معلوم ہو۔ اس کا اظہار وہ اپنے جذبات کے ہلکے پن سے اس طرح کرتی ہے: "بغیر لنگر کی کشتی پانی کے بہاؤ کے ساتھ ضرور بہہ نکلے گی، کیا تمہارا یہ خیال نہیں ہے؟"

تو نو چو تو نے سر ہلایا اور بولا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ محبوبہ کے دل میں ایک بے بنیاد شبہہ پیدا کر کے ہم محبت کے چراغ کو پھر تیز کر سکتے ہیں۔ لیکن ایسا تجربہ خطروں سے بھرا ہوتا ہے۔ جو ایسا کرنے کا مشورہ دیں انھیں یقین ہے کہ اگر محبوبہ کا غم و غصہ بے بنیاد ہے، اسے خاموشی سے جھیل جانا چاہیے اور چند ہی دنوں میں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، میرا مشاہدہ یہ ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوتا لیکن جو کچھ باتیں ہوئیں۔ ان پر غور کرنے سے عورت میں ایک ایسی خوبی کی طرف خیال جاتا ہے جو سب سے برتر ہے، وہ یہ کہ بیوی کو چاہیئے کہ اس پر جو افتاد بھی پڑے اس کا مقابلہ شرافت اور تحمل کے ساتھ کرے۔" جس وقت وہ یہ کہہ رہا تھا اس کے ذہن میں خود اس کی بہن شہزادی آاوئی تھی۔ لیکن اسے یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ گنجی، جس کے خیالات وہ اس بارے میں سننا چاہتا تھا، بے خبر سو رہا تھا۔

ا دمانو کا می ایسی بحثوں میں ماہر تھا، لیکن اب وہ اپنے کپڑے سنبھال کر ا ہو چکا تھا۔ تو نو چو جو کا جی چاہتا تھا کہ وہ اس کی باتیں ابھی اور سنے اس لئے خوشامد

اور تعریف کر کے اسے خوش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اوہانو کامی نے کہا: "عورت اور کاریگر کے کام کی حیثیت ایک ہے۔ بڑھئی جو چاہتا ہے بنالیتا ہے لیکن اس کی بنائی ہوئی چیزیں وقتی کھلونے کی حیثیت رکھتی ہے جس پر کسی وقت نظر ڈال لی جائے، اس میں کوئی خالص تصور یا قانون نہیں ہوتا۔ وقت بدل جانے پر بڑھئی اپنے طرز میں تبدیلی کر سکتا ہے اور زمانہ کی پسند کے مطابق نئی چیزیں بنا سکتا ہے۔ لیکن ایک اور قسم کا فن کار ہوتا ہے جو اپنے کام میں سنجیدگی اور لگن سے لگتا ہے وہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ ان چیزوں میں جو واقعی انسانوں کے استعمال میں آتی ہیں زیادہ سے زیادہ خوبصورتی پیدا کرے اور انھیں ایسی شکل دے جو روایات کے مطابق ہو۔ حقیقی چیزوں کے اس کاریگر پر ایک لمحہ کے لیے بھی محض بیکار قسم کے کھلونے بنانے والے کاریگر کا دھوکا نہیں ہونا چاہیے۔

"مصوری کے کارخانہ میں بھی وہ ہوشیار فن کار منتخب کر کے رکھے جاتے ہیں جو رنگوں سے تصویریں بنانے میں مہارت رکھتے ہیں۔ واقعی وہ ایسے باکمال ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا مشکل ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک ایسے موضوع پر کام کرتا ہے جس کا مقصد لوگوں کو متاثر اور متعجب کرنا ہوتا ہے۔ ایک کوہ ہورائی کی تصویر بنا رہا ہے، دوسرا ایک دریائی راکشش کی جو طوفان پر سوار چلا آرہا ہے، تیسرا سمندر پار کے ملکوں کے خوفناک جانوروں یا خیالی دیووں کے چہرے۔ یہ لوگ اپنے تخیل کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں، انھیں حسن کاری کا کوئی خیال نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کا لحاظ رکھتے ہیں کہ دیکھنے والے کس قدر متحیر ہوتے ہیں۔ ان کی تصویروں میں اصلیت نہیں ہوتی ہاں وہ قرین قیاس ہو سکتی ہیں لیکن معمولی پہاڑوں، مکانوں اور دریاؤں کی تصویریں جو اصلیت پر مبنی ہیں اور جو عام طور پر سے کہیں بھی نظر آ سکتے ہیں، اس طرح بنانا کہ ان کا حقیقی حسن اور ہیئت

کا تناسب نمایاں ہو جائے، خاموشی سے ایسے مناظر کی مصوری کرنا یا مانوسس جھاڑیوں کی قطار کے پیچھے کا منظر پیش کرنا جو ہنگاموں سے دور کسی موڑ میں چھپا ہوا ہے یا کسی غیر اہم پہاڑی پر موٹے موٹے درختوں کی تصویر بنانا اور پھر یہ سب کچھ بناوٹ اور تناسب وغیرہ کی مناسب احتیاط سے کرنا، اعلیٰ ترین ماہروں سے بھی انتہائی کمال کا مطالبہ کرتا ہے اور معمولی کاریگر تو قدم قدم پر غلطیاں کرتا ہے یہی حال خطاطی کا ہے۔ ہمیں کچھ ایسے لکھنے والے ملتے ہیں جو بے فائدہ خط شکست کی لکیروں کو ادھر ادھر بڑھا دیتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ ان کے قوس اور دائرے غیر معمولی کمال کا نتیجہ سمجھے جائیں گے لیکن اصل خطاطی ہر حرف میں اپنا تناسب اور پیکری حسن برقرار رکھتی ہے اگر پہلی نظر میں بعض حروف مکمل نہیں معلوم ہوتے لیکن جب ہم ان کا دوسرے خطاطوں کی وصلیوں سے مقابلہ کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ ان میں کوئی نقص نہیں ہے۔ "یہی تمام چھوٹے چھوٹے معاملات میں ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں انسانی قلب کے پرکھنے میں بناوٹی ناز و انداز اور خوش ادا بننے کی ان ترکیبوں سے بہت زیادہ ہوشیار رہنا چاہئے جو محض نگاہوں کو خوش کرنے کے لئے کی گئی ہیں۔ اس کا تجربہ مجھے ابھی کچھ ہی دن پہلے ہوا اور اگر تم صبر سے سن سکو تو میں تمہیں اس کی کہانی سناؤں!"

یہ کہہ کر وہ اُن کے اور قریب کھسک آیا اور گینجی بھی جاگ اٹھا۔ تو نو چوجو بہت گرم جوش ہو کر ہتھیلیوں پر اپنے گال ٹکائے ہوئے بیٹھا تھا۔ اس رات اوما نوکامی کی ساری تقریر دنیوی امور کے متعلق کسی پادری والے وعظ سے مشابہ تھی جس میں کچھ بھی نہ تھا۔ لیکن ایسے موقعوں پر ہم بڑی آسانی سے بغیر کسی روک ٹوک کے اپنے خیالوں اور خفیہ رازوں پر بحث کرنے لگتے ہیں۔

اوما نوکامی نے کہنا شروع کیا: "یہ واقعہ اس وقت ہوا جب میں نوجوان تھا اور میری آنکھیں آج سے بھی زیادہ گری ہوئی حالت میں تھا۔ مجھے اس زمانے میں ایک

لڑکی سے عشق تھا وہ (اُس محنتی اور وفادار بیوی کی طرح جس کا میں نے ابھی تذکرہ کیا تھا) کچھ بہت خوبصورت نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی جوانی کے جوش میں اس وقت وہ مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی تھی لیکن وہ میرے جیسے خوبیوں سے بھرے ہوئے نوجوان کی بیوی بننے کے لائق نہیں تھی۔ جب میری طبیعت گری ہوئی ہوتی تھی اس وقت وہ ایک اچھی رفیق ثابت ہوتی تھی لیکن اس کے مزاج میں حسد بہت زیادہ تھا۔ اگر اس میں یہ حاسدانہ اور سخت گیر کیفیت کم ہوتی تو میں اس کی کسی قدر کم محبت پر بھی قانع رہ سکتا تھا۔

"میں اس کے ہمہ وقتی شک وشبہ سے عاجز ہو کر اس طرح کی باتیں سوچا کرتا تھا لیکن مجھے اس بات کا خیال بھی آتا تھا کہ میں کسی حیثیت کا مالک نہیں ہوں پھر بھی وہ مجھ سے ایسی بے پناہ محبت کرتی ہے۔ اس لئے میں ملامت نفس کے جذبے کے ساتھ اپنے دل کو اس بات کا یقین دلاتا تھا کہ کچھ دن صبر کر لوں تو ایک دن یقیناً وہ اپنی حاسدانہ روش پر قابو حاصل کرنا سیکھ جائے گی۔

"یہ اس کی عادت تھی کہ وہ میری چھوٹی سی چھوٹی ضرورتوں کو اسی وقت پورا کر دیتی تھی جب مجھے ان کی خبر بھی نہ ہوتی تھی جن باتوں کی وہ اپنے اندر کمی محسوس کرتی انھیں پورا کرنے کی کوشش کرتی تھی اور جہاں وہ یہ سمجھتی تھی کہ اس کی کوئی ذہنی صلاحیت میری توقع سے کم ہے وہاں اس بات کی پوری کوشش کرتی تھی کہ اس کا اظہار کسی ایسے موقع پر نہ ہو جس سے مجھے تکلیف ہوگی، یوں کسی نہ کسی طرح معاملات کو بہتر بنانے کی تدبیر کیا کرتی تھی اور اسے امید تھی کہ اگر چھوٹے سے چھوٹے کام بھی میری خواہش کے مطابق ہوں تو یہ بات اس کے لئے قابل تعریف ہوگی اور اس میں جو کمی ہے اس کی تلافی کرے گی۔ اُس کا خیال تھا کہ چونکہ وہ ضرورت سے زیادہ نیک اور منکسر مزاج ہے اس لئے میں ضرور اس سے ناراض ہوں گا۔ ایسے موقعوں

پر وہ کبھی کبھی اجنبیوں کی نگاہ سے پوشیدہ بھی ہو جاتی کہ کہیں اس کی شکل صورت کے متعلق ان لوگوں کی بری رائے مجھے شرمندہ نہ کر دے۔

"میں جوں جوں اس کی معمولی شکل صورت کا عادی ہوتا جاتا تھا اس کے کردار سے بھی مطمئن ہو گیا تھا، بس اس کی حاسدانہ طبیعت مجھے پسند نہ تھی جس میں اس نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد میں نے یہ سوچنا شروع کیا کہ چونکہ یہ ہر وقت مجھے خوش کرنے ہی کی فکر میں رہتی ہے اور بزدل بھی ہے اس لئے اسے یقیناً کبھی اس طرح خوفزدہ کرنا چاہیئے کہ اُسے یاد رکھے اور کچھ ہی دنوں کے لئے سہی، اس کے نفرت انگیز طور طریقوں سے نجات مل جائے۔ اگرچہ میں سمجھتا تھا کہ یہ کھیل بہت ہی مہنگا پڑے گا لیکن میں نے طے کر لیا کہ اس پر یہ ظاہر کروں گا کہ اس سے الگ ہو جانا چاہتا ہوں۔ یہ خیال تھا کہ یہی بات اس کے لئے سب سے زیادہ سبق آموز ہو گا کیونکہ وہ مجھے بہت زیادہ چاہتی تھی۔ یہ طے کر کے میں نے اس سے رکھائی برتنا شروع کر دی اور اس پر جیسا اس کی عادت تھی، وہی حسد کا دورہ پڑا اور میرے ساتھ ایسا احمقانہ برتاؤ کرنے لگی کہ آخر کار میں نے ایک دن اس سے کہہ دیا کہ 'اگر تم ہمیشہ کے لئے اس شخص سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہو جو تمہیں اس قدر پیار کرتا ہے تو تم اپنی ہر وقت کی بے سبب ترش روئی کا مظاہرہ کر کے بالکل ٹھیک راستے پر جا رہی ہو لیکن اگر تم کو میرے ساتھ ہی قیام کرنا ہے تو میرے ہر برتاؤ میں جو تمہیں ناگوار ہوتا ہے کسی گہری سازش کا شک کرنا چھوڑ دو۔ تم اس پر عمل کرو تو دیکھو گی میں تمہیں پہلے ہی کی طرح دل سے پیار کرتا ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ زمانہ گذرنے کے بعد میں دنیا میں کچھ ترقی کر جاؤں اور اس وقت . . . !

"میں سمجھتا تھا کہ میں نے معاملات کو بڑی خوبی سے پیش کیا ہے حالانکہ

ممکن ہے، عارضی جوش میں میرا لہجہ کسی قدر سخت ہو گیا ہو۔ ایک ذرا سا مسکرا کر اس نے جواب دیا کہ "اگر میری ناکامیوں اور خامیوں کے کچھ ہی دنوں تک برداشت کرنے کا معاملہ ہوتا تو مجھے اس سے کوئی تکلیف نہ ہوتی بلکہ بڑی خوشی سے اس وقت کا انتظار کرتی جب آپ ایک ذی اثر شخص بن جائیں گے لیکن سال بہ سال آپ کی بے توجہی کو برداشت کرتے جانا اور اس کا انتظار کرنا کہ آخر میں آپ مجھ سے لطف سے پیش آئیں گے، بہت مشکل کام ہے اس لئے میں آپ سے اس بات میں اتفاق کرتی ہوں کہ ہمارے اپنی اپنی راہوں پر الگ چلنے کا وقت آ گیا ہے"۔ اس کے بعد ایک وحشیانہ اور بے اختیار حاسدانہ جذبے کے ماتحت اس نے مجھ پر نہایت تلخ اور ناخوشگوار لعنت ملامت کی بوچھار کر دی اور ایک وحشیانہ نسوانی غصہ میں اُس نے میری انگلی پکڑ کر اُس میں زور سے دانت کاٹ لیا۔ یہ اچانک تکلیف ناقابل برداشت تھی لیکن میں نے اپنے اوپر قابو رکھتے ہوئے دردانگیز انداز میں اس سے کہا: "اب جو تم نے میری انگلی میں یہ زخم ڈال دیا ہے کسی شریف مجمع میں مجھے اور زیادہ شرمندگی ہو گی، رہا ترقی کا سوال تو ہو گا یہ کہ میں معمولی سے معمولی سرکاری عہدے کے لئے بھی نااہل سمجھا جاؤں گا اور چونکہ کسی حیثیت سے بھی معزز بننے کے لائق نہیں رہا اس لئے دنیا سے کنارہ کش ہو کر خاموش بیٹھ رہوں گا خیر اب یہ تو طے ہے کہ ہماری تمہاری ملاقات آئندہ کبھی نہیں ہو گی"۔ یہ کہہ کر میں نے اپنی کٹی ہوئی انگلی ایک طرف جھکائی اور وہاں سے چلتے ہوئے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ جب میں یہ گننے کے لئے اپنا ہاتھ جھکاتا ہوں کہ ہم کتنی مرتبہ ملے تو صرف میری ایک یہی انگلی نہیں ہے جو میرے درد کی گواہی دیتی ہے اور یکایک وہ بے اختیار رونے لگی اور بولی: "اگر اب بھی آپ اپنے دل کے درد گنتے ہیں تو بہتر ہے کہ ہم اپنے ہاتھ آخری سلام رخصت کے لئے اٹھائیں"۔ چند لفظ اور کہہ کر میں

نے چھوڑ کر چل دیا، اس وقت مجھے یہ ایک لمحہ کے لئے بھی یقین نہیں تھا کہ سب کچھ ختم ہو گیا۔

"شب و روز گذرتے گئے اور مجھے اس کی کوئی خبر نہ ملی، مجھے بے قراری سی ہونے لگی۔ ایک رات کو جب میں تقریب موسیقی کی مشق میں شرکت کے لئے محل گیا ہوا تھا، زبردست برف باری ہو رہی تھی اور میں وہاں کھڑا ہوا تھا جہاں لوگ محل سے نکل کر منتشر ہو گئے تھے۔ میں تذبذب کے عالم میں یہ سوچ رہا تھا کہ کدھر جاؤں کیونکہ کسی سمت میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جسے میں باقاعدہ اپنا گھر کہہ سکوں۔ میں چاہتا تو محل کے قریب ہی کوئی کمرہ لے سکتا تھا لیکن میں اس بے روح عظمت کے خیال سے کانپ اٹھتا تھا جو ایسی حالت میں میرے چاروں طرف محیط ہوگی۔ یکایک مجھے خیال آیا کہ وہ کیا سوچ رہی ہوگی اور کیسی ہوگی، میں نے اپنے کندھوں سے برف جھاڑی اور اس کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔ مجھے اس کا اعتراف ہے کہ اس وقت مجھے الجھن سی تھی، لیکن میرا خیال تھا کہ اتنی مدت گذر جانے کے بعد اس کا غصہ ضرور کچھ کم ہو گیا ہوگا۔ اس کے کمرے میں دھیما دھیما ایک لیمپ جل رہا تھا جس کا رخ دیوار کی جانب تھا، کچھ زرہ جامے ایک گدے دار کوچ پر لٹک رہے تھے، مسہری کے پردے کھنچے ہوئے تھے اور مجھے کچھ ایسا یقین ہونے لگا جیسے کسی نہ کسی وجہ سے وہ میری منتظر ہے۔ میں ایک ایسے خوش قسمت موقع پر پہنچنے کے خیال سے خوش ہی ہو رہا تھا کہ اس کی کنیز کی آواز سنائی دی: "وہ گھر پر موجود نہیں ہیں۔" دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اسی رات کو چند نوکروں کو چھوڑ کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی ہے۔ اب تک اس نے کوئی شعر یا کوئی مصالحتی پیغام نہیں بھیجا تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اس کا دل اور سخت ہو گیا ہے۔ اس خیال نے مجھے بے چین کر دیا۔

اُب مجھے اس بات کا شبہ ہونے لگا کہ اس کا قابل نفرت شک اور حسد مجھے اپنی طرف سے بدظن کرنے کا ایک فریب تھا اور گو مجھے اس کا کوئی اور ثبوت یاد نہ آیا لیکن میری مایوسی بڑھ گئی۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ اگرچہ ہم ایک دوسرے سے نہیں ملتے تاہم میں اُسے یاد کرتا اور اس کے لئے فکرمند رہتا ہوں، ایک دن میں نے اس کے لباس کے لئے ایک بہت ہی نئے اور انوکھے رنگ کا کپڑا اور ایک اور چیز خریدی جس کے متعلق میرا اندازہ تھا کہ وہ اسے دیکھ کر خوش ہوگی، میرے دل نے کہا، بہرحال وہ مجھے اپنے دماغ سے بالکل ہی تو نہیں نکال سکتی! جب میں نے اس سے خریداری کا ذکر کیا تو اس نے مجھے کچھ برا بھلا نہیں کہا اور نہ مجھ سے چھپنے کی کوشش کی۔ اس نے میرے تمام سوالوں کا جواب آہستگی اور استقلال سے اس طرح دیا کہ گویا اسے کسی قسم کی شرمندگی نہیں ہے۔

"آخرکار اس نے مجھ سے کہا کہ اگر میں پہلے ہی کی طرح رہا تو وہ مجھے ہرگز معاف نہیں کرے گی لیکن اگر میں نے خاموشی سے رہنے کا وعدہ کیا تو وہ پھر میرے ساتھ رہنے پر رضامند ہو جائے گی، یہ دیکھ کر کہ اُسے اب بھی میرا خیال ہے میں نے سوچا کہ اسے کچھ اور سبق دینا چاہئے۔ اس لئے میں نے کہا کہ میں کوئی شرط قبول نہیں کر سکتا اور جس طرح چاہوں گا آزادی سے رہوں گا، اس طرح ہمارے درمیان رسہ کشی جاری رہی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری ان باتوں نے اُسے اس سے زیادہ دکھ پہنچایا جتنا میں سمجھتا تھا، کیونکہ تھوڑے ہی دنوں میں اس کی صحت تباہ ہو گئی اور وہ مجھے اپنے اس بے تکے مذاق پر حیرت زدہ چھوڑ کر انتقال کر گئی۔ اب مجھے محسوس ہوا کہ چاہے اس میں کتنی ہی خامیاں رہی ہوں مجھ سے اس کی محبت ہی اسے ایک معقول بیوی بنائے رکھنے کے لئے کافی تھی، مجھے یاد آنے لگا کہ کس طرح معمولی معمولی باتوں میں اور اہم مسائل پر غور کرنے میں وہ کبھی پیچھے نہیں رہی، کمخواب کے رنگنے میں تو وہ تانا بانا ہوتی

کا مقابلہ کرتی تھی جو خزاں کی پتیوں میں رنگ پیدا کرتی ہے اور کشیدہ کاری وغیرہ میں وہ کسی طرح آسمانی کشیدہ کار زیوی تاناباتا سے کم ہنرمند نہیں تھی۔" یہاں وہ رکا اور مرحوم بیوی کی بہت سی خوبیوں اور کمالوں کو یاد کرکے رنجیدہ ہوگیا۔

"تو نوچو چو نے کہا کہ "آسمان کی کشیدہ کار زیوی اور چرنا سے میں ازلی عشق ہے۔ اگر وہ (اودانو کامی کی بیوی) اس میں آسمانی خیاط سے مشابہ ہوتی تو سوئی کے کام میں تم اس کی تھوڑی بہت خامی کی بھی پرواہ نہ کرتے۔ مجھے حیرت ہے کہ ایسی ہستی کو ذہن میں رکھنے کے باوجود تم کہتے ہو کہ دنیا بالکل سنسان ہے!"

"اودانو کامی نے جواب دیا: "سنو! اس زمانے میں ایک عورت تھی میں جس کے یہاں جایا کرتا تھا۔ وہ پہلی سے زیادہ اعلیٰ نسب کی تھی۔ شاعری، خطاطی اور ستار نوازی میں اس کو کمال، کام کرنے اور بولنے میں اس کی صلاحیت، یہ سب ایسی باتیں ہیں جو ظاہر کرتی تھیں کہ وہ معمولی قسم کی عورت نہیں ہے اور جتنے لوگ اسے جانتے تھے اس کو تسلیم کرتے تھے، سونے پر سہاگہ یہ تھا کہ وہ بدصورت نہیں تھی اور کبھی کبھی جب میں اپنی ناپسندیدہ ظالم بیوی سے بچنے کے لئے سکون چاہتا تھا تو چپکے سے اسی کے یہاں چلا جایا کرتا تھا۔ بعد میں مجھے اندازہ ہوا کہ میں بری طرح اس کے عشق میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ جب میری بیوی مرگئی تو میں بہت رنجیدہ تھا لیکن اس حسرت و غم میں گھلنے سے کوئی فائدہ نہ تھا اور میں اس عورت کے یہاں اکثر جانے لگا۔ بعد کو میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ وہ چھچھوری طبیعت کی ہے اور مجھے بالکل اعتماد نہ تھا کہ وہ میری پیٹھ پیچھے ایسی حرکتیں نہ کرتی ہوگی جو مجھے پسند آئیں۔ اب میں لمبے وقفوں کے بعد اس کے یہاں جانے لگا اور آخر میں مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اس کا کوئی اور عاشق ہے۔

"بے خدا مہینہ تھا[1] اور بڑی حسین چاندنی رات تھی جب یہ واقعہ ہوا۔ میں محل

---

[1] قدیم جاپانی سال کا دسواں مہینہ بے خدا مہینہ کہا جاتا تھا۔

سے نکلا تو مجھے باہر ایک نوجوان درباری ملا۔ جب میں نے اس سے کہا میں رات بسر کرنے ژبیے گون جا رہا ہوں تو اس نے کہا وہ بھی اُدھر ہی جا رہا ہے۔ اور ہم ساتھ ہو لئے۔ سڑک میری محبوبہ کے مکان کے سامنے سے گذرتی تھی وہ نوجوان اس مکان کے سامنے یہ کہہ کر اُتر پڑا کہ میں نے یہاں ایک شخص سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور اگر وعدہ پورا نہ کرتا تو مجھے بہت رنج ہوتا مکان کی دیوار گر پڑی تھی اور اس کے رخنہ سے جھیل کا تاریک پانی نظر آ رہا تھا۔ ایسی خوبصورت جگہ سے گذر جانا آسان نہیں تھا کیونکہ چاند کی کرنیں بھی یہاں لطف سے سیر کرتی معلوم ہوتی تھیں۔ جب وہ گاڑی سے اترا تو میں بھی اُتر گیا۔

"فوراً ہی وہ آدمی (جسے میں اب اُس کے اسی عاشق کی حیثیت سے جانتا ہوں جس کا میں نے پہلے اندازہ لگایا تھا) آگے بڑھا اور برآمدے میں بانس کی چہار دیواری پر بیٹھ کر چاند کی طرف دیکھنے لگا، گل داؤدی پوری بہار پر تھے، ان کی گری ہوئی چمکدار پتیاں ہوا میں اِدھر اُدھر اڑ رہی تھیں، واقعی نگاہوں کو متحیر کر دینے والا حسین منظر تھا یکایک اس نے اپنے لباس کی ایک تہہ سے بانسری نکالی اور بجانے لگا۔ پھر بانسری کو ایک طرف رکھ کر اس نے گنگنانا شروع کیا: "سایہ کیا ٹھنڈا ہے[1]،" ذرا دیر بعد کہیں اندر سے دیسی بربط کی دلنواز صدا آنے لگی جو اس کی لے سر پیر کی گنگناہٹ سے بڑی خوبی سے ہم آہنگ ہو گئی۔ اس کے اس بربط کی دھن موسم خزاں سے مناسبت رکھتی تھی اور وہ اُسے ایسے لطف اور جذبے کے ساتھ بجا رہی تھی کہ گو اس کی آواز مکان کے بند دروازوں کے اندر سے آ رہی تھی لیکن بہت نئی اور جذبات انگیز معلوم ہوتی تھی۔

---

[1] "آئیسو کا کنواں" نامی نظم کا مصرعہ جس میں ہے "سایہ کیا ٹھنڈا ہے، متحرک ہوا پانی سرد ہے اور ہمارے تھکے ہوئے گھوڑوں کے چراگاہ اچھی ہے۔ آئیسو کے کنویں پر ہمیں ٹھہر جانا چاہیے۔"

اور چاندنی رات کی نرم لطافت سے مطابقت رکھتی تھی۔ نوجوان کا دل بے قرار ہوا تھا اور جب وہ اٹھ کر ٹھیک اس کی کھڑکی کے نیچے جانے لگا تو مڑ کر بڑے مطمئن انداز میں بولا کہ گری ہوئی پتیوں میں کوئی دوسرا نقش قدم نہیں ہے، پھر ایک گلِ داؤدی توڑ کر اس نے گانا شروع کیا:

'بڑی حیرت کی بات ہے کہ تمہارے بربط کی موسیقی نے، ان بے مثال پھولوں نے اور رات کے حسن نے کسی دوسرے پر ایسا جادو نہیں کیا ہے کہ:

تمہارے دروازے پر پھیرے لگنے ؛

اور پھر اپنے ٹوٹے پھوٹے اشعار کے لئے اس سے معافی مانگ کر اس سے التجا کی کہ ایک دفعہ پھر اپنے بربط کے تار چھیڑے کیونکہ ایک مشتاق کان اب بھی اس کے سننے کے لئے بے قرار ہیں۔ جب اس کی تعریف میں اور بہت کچھ کہہ چکا تو محبوبہ نے ایک مصنوعی انداز سے اس شعر میں اس کا جواب دیا:

"کاش میں کوئی ایسا گیت گا سکتی جو اس بانسری کو روک لیتی جس کی
آواز خزاں کی پتیوں کی دھیمی سرسراہٹ میں مل جاتی ہے"

"یہ ناز و انداز دکھانے کے بعد اس نے بے تکلف اپنا تیرہ تاروں والا بربط اٹھا لیا اور بان جیسکی[1] دھن چھیڑ کر تاروں کو اس والہانہ جوش سے جھنجھنایا جس کا آج کل رواج ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ کمال فن کا مظاہرہ تھا لیکن مجھے یہ کہنے میں تامل ہے کہ مجھ پر اس کا کوئی خوشگوار اثر پڑا۔

"کوئی شخص چاہے تو کبھی کبھی دربار کی کسی خاتون سے جی بہلا لیا کرے۔ وہ

---

[1] یہ دھن چودھویں صدی کے جینی عشقیہ ڈراموں میں عام تھی۔ وہ بہت ہی پر شور اور جذبات انگیز سمجھی جاتی تھی۔

جب تک اس کے ساتھ رہے اس سے لطف حاصل کرلے اور اس فکر میں نہ الجھے کہ جب وہ نہیں ہوتا تو پس پردہ کیا ہوتا رہتا ہے۔ اس خاتون سے بھی میں کبھی کبھی ملا کرتا تھا لیکن اس کا انداز کچھ ایسا تھا کہ میں تنہا اپنے ہی کو اس کے خیالوں کا مرکز سمجھنے لگا تھا۔ اس رات کے منظر نے میرے اعتماد کے پرزے اڑا دیئے اور پھر میں اس سے کبھی نہیں ملا۔

"ان دو تجربوں نے جن سے، ابتدائے شباب ہی میں دوچار ہونا میری قسمت میں لکھا تھا، شروع ہی میں مجھے عورت کی طرف سے مایوس کر دیا اور اس وقت سے ان کے متعلق میری رائے خراب ہی ہوتی چلی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمہاری عمر میں یہ عورتیں، یہ شبنم کے قطرے جو چھوتے ہی پتیوں سے ڈھلک جاتے ہیں، اور یہ چمکتے ہوئے اولے جو مٹھی میں لیتے ہی پگھل جاتے ہیں، تمہارے لئے بہت جاذب توجہ ہیں لیکن جب تمہاری عمر کچھ اور زیادہ ہو گی تو اسی طرح سوچو گے جس طرح میں سوچتا ہوں۔ کم سے کم اس معاملہ میں میری یہ نصیحت سن لو کہ دل پسند ناز وادا اور شیریں پُرکشش انداز سے ہمیشہ خبردار رہو! کیونکہ اگر تم ایسے جلد باز ہو کہ انھیں بہکانے کا موقع دیتے ہو تو تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں تم سے زیادہ کوئی احمق نہیں ہے!"

تو نو چوجہ نے حسب معمول پسندیدگی سے سر ہلایا اور گنجی جس طرح مسکرایا اس سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ اوماتو کامی کی نصیحت کو قبول کرتا ہے۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا: "تمہارے دونوں قصے واقعی بڑے افسردہ کرنے والے ہیں۔" تو نو چوجہ نے درمیان سے بات کاٹی اور کہا: "میں ایک اپنا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک عورت تھی جس کی ملاقات کو میں پوشیدہ رکھنے پر مجبور تھا، لیکن اس کا حسن میری زحمتوں کی تلافی کرتا تھا۔ اگرچہ میرا یہ ارادہ نہیں تھا کہ میں اس سے شادی کروں گا

لیکن مجھے اس سے اتنی محبت ہو گئی تھی کہ اُسے اپنے ذہن سے بھی نہیں نکال سکتا تھا کیونکہ وہ مجھ پر مکمل اعتماد رکھتی تھی۔ اس کو اتنا بھروسہ تھا کہ جب کبھی میں مجبوراً اس سے ایسا برتاؤ کرتا تھا جس سے وہ ناراض ہو اس وقت بھی وہ اس طرح رہتی تھی گویا کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ اور جب میں ہفتوں اس کی جانب سے بے پروا رہتا اس وقت بھی وہ اس طرح ملتی تھی گویا میں اس سے روزانہ ملتا رہا ہوں۔ آخر میں مجھے اس کے اس رویّہ سے کہ میں جب اور جہاں بھی ملوں وہ میرے لئے بچھ جاتی تھی؛ بہت تکلیف ہونے لگتی اور میں نے سوچا کہ آئندہ میں اس کے اس عجیب و غریب اعتماد کی پوری قدر کروں گا۔ اس کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا، شاید اس وجہ سے وہ مجھے دنیا میں اپنا سب کچھ سمجھتی تھی اور مجھ سے اس عاجزانہ محبت کا برتاؤ کرتی تھی حالانکہ مجھ سے کبھی کبھی اُسے تکلیف بھی پہونچ جاتی تھی۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ میرا فیصلہ بہت دنوں قائم نہ رہا اور میں نے پہلے سے زیادہ اس کی جانب سے بے پروائی برتنا شروع کر دیا، اس درمیان میں (جو مجھے بعد میں معلوم ہوا) کسی شخص نے ہمارے تعلقات کا پتہ لگا لیا اور اُس کے پاس ایسے چھپے ہوئے پیغام بھیجے کہ وہ بے انتہا خوفزدہ اور پریشان ہو گئی۔ اگرچہ مجھے اکثر اس کا خیال آتا تھا لیکن بہت دنوں سے نہ تو میں اس کے پاس گیا تھا اور نہ اُسے خط لکھا تھا، مجھے اس کی خبر نہ تھی کہ وہ کس مصیبت میں ہے۔ ٹھیک اسی زمانے میں جب وہ بے انتہا مایوس تھی اس کے یہاں بچہ پیدا ہوا اور آخر کار اس نے اپنی اس پریشانی میں اس پھول کی ایک کلی توڑی جسے 'اپنے دل کا بچہ' کہتے ہیں اور مجھے بھیج دیا۔"

اتنا کہنے کے بعد تو چو جو کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

گنجی نے کہا: "خوب! تو پھر اس نے کلی کے ساتھ کوئی پیام بھی بھیجا؟"

"تو چو جو نے جواب دیا: "ہاں بھیجا تو لیکن کوئی غیر معمولی پیام نہیں، یہی

لکھا تھا کہ گو پہاڑی پر رہنے والے کسان کی کیاری اجڑی ہوئی ہے لیکن کبھی تو مہربانی سے وہاں جھانک کر اس "گلِ طفل" کو دیکھ لینے کی زحمت کرو جو وہاں بڑی لطافت سے کِھل رہا ہے! یہ پیام پاکر میں وہاں پہونچا۔ اس نے مجھے برا بھلا نہیں کہا لیکن بہت رنجیدہ معلوم ہوتی تھی۔ جب میں نے اس گھر کی اداسی اور ویرانی پر غور کیا جو گھاس میں روں روں کرتے ہوئے جھینگروں کی آواز سے کچھ کم تکلیف دہ نہیں تھی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ وہ کسی قدیم داستان کی مصیبت زدہ شہزادی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ بچہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ماں کی وجہ سے آیا ہوں میں نے جواب میں ایک نظم پڑھی جس میں میں نے "گلِ طفل" کو اس کے دوسرے نام "گلِ بستر" سے یاد کیا تھا۔ اس نے بھی نظم ہی میں جواب دیا جس میں اس ظالم طوفان کی طرف ایک غم ناک اشارہ تھا جو اس "گلِ بستر" کی پیدائش کے وقت اٹھا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ بول رہی تھی اور مجھ سے یکدم خفا نہیں معلوم ہوتی تھی۔ جب اس کی آنکھوں سے چند قطرے آنسو ٹپکے تو اس نے انھیں چھپانے کی بڑی کوشش کی، وہ اس بات سے بہت پریشان معلوم ہوتی تھی کہ کہیں میں اس کی اس حالت کو اس کے غم کے بجائے اپنے سلوک پر غصہ کا اظہار نہ سمجھ لوں۔ اس لئے میں اس وقت کسی قدر اطمینان لے کر اس کے پاس سے واپس ہوا اور کچھ دنوں کے بعد ہی دوبارہ جا سکا۔ اب جو میں گیا تو وہ بالکل ہی غائب تھی۔ اگر زندہ ہوگی تو یقیناً آوارہ گردوں کی درد ناک زندگی بسر کر رہی ہوگی۔ چونکہ میں اس سے محبت کرتا تھا، اگر اس نے میرے خلاف غصہ اور نفرت کا اظہار کیا ہوتا تو اُسے یوں آوارہ اور بے خانماں نہ ہونا پڑتا کیونکہ ایسی حالت میں میں اتنے دنوں تک اس سے بے خبر رہنے کی جرأت ہی نہ کرتا بلکہ ممکن تھا کہ میں ہمیشہ کے لئے اُسے اپنا بنا لیتا۔ بچّہ بھی بڑا خوبصورت تھا اور میں اس کی تلاش میں بڑا وقت صرف کر چکا ہوں لیکن اب تک کوئی کامیابی نہیں

ہوئی ہے۔

"مجھے اندیشہ ہے کہ میری کہانی بھی اتنی ہی غمناک ہے جتنی ادمانو کامی کی بے وفا ہوتے ہوئے بھی میں سمجھتا تھا کہ میں گھاٹے میں نہیں ہوں ورنہ جو محبت کرتی تھی کسی طرح بھی اُن سے بہتر حالت میں نہ تھی جن کی محبت کا جواب نہیں دیا جاتا۔ اب میں یقیناً اُسے بھولتا جا رہا ہوں لیکن غالباً وہ مجھے اب بھی یاد کرتی ہوگی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اُس پر ایسی راتیں بھی گذرتی ہوں گی۔ کہ جب وہ خیالات جنھیں وہ خوشی سے اپنے ذہن سے نکال دینا چاہتی ہوگی اُس کے سینے میں آگ لگا دیتے ہوں گے۔ مجھے وہم ہوتا ہے کہ اس کی زندگی بہت ہی غیر محفوظ اور غیر مطمئن ہوگی۔"

ادمانو کامی نے کہا: "میرے دوست تمام باتوں پر نظر رکھ کر یہی کہنا پڑتا ہے کہ اگرچہ میں اُس کے لئے رنجیدہ ہوں کہ وہ چلی گئی، جب وہ موجود تھی تو میرے لئے طاعون سے کم نہیں تھی۔ ہمیں اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے کہ آخر کار ہماری یہی خواہش ہوگی کہ ایسی عورت سے نجات حاصل ہو جائے۔ بربط بجانے والی میں بڑی خوبی تھی لیکن بہت بے چھچھوری تھی اور تو نوچو جو! تمہاری شرمیلی محبوبہ کا کردار مجھے کچھ مشکوک سا نظر آتا ہے۔ دنیا کی بناوٹ ہی کچھ ایسی معلوم ہوتی ہے کہ ہم آخر میں ہمیشہ کسی معقول انتخاب سے معذور رہیں گے۔ ساری چھان بین، تلاش اور تقابل کے باوجود ہم کبھی اس میں کامیاب نہیں ہوں گے کہ کوئی ایسی عورت مل جائے جو ہر حیثیت سے قابل پرستش اور بے عیب ہو۔"

تو نوچو جو نے کہا: "اس سلسلہ میں تو میں صرف کچی جو دیوی[1] کا نام لے سکتا

---

[1] حسن کی دیوی۔

ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ ایسی مقدس اور ذی حشم خاتون سے رسم محبت بڑھانا عملاً ناممکن ہوگا۔" اس پر سب ہنس پڑے اور تو نوچو جو نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا "اب شی کی بو کی باری ہے، وہ یقیناً کوئی دلچسپ کہانی سنائے گا۔ چلو، شی کی بو، اب تم شروع کرو!"

شی کی بو نے کہا: "میرے جیسے معمولی انسان کے ساتھ کون سا دلچسپ واقعہ پیش آسکتا ہے!" جب تو نوچو جو نے اسے پھٹکارا کہ خواہ مخواہ ہم لوگوں کو انتظار میں رکھے ہوئے ہو تو اس نے یہ سوچ کر کہ کون سا واقعہ اس محفل کے لئے موزوں ہوگا، کہنا شروع کیا:

"میں ابھی یونیورسٹی کا طالب علم ہی تھا کہ میری ملاقات ایک ایسی عورت سے ہوئی جو ذہانت کا مجسمہ تھی۔ او مانو کامی کی ایک شرط وہ یقیناً پوری کرتی تھی کیونکہ اس سے عام دنیوی مسائل اور اپنے ذاتی معاملات دونوں پر سود مند انداز میں بحث ہو سکتی تھی۔ اس کا دماغ محض ایسے ہی مسائل سے الجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ اس میں ایسی قابلیت تھی کہ معمولی علماء اس کے سامنے نیچا دیکھتے تھے اور اس کے مقابلہ میں اپنی بات پر قائم نہیں رہتے تھے۔

"میں اس کے باپ سے پڑھتا تھا جو یونیورسٹی میں پروفیسر تھا۔ میں نے سنا تھا کہ اس کی کئی لڑکیاں ہیں اور کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ مجھے ان میں سے ایک سے دو چار لفظ گفتگو کرنے کا موقع ملا اور وہ یہی علم کا مجسمہ تھی جس کا میں نے ذکر کیا۔ باپ نے جب یہ سنا کہ ہم دونوں اکٹھا پائے گئے تو شراب کا پیالہ لئے ہوئے میرے پاس آیا اور اس نظم کی طرف اشارہ کیا جس کا عنوان ہے "دو بیویاں"* بدقسمتی سے میرے دل میں اس لڑکی کے لئے ایسی کوئی کشش پیدا نہیں ہوئی تھی لیکن میں اس سے

---

* پو چوانی کی ایک نظم جس میں ایک بے بس عورت سے شادی کرنے کے فوائد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

بہت شرافت سے ملتا تھا اس لئے وہ مجھ سے ایک محبت آمیز دلچسپی لینے لگی اور اپنی لیاقت سے مجھے ایسے مفصل مشورے دینے میں ذرا سا وقت بھی ضائع نہیں کرتی تھی جن سے میں دنیا میں بہتر حیثیت حاصل کر سکوں، وہ مجھے بڑے عجیب خط بھیجتی تھی جو بہت ہی زور دار کارانشائی انداز میں لکھے ہوتے تھے اور تحریر چینی رسم خط میں ہوتی۔ اس کے جواب میں میں اس سے ملنے پر مجبور ہوتا اور اسے اپنا استاد بنا کر میں نے چینی نظمیں لکھنا سیکھ لیا۔ یہ بہت ہی ذلیل اور سرسری معاملات تھے لیکن میں ان کے لئے اب بھی اس کا شکر گذار ہوں۔ بہر حال وہ اس قسم کی عورت بالکل نہ تھی جسے میں اپنی بیوی بنانا پسند کرتا کیونکہ چاہے ایک بالکل احمق سے شادی کر لینے میں نقصانات ہوں لیکن ایک ادبی ذوق کی عورت سے شادی کرنا اس سے بھی بدتر ہے۔ پھر گنجی اور تمہارے ایسے شہزادوں کو تو اتنے بڑے علمی اور ذہنی خزانے سے امداد کی کوئی ضرورت بھی نہیں پڑ سکتی۔ اُسے ایسا ہی ہونا چاہیئے، جیسے ہماری گذشتہ زندگی کے کرم (عمل) فطری ہمدردی میں ہماری طرف کھینچ کر پہونچا دیں۔ ایسی حالت میں اگر کبھی کبھی اس کی جہالت ہمیں پریشان بھی کر دے تو کیا ہوا! اس بات کے تسلیم کر لینے کے بعد میں نے دیکھا ہے کہ لوگ بہت سی قابلیت کے بغیر بھی زندگی گذار لیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا لیکن گنجی اور دوسرے ساتھیوں نے قصہ کا اختتام سننے کے لئے ایک ساتھ کہا کہ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں تو وہ عورت بہت دلچسپ معلوم ہوتی ہے۔ شی کی بو نے احتجاجاً کہا کہ وہ اب اس قصہ کو آگے نہیں کہنا چاہتا لیکن بہت اصرار کرنے پر اُس نے اپنا منہ مضحکہ خیز بنا کر پھر کہنا شروع کیا: "میں نے بہت دنوں سے اُسے دیکھا نہیں تھا، جب ایک دن اتفاقاً اس کے گھر جانا پڑا تو وہ مجھ سے پہلے کی طرح بے تکلفانہ نہیں ملی بلکہ پردے

کے پیچھے سے باتیں کیں۔ میں نے سادہ لوحی سے خیال کیا، اور جو یہ مجھ سے بھاگ رہی ہے تو اب موقع آگیا ہے کہ میں اس سے بالکل قطع تعلق کر لوں۔ مجھے یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ وہ اتنی احمق نہیں ہے کہ میری ذرا سی بات پر کنارا کشی اختیار کرے گی اُسے تو اس بات پر غرور تھا کہ وہ دنیا کے طور طریقوں سے خوب واقف ہے چنانچہ میری غیر مستقل مزاجی سے اُسے ذرا بھی الجھن نہ ہوئی۔

"ذرا سی جھجھک کے بغیر اس نے مجھ سے کہا کہ اسے چند ہفتے تک نزلہ زکام کی تکلیف رہی تو اس نے اتنی مقدار میں لہسن کھالیا کہ اب اس کے منہ سے بدبو آرہی ہے، اسی وجہ سے وہ میرے قریب نہیں آنا چاہتی۔ لیکن اگر مجھے کسی ضروری مسئلہ پر گفتگو کرنا ہے تو وہ اس کے لئے بالکل تیار ہے کہ پوری توجہ سے گفتگو کرے۔ یہ ساری باتیں اس نے نہایت پاکیزہ ادبی انداز میں کہیں۔ میں اس بات کا کوئی مناسب جواب نہ سوچ سکا اور محض یہ کہہ کر چلنے کو تیار ہوگیا کہ اگر ضرورت ہوگی تو خدمت میں حاضر ہوں گا۔ یہ خیال کرکے کہ یہ ملاقات اور بات چیت کچھ یوں ہی سی رہی اس نے ذرا بلند آواز میں کہا: 'جب میرے منہ کی بدبو ٹھیک ہو جائے تو مہربانی کرکے پھر آنا۔' میں یہ ظاہر نہ کر سکا کہ میں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ بہرحال میرا بالکل یہ ارادہ نہیں تھا کہ اب میں وہاں اور ٹھہروں کیونکہ بدبو اب ناگوار ہوتی جا رہی تھی۔

"کچھ بدمزہ سا منہ بنا کر میں نے یہ چیستاں نما شعر پڑھا: "مکڑی کے آج رات کے عجیب و غریب برتاؤ کے بعد کل پھر بلانا کس قدر حماقت ہے[1]!" اس کے بعد میں نے مڑ کر کہا: "تمہارے پاس کوئی معقول بہانہ نہیں ہے!" اور کمرے کے باہر نکل گیا

---

[1] اس میں ایک قدیم نظم کی طرف اشارہ ہے جس میں کہا گیا ہے "میں جانتی ہوں کہ آج رات کو میرا عاشق آئے گا۔ مکڑی کی حرکتیں اسے ثابت کرتی ہیں"۔ مکڑیوں سے فال لی جاتی تھی ایک لفظ میں ابہام بھی ہے جس کے معنی "دن" اور "لہسن" دونوں ہیں ایک عام آدمی اس کے سمجھنے میں کچھ وقت صرف کریگا۔

لیکن وہ یہ کہتی ہوئی میرے پیچھے چل پڑی کہ: "اگر ہم رات کو مل سکتے ہیں تو پھر مجھ میں اتنی ہمت ہے کہ میں دن میں بھی تم سے کھلم کھلا مل سکوں؛ دوسرے جملے میں اس نے بڑی ہوشیاری سے یہ مفہوم بھی پوشیدہ کر دیا تھا کہ: 'اگر مجھے ذرا بھی خیال ہوتا کہ تم آؤ گے تو میں نے لہسن کھائے ہی نہ ہوتے'!"

یہ سن کر سبھی شہزادے چلّا اٹھے: "کیسی گھناؤنی کہانی ہے!" پھر ہنس کر کہنے لگے: "اس نے یہ کہانی گڑھ لی ہے، ایسی عورت کا وجود ہی ناقابل یقین ہے، یقیناً یہ کوئی چڑیل رہی ہوگی۔ شی کی بو! تم نے تو ہم لوگوں کو دہلا دیا" یہ کہہ کر ان لوگوں نے اس کی طرف غیر پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور کہا: "اب تمہیں اس سے بہتر کوئی کہانی سنانی ہوگی" شی کی بو نے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے بہتر کون سی کہانی ہو سکتی ہے!" یہ کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

اوما نوکامی نے کہا: "مردوں اور عورتوں دونوں میں یہ میلان پایا جاتا ہے کہ جہاں کسی چیز کے متعلق تھوڑی سی معلومات ہوئی نہ وہ اس کی نمائش کرنا چاہتے ہیں تینوں تاریخوں اور پانچوں کلاسکی ادبوں کی مشکلات پر عبور حاصل کر لینے کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان کے لئے محبت اور مروت کی راہ بھی کھل گئی لیکن عورتیں بھی یہ نہیں کر سکتیں کہ اپنے ذاتی اور عام دنیوی معاملات کے بارے میں بالکل علم حاصل ہی نہ کریں۔ اگر ایک عورت باقاعدہ مطالعہ نہ کر سکے تو بہترین طریقہ یہ ہوگا کہ اپنی آنکھ اور کان کھلے رکھے اور کچھ یہاں سے سیکھ لے کچھ وہاں سے۔ پھر اگر اس کے پاس عقل ہے تو وہ دیکھ سکے گی کہ تھوڑے ہی دنوں میں اس کے پاس معلومات کا حیرت خیز ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ اس کو اس پر قناعت کر لینا چاہئے اور اس کے درپے نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ چینی رسم خط میں لکھنا سیکھے کیونکہ یہ چیز اس کے نسوانی انداز تحریر سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اس انداز میں وہ جس کے پاس خط لکھے گی وہ مایوسی کے ساتھ کہہ اٹھے گا: "کاش وہ

مرد بننے کی کوشش ذرا کم ہی کرتی !" ان میں بہت سے حروف جنھیں وہ بول چال کے
تلفظ میں لکھے گی، ہمیشہ چینی کی طرح پڑھے جائیں گے، اس سے اس کی تحریر میں
اس سے زیادہ علمی نمائش ہو جائے گی جتنی کی وہ مستحق ہے۔ ہماری بعض ذی مرتبہ
خواتین میں بھی اس قسم کی بہت سی مل جائیں گی۔ بعض ایسی بھی ملیں گی جنھیں شاعری
کا شوق ہو جاتا ہے اور بعد میں خود شاعری کے بس میں ہو جاتی ہیں۔ جو شاعری کی غلام
ہو جاتی ہیں وہ اپنی اس خواہش کو کسی طرح نہیں روک سکتیں چاہے کتنا ہی اہم کام
ہو اور کتنا ہی نامناسب موقع ہو، اگر ان کے ذہن میں کوئی دلچسپ خیال آگیا ہے تو
وہ بھاگ کر اپنی میز پر پہونچیں گی اور نظم لکھ ڈالیں گی۔ تیوہاروں اور تقریبوں کے
موقع پر ایسی عورت بے حد تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً "جشن گل" کے موقع پر
جب ہر شخص منڈر میں جانے کی تیاری کر رہا ہے وہ "بے مثال جوڑوں"[1] کے بارے
میں پرانے سلسلوں کو جوڑ کر تمام لوگوں کو پریشان کرے گی یا نویں دن جب ہر شخص
کسی مشکل چینی نظم کے متعلق غور کر رہا ہوگا جو مقررہ قافیوں کے مطابق ہوں، وہ گل
داؤدی پر شبنم کے قطروں کا استعارہ پیش کر کے ہمارے ذہنوں کو اس نسبتاً اہم کام کی
طرف سے بھٹکا دے گی۔ دوسرے موقعوں پر ممکن ہے یہی نظمیں ہمیں بہت اچھی معلوم
ہوں لیکن جب ہم ان کی طرف ٹھیک سے متوجہ نہیں ہو سکتے بے موقع سنانے میں بری
معلوم ہوتی ہیں جتنی وہ واقعی ہوتی نہیں۔ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم لوگوں کے
قیافے سے اندازہ لگائیں کہ وہ کس عالم میں ہیں اور موقع محل کا خیال کئے بغیر ان کی
ہمدردی اور وقت کا مطالبہ نہ کریں جو ہمیں دینے کے لئے ان کے پاس نہیں ہے۔
عورت کو تو چاہیئے کہ کبھی کبھی وہ اس سے بھی کم ظاہر کرے جتنا جانتی ہے یا جو کچھ اسے کہنا

---

[1] جو آڑس پھول "ناگو تیوہار کے موقع پر (پانچویں مہینے کے پانچویں دن) استعمال ہوتے تھے ان کے لئے شرط تھی کہ ایک جڑ میں تو پھول نکلے ہوں۔

ہے اس کا ایک ٹکڑا ہی کہہ ..... !"

ان تمام باتوں کے دوران میں گنجی، جو اگرچہ کبھی کبھی گفتگو میں شریک ہو گیا تھا، مسلسل صرف ایک ہستی کے متعلق سوچ رہا تھا اور جتنا ہی وہ سوچتا تھا اتنا ہی اس میں وہ خامیاں یا زیادتیاں مفقود نظر آتی تھیں جن کے متعلق اس کے دوستوں کا خیال تھا کہ تمام عورتوں میں عام ہوتی ہیں۔ اس نے اپنے دل میں کہا: "اس کی طرح کوئی بھی نہیں ہے" اور اس کا دل اس سے مطمئن تھا۔ گفتگو یقیناً کسی قطعی نتیجہ تک نہیں پہونچی تھی لیکن درمیان میں بہت سے قصے آ گئے تھے اور غور و فکر کے لئے راہیں کھل گئیں تھیں۔ انھوں نے ساری رات اسی طرح گذار دی اور لطف کی بات یہ ہے کہ موسم بھی بہتر ہو گیا۔ گنجی نے سوچا کہ محل میں اتنے طویل قیام کے بعد "بڑے محل" میں اس کا انتظار کیا جا رہا ہوگا اور وہ وہاں روانہ ہو گیا۔ شہزادی آؤ ای کی چال ڈھال اور لباس میں ایک ایسی ستھرائی تھی جو کبھی کبھی سختی کا پتہ دیتی تھی۔ پچھلی رات اس کے دوستوں نے جس قسم کی عورتوں کا تذکرہ کیا تھا، سوچنے پر اس کی بیوی اس عورت سے مشابہ معلوم ہوئی جو نیک دلی کے ساتھ شوہر سے وابستہ ہوتی ہے اور جسے کوئی سمجھدار آدمی یونہی نا خوش نہیں کرے گا۔ یہ سوچ کر اسے اپنی بیوی کا بے داغ حسن ہی تکلیف دہ معلوم ہونے لگا کیونکہ وہی بے تکلفی کو ناممکن بناتا تھا۔

ان خیالات میں وہ چنا گون، ناکت سوکاسا اور وہاں موجود دوسری معمولی خواصوں کی طرف مخاطب ہوا اور ان سے ہنسی مذاق کرنے لگا۔ بڑی گرمی تھی لیکن وہ اسی میں خوش تھیں کہ گنجی کے سرخ سرخ رخسار (جو گرمی سے سرخ ہو گئے تھے) بہت اچھے معلوم ہو رہے ہیں۔ آؤ ای کا باپ آیا اور پردے کے پیچھے سے بڑی محبت آمیز گفتگو کرنے لگا۔ گنجی جو گرمی سے بہت پریشان تھا اور اس حالت میں ملنا جلنا نہیں چاہتا تھا، ناک بھوں چڑھا رہا تھا جسے دیکھ دیکھ کر خواصیں خوب ہنس رہی تھیں۔ گنجی نے

غصہ سے انھیں چپ رہنے کے لئے اشارے کئے اور ایک صوفے میں گر گیا حقیقت یہ ہے کہ اس وقت اس کی حرکتیں مناسب نہیں تھیں۔

اندھیرا ہو رہا تھا۔ کسی نے کہا کہ زحل ایک ایسے طالع میں ہے کہ آج رات کو شہزادے کا محل واپس جانا بہت نامبارک ہوگا، دوسری نے کہا۔ "تم بالکل ٹھیک کہتی ہو ستارہ اس وقت بالکل شہزادے کے مخالف ہے۔" گنجی نے ذرا تیز آواز میں کہا: "لیکن میرا محل بھی تو اُسی سمت ہے! یہ کیسی الجھن کی بات ہے! پھر میں جاؤں کہاں؟" یہ کہہ کر وہ لیٹا اور سو گیا۔ پیش خدمتوں نے آپس میں کہا: "کی نوکامی جو اس کا مصاحب خاص ہے ادھر رہتا ہے، اس کا مکان وسط دریا میں ہے اور بہت ٹھنڈا اور سایہ دار ہے کیونکہ ابھی کچھ ہی دن ہوئے کہ دریا پر بند باندھ کر انھوں نے اسے باغ کے بیچ سے گذرنے پر مجبور کر دیا ہے۔" گنجی نے آنکھیں کھول کر کہا: "یہ تو بڑی اچھی خبر ہے۔ اس کے علاوہ اس قسم کا آدمی ہے جو بے تکلفی سے پھاٹک کے اندر سواری لے کر[۱۲] پہونچ جانے کو بُرا بھی نہیں مانے گا۔"

اس کے بہت سے دوست تھے جن کے مکان اس نامبارک سمت سے مخالف سمتوں میں تھے لیکن اسے اندیشہ تھا کہ اگر وہ ان میں سے کسی کے یہاں گیا تو آؤئی یہی خیال کرے گی کہ اتنے دنوں تک غائب رہنے کے بعد اب ایک زیادہ موافق صحبت میں پہونچنے کے لئے زحل ستارہ کو ایک بہانا بنایا جا رہا ہے۔ اس لئے اس نے یہ معاملہ کی نوکامی کے سامنے پیش کیا اس نے اس سے اتفاق تو کر لیا لیکن مڑ کر اپنے ساتھیوں کے کان میں کہا: "میرا باپ آیو نوکامی کسی سرکاری کام سے باہر گیا ہوا

---

[۱۲] عام رواج کے مطابق سواری پھاٹک ہی پر روک دی جاتی تھی لیکن بے تکلف دوستوں کے یہاں اندر تک جا سکتے تھے۔

ہے اور اپنی نئی جوان بیوی (یعنی کی نوکامی کی سوتیلی ماں) کو میری ہی نگرانی میں چھوڑ گیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے گھر میں اتنی جگہ نہیں ہے جس میں شہزادے کی ویسی خاطر ہو سکے جیسی میں چاہتا ہوں۔"

گنجی نے یہ سن لیا اور اسے یقین دلانے کے لئے کہنے لگا: "اوہ! اس سے تو مجھے بڑی خوشی ہو گی کہ وہاں ایک خاتون بھی ہے، جہاں میری پذیرائی کے لئے کوئی خاتون ہو وہاں جانا اور اچھا معلوم ہوتا ہے۔ جدھر اس کا کمرہ ہے اسی کے قریب میرے لئے کوئی گوشہ تلاش کر لینا۔"

کی نوکامی یہ کہتے ہوئے رک گیا کہ، "پھر بھی مجھے اندیشہ ہے کہ اس جگہ کو آپ ... " اور اس نے ایک نوکر کو ہدایت کر کے دوڑا دیا کہ شہزادے کے لئے ایک کمرہ ٹھیک کر دیا جائے۔ ایک ایسی معمولی جگہ جانے کو اس نے کوئی اہمیت نہیں دی اور اپنے خسر یعنی وزیر کو بھی مطلع کئے بغیر محض اپنے چند وفادار محافظوں کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔

کی نوکامی نے اس جلد بازی کی مخالفت بھی کی لیکن بے سود۔

نوکروں نے جلدی جلدی وسطی ہال کے مشرقی بغلی کمرے کو صاف کیا اور وہیں شہزادے کے لئے عارضی قیام گاہ بنا دی۔ انھوں نے اس کی کوشش کی کہ اس کی کھڑکی کے سامنے کا منظر بہتر ہو جائے اس کے لئے انھوں نے بعض نہروں کے راستے بدل دیئے۔ ایک دیہاتی ڈھنگ کی ٹٹی کھڑی کر کے کناروں پر منتخب قسم کے پودے لگا دیئے۔ کیڑوں کی دھیمی آواز ٹھنڈی ہواؤں میں بہتی ہوئی معلوم ہوتی تھی، لاتعداد جگنو فضا میں پیچ و خم کھاتے اڑ رہے تھے۔ پوری جماعت نے ڈھکے ہوئے پل کے نیچے بہتے ہوئے پانی کے قریب اڈا جما دیا اور شراب کے دور چلنے لگے۔

کی نوکامی یہ کہہ کر گھبرایا ہوا باہر نکلا کہ کچھ کھانے کا انتظام ہونا چاہیئے۔

گنجی نے خاموشی سے اس مقام کا جائزہ لے کر اپنے ذہن میں طے کیا کہ یہ ان متوسط طبقے کے خاندانوں میں سے ایک ہے جس کو سب نے رات کی گفتگو میں سراہا تھا۔ اسے یاد آیا کہ جو عورت اس مکان میں ہے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اس لئے اس کے دیکھنے کا اشتیاق بڑھا۔ آوازوں کے آنے سے ایسے معلوم ہوا کہ مکان کے مغربی حصے میں کچھ لوگ ہیں۔ لباسوں کی نرم سرسراہٹ بھی سنائی دیتی تھی۔ اور جوان آوازیں جو آرہی تھیں کسی طرح ناپسندیدہ نہیں تھیں۔ وہ اس بارے میں کچھ زیادہ محتاط نہیں معلوم ہوتی تھیں کہ ان کی باتیں اور ہنسی کی آواز باہر نہ سُنی جائے کیونکہ اسی وقت کسی نے کھسکنے والی کھڑکی بھی کھول دی۔ لیکن کی نوکامی نے یہ کہتے ہوئے ناگواری سے کھڑکی بند کر دی کہ: "آپ لوگوں نے سوچا کیا ہے؟" کاغذ سے مڑھی ہوئی کھڑکی کے دراز سے کمرے میں جلتی ہوئی شمع کی روشنی آرہی تھی۔ گنجی دھیرے دھیرے کھسک کر اس امید میں کھڑکی قریب پہونچ گیا کہ شاید وہ دراز سے اندر دیکھ سکے لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ وہ کچھ دیر تک سنتا رہا پھر اسے اندازہ ہوا کہ عورتیں زنان خانے کے خاص کمرے ہیں جس میں ہو کر سامنے کا چھوٹا کمرہ کھلتا تھا۔ عورتیں آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھیں لیکن اس کے یہ سمجھنے کے لئے کافی تھیں کہ بات اسی کے متعلق ہو رہی ہے۔

ایک نے کہا: "یہ کیسی شرمناک بات ہے کہ ایسا حسین شہزادہ اس کمسنی میں ہمیشہ کے لئے ایک ایسی عورت سے باندھ دیا جائے۔ جسے اس نے خود پسند نہیں کیا ہے؟" دوسری بولی: "مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ شادی اس کے لئے کوئی بڑا دردِ سر نہیں ہے۔" غالباً اس گفتگو سے ان لوگوں کا کوئی خاص مقصد نہیں لیکن گنجی یہ سوچ کر پریشان ہو گیا کہ اب جب کہ وہ اسی مسئلہ کے بارے میں باتیں کر رہی ہیں جو اس کے ذہن پر بری طرح چھایا ہوا ہے، غالباً ملکہ فوجت سوبو

سے اس کے تعلقات کا ذکر بھی کریں گے۔ ان کو کیسے یہ بات معلوم ہو گئی؟ لیکن بعد کی باتوں سے اُسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ اس معاملہ کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتیں اس لئے اس نے ان عورتوں کی گفتگو کی طرف سے توجہ ہٹالی۔ یک بیک اس نے ایک عورت کو وہ نظم پڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے سنا جو اس نے "گل حسن سحر" کے گلدستہ کے ساتھ شہزادہ مونوزونو کی بیٹی شہزادی آساگاؤ کے[12] پاس بھیجی تھی۔ لیکن اس نے نظم کے حصے الٹ پلٹ کر دیئے تھے۔ گنجی سوچنے لگا کہ کہیں اس کی صورت بھی اُس کے علم شعر کے معیار ہی کی تو نہیں ہے؟"

اسی وقت کی نوکامی ایک لیمپ لئے ہوئے آیا اور اسے دیوار پر لٹکا دیا۔ اسے اچھی طرح ٹھیک کر کے اس نے گنجی کے سامنے پھلوں کی ایک کشتی پیش کی۔ یہ سب بڑی بے کیفی سے ہو رہا تھا۔ گنجی نے ایک پرانا لوک گیت پڑھ کر یہ اشارہ کیا کہ وہ کی نوکامی کے دوسرے مہمانوں سے ملنا چاہتا ہے مگر کی نوکامی نے اسے سمجھا نہیں۔ گنجی اونگھنے لگا اور اس کے ملازم خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھے رہے۔

کمرے میں کی نوکامی کے کئی بہت خوبصورت لڑکے تھے، جن میں سے بعض کو گنجی نے محل میں کم عمر خدمتگاروں کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ ان میں آیو نوکامی کے بھی کئی بیٹے تھے، ان میں ایک بارہ تیرہ سال کا لڑکا تھا جس نے گنجی کو خاص طور سے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اُس نے پوچھنا شروع کیا کہ یہ کس کے لڑکے ہیں اور جب اس لڑکے کی باری آئی تو کی نوکامی نے کہا: "یہ چُناگون کا سب سے چھوٹا بیٹا ہے

---

[12] بعد میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گنجی سترہ سال کی عمر کے بعد سے برابر اس سے ناکام عشق میں مبتلا رہا ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر اس سے پہلے کہیں نہیں آیا ہے لیکن موراساکی نے اس کا اس کا ذکر اس طرح کیا ہے جیسے پڑھنے والا اس کے متعلق سب کچھ جانتا ہو۔ مارسل پروست بھی کبھی کبھی یہی کرتا ہے۔

جواس سے محبت کرتی تھی لیکن ابھی یہ بچہ بہت چھوٹا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا اس کی بہن نے میرے باپ سے شادی کر لی اسی وجہ سے یہ لڑکا یہاں رہتا ہے اس نے پڑھنا شروع کر دیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ اسے بھی دربار میں داخل کر دیں گے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اثر کی کمی . . . ."

گنجی نے کہا: "ہا، بیچارہ لڑکا! اسی کی بہن تو تمہاری سوتیلی ماں ہے؟ یہ بھی کیسی عجیب بات ہے کہ ایسی نوجوان لڑکی سے تمہارا ایسا رشتہ ہے! اب مجھے یاد آرہا ہے کہ ایک دفعہ اس کے دربار میں پیش کئے جانے کی بات چیت بھی ہو رہی تھی اور شہنشاہ نے بعد میں یہ بھی دریافت فرمایا تھا کہ اس کا کیا ہوا۔ دنیا میں تقدیریں کس طرح بدل جاتی ہیں!" اس وقت وہ بڑے بوڑھوں کی طرح گفتگو کر رہا تھا۔

کی نوکامی نے کہا: "آپ نے سچ فرمایا۔ اُسے جیسی امید تھی بعد کی زندگی اس سے بھی بدتر نکلی۔ ہم انسانوں کی زندگی میں نشیب و فراز آتے ہی رہتے ہیں اور عورتوں کے یہاں مردوں سے زیادہ۔"

گنجی نے کہا "لیکن تمہارے باپ تو اس کا بہت خیال رکھتے ہیں۔"

کی نوکامی نے جواب دیا: "ہاں آپ کہہ تو سکتے ہیں کہ وہ بہت خیال رکھتے ہیں۔ کیونکہ گھر پر اس کی حکومت ہے اور میرے والد دل و جان سے اس طرح اس پر فریفتہ ہیں کہ ہم سب کو (اور مجھے سب سے زیادہ) کئی بار انھیں ٹوکنا پڑا لیکن وہ کچھ سنتے ہی نہیں۔"

گنجی نے تعجب ظاہر کیا: "پھر یہ کیا بات ہے کہ انھوں نے اپنی محبوبہ کو ایک ایسے جوان اور شوقین مزاج درباری کے گھر میں تنہا چھوڑ دیا ہے؟ وہ تو کافی عقلمند اور احتیاط پسند معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہاری سوتیلی ماں

اس وقت کیا کر رہی ہے؟"

کی نوکامی نے کہا "عورتوں سے کہہ دیا گیا ہے کہ وہ زنانخانے کے عام کمرے میں چلی جائیں لیکن ابھی ان کے انتظامات مکمل نہیں ہوئے ہیں۔"

گنجی کے ہمراہی، جنھوں نے خوب پی تھی، برآمدے میں پڑے بے خبر سو رہے تھے۔ وہ اپنے کمرے میں اکیلا تھا اور اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ ایک لمحہ کے لئے اس کی آنکھ جھپک گئی اور پھر کھلی تو اس نے دیکھا کہ پیچھے کی دیوار کی کاغذ سے منڈھی ہوئی کھڑکی کے ادھر کوئی حرکت کر رہا ہے۔ اس نے سوچا، یہی وہ جگہ ہوگی جہاں وہ چھپی ہوئی ہے اور ذرا متجسس ہوکر وہ لپک کر ادھر گیا اور کان لگا کر سننے لگا۔ کسی نے پیاری اور عجیب آواز میں آہستہ سے پوچھا: "تم کہاں ہو؟ تم کہاں ہو؟" یہ آواز اسی لڑکے کی معلوم ہوتی تھی جس نے شام کے وقت گنجی کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ ایک دوسری آواز نے جواب دیا: "میں یہاں لیٹی ہوں۔ کیا جو مہمان آیا ہے وہ سونے چلا گیا؟ اس کا کمرہ ہمارے اس کمرے کے بالکل پاس ہی ہوگا لیکن پھر بھی کس قدر دور معلوم ہو رہا ہے۔" اس کی خواب آلود آواز اس لڑکے کی آواز سے اتنی مشابہ تھی کہ گنجی نے سمجھ لیا یقیناً یہ اس کی بہن ہے۔

لڑکے نے سرگوشی کی آواز میں کہا: "وہ ادھر بغلی کمرے میں سو رہا ہے۔ میں نے اسے دیکھا ہے اور جو کچھ اس کے متعلق سنا ہے سب ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ وہ اتنا خوبصورت ہے جتنا کہ ہم سوچ سکتے ہیں۔" خاتون نے آہستہ سے کہا: "میرا جی چاہتا ہے کہ صبح ہو جائے تاکہ میں اسے ٹھیک سے دیکھ سکوں۔" ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آواز رضائی کے نیچے سے آرہی ہے۔ گنجی کو اس سے کچھ مایوسی ہوئی کہ اس نے اس کے متعلق اور باتیں نہیں پوچھیں۔ اچانک اس نے لڑکے کی آواز پھر سنی: "روشنی کم ہے، میں ادھر کونے والے کمرے میں سونے جا رہا ہوں۔" اس نے لیمپ کو کچھ

ز کیا۔ اس کی بہن کا بستر کاغذ والی کھڑکی کے مقابل والے کونے میں معلوم ہوتا تھا
س نے آواز دی: "چوجو کہاں ہے؟ مجھے ذرا سا علوم ہو رہا ہے، میرا جی چاہتا
ہے کہ کوئی میرے پاس رہے۔" کئی خادماؤں نے جواب دیا: "وہ اُدھر نیچے والے
کان میں غسل کر رہی ہے، ابھی آجائے گی۔" جب ذرا خاموشی ہو گئی تو گنجی نے
دروازے کی چٹخنی ہٹائی اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ وہ دوسری طرف سے
بند نہیں تھا۔ اب وہ ایک چھوٹے کمرے میں پہونچ گیا جس کے ایک کنارے پر
پردہ پڑا ہوا تھا اور پیچھے ہلکی روشنی ہو رہی تھی نیم تاریکی میں اس نے دیکھا کہ کئی
بکس اور کپڑوں کے صندوق بے ترتیبی سے اِدھر اُدھر پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے
درمیان آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا وہ اس کمرے میں داخل ہو گیا جہاں سے آوازیں
آرہی تھیں۔ گنجی نے حیرت اور گھبراہٹ سے دیکھا کہ ایک بہت ہی نازک سی
عورت نے اس کے قدموں کی چاپ سُن کر اپنے اوپر سے کپڑے ہٹا دیئے، اس
نے سمجھا کہ شاید وہی آگئی ہے جس کو اس نے آواز دی تھی۔ گنجی نے آہستگی سے کہا
"محترمہ یہ سُن کر کہ آپ نے چوجو[۳۱] کو آواز دی ہے میں یہی سوچ کر حاضر ہو گیا کہ بہت
دنوں سے جس کی عزت اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہوں اس کی کوئی خدمت کر سکوں۔"
عورت کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور خوفزدہ ہو کر اس نے چیخنا چاہا لیکن منھ سے آواز نہ نکل
سکی کیونکہ اس نے اپنا چہرہ رضائی میں چھپا لیا تھا۔

گنجی نے کہا: "مہربانی فرما کر میری بات سُنیے۔ میرا اس طرح اچانک آجانا یقیناً
آپ کو گستاخی معلوم ہوا ہوگا لیکن آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں کتنے دنوں سے ایک
ایسے وقت کا منتظر تھا جب آپ کو یہ بتا سکوں کہ میں آپ کو کتنا پسند کرتا اور آپ کا

---

[۳۱] چوجو کے معنی ہیں کپتان۔ اس زمانہ میں گنجی کا سرکاری درجہ بھی یہی تھا۔

کتنا معترف ہوں۔ اس لئے اگر میں اس وقت اپنے اوپر قابو نہ پا سکا تو ازراہِ کرم میری اس عجیب حرکت کو اس بات کا ثبوت سمجھ لیجئے کہ جو خراجِ عقیدت میں بہت دنوں سے پیش کرنے کا خواہش مند تھا، یہ اسی کی بے صبری کا نتیجہ ہے۔" اس نے یہ باتیں ایسی نرمی اور شرافت سے کہی تھیں کہ شیطان بھی اس کی موجودگی کا برا نہ مانتا، لیکن یہ محسوس کرکے کہ ایک شادی شدہ عورت کے لئے یہ صورت حال مناسب نہیں ہے اس نے بغیر کسی خاص خیال کے کہا: "میں سمجھتی ہوں کہ آپ نے غلطی کی ہے۔" اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔ اس کی حیرت زدگی نے اُسے اور حسین بنا دیا تھا اور گنجی جو اس کی صورت دیکھ کر مسحور ہو گیا تھا بولا: "نہیں میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ کسی رہنما کے بغیر صرف آپ کی عزت اور وقار کے جذبات کے سہارے میں نے آپ تک پہونچنے کا ٹھیک راستہ تلاش کر لیا لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے اس طرح اچانک آجانے کی وجہ سے آپ کو میری نیت کے متعلق کچھ شک ہے میں یہ پہلے ہی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میری نیت بری نہیں ہے، میں تو تھوڑی دیر کے لئے کسی سے وہ باتیں کرنا چاہتا ہوں جو مجھے پریشان رکھتی ہیں۔" یہ کہتے کہتے اُس نے اُسے اپنے بازوؤں میں کھینچ لیا (وہ بہت نازک سی تھی) اور اٹھا کر بغلی کمرے کی طرف لے چلا۔ ٹھیک اسی وقت اچانک چونہ جسے اس نے کچھ دیر پہلے آواز دی تھی سونے کے کمرے میں داخل ہوئی۔ گنجی حیرانی سے چیخ اٹھا اور خادمہ اس الجھن میں کہ ادھر جھوٹے سے کمرے میں کوئی کیسے داخل ہو گیا ادھر آنے کے لئے نیم تاریکی میں اپنا راستہ ٹٹولنے لگی۔ قریب پہونچنے پر لباس کی بے مثال خوشبو سے اس نے سمجھ لیا کہ یہ شہزادے کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ گو وہ یہ جاننے کے لئے بہت پریشان تھی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے لیکن اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ اگر یہ کوئی معمولی آدمی ہوتا تو وہ فوراً

ہی اس کی گوشمالی کرتی۔ اس نے سوچا: "نہیں اگر وہ شہزادہ نہ بھی ہوتا تو بھی میں کچھ نہ کرتی کیونکہ جتنا ہی معاملہ کو بڑھایا جائے اس کے متعلق اتنی ہی افواہیں پھیلتی ہیں اور اگر میں اس حسین شہزادے کی طرف ہاتھ بڑھاؤں ..." اور اس نے محسوس کیا کہ بڑی اطاعت شعاری سے وہ شہزادے کے پیچھے اس کے کمرے کی طرف چلی جا رہی ہے۔ کمرے میں پہونچ کر گنجی نے یہ کہہ کر دروازہ بند کر لیا کہ اب تم صبح کو آکر اپنی مالکہ کو لے جانا۔" اتسوسیمی خود اپنی خادمہ کے سامنے اس طرح اٹھا لائے جانے پر حد درجہ پریشان تھی کہ اس نے جو کچھ دیکھا ہے اس سے بس ایک ہی نتیجہ نکالے گی۔ لیکن اس کے ہر شبہہ اور ہر پریشانی کا جواب گنجی (جسے ہر سوال کا مسکت جواب دینے میں کمال حاصل تھا) ایسی زبردست ذہانت اور نرمی سے دیتا کہ اسے کچھ دیر کے لئے اطمینان ہو جاتا۔ لیکن کچھ دیر کے بعد گھبرا کر وہ پھر کہتی: "شہزادے! یہ سب کچھ خواب تو نہیں، آپ اتنے بڑے شہزادے ہو کر میری ایسی معمولی عورت کی طرف متوجہ ہوں۔ میں تو اس مہربانی سے پانی پانی ہوئی جاتی ہوں۔ آپ شاید اس کو بھول گئے ہیں کہ میں کون ہوں، محض ایک زوریو (صوبائی عہدہ دار) کی بیوی! یہ بات بدلی نہیں جا سکتی اور آپ..." گنجی نے اب محسوس کیا کہ اس نے اپنے وحشیانہ برتاؤ سے اُسے کس قدر ہراساں اور پریشان کر دیا ہے اور شرمندگی کا احساس کر کے اس نے کہا: "مجھے اس کا اعتراف ہے کہ میں عہدوں وغیرہ کے بارے میں بہت کم جانتا ہوں۔ ان باتوں کو یاد رکھنا بڑا مشکل ہے۔ میرے متعلق آپ نے جو کچھ بھی سُنا ہو لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ کسی نہ کسی وجہ سے اب تک میں نے اس قسم کی دیدہ دلیری سے کبھی کام نہیں لیا ہے اور میں خود اپنی حرکت پر اس سے زیادہ متعجب ہوں جتنی آپ خود ہیں!" ایسی ہی بیسیوں باتیں کر کے اس نے اس کا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش

کی لیکن وہ سمجھتی تھی کہ اگر ان کی گفتگو ذرا سی بھی بے تکلفی کی سطح پر آئی تو پھر شہزادے کے حسن کے جادو سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے اس نے طے کر لیا کہ چاہے وہ کسی قدر سخت اور بے ادب ہی کیوں نہ معلوم ہوں، اس پر یہ ظاہر کرے گی کہ وہ جو اس کو اطمینان دلانے کی کوشش کر رہا ہے یہ سب تضیع اوقات ہے۔ اس طرح اس نے واقعی کچھ عجیب بے تکی حرکتیں کیں طبعاً وہ بہت نرم دل اور آسانی سے قابو میں آجانے والی تھی اس لئے اپنے جذبات کے خلاف مسلسل اپنے دل کو سخت ظاہر کرنا، اور بانس کی نئی ٹہنی کی طرح ٹوٹنے سے انکار کرنا اس کے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔ جب اُسے محسوس ہوا کہ وہ اس کی منت سماجت کے اثر سے بچنے کے لئے اب کسی دلیل کا خیال نہیں کر سکتی، تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ گو اس سے شہزادے کو بہت دکھ پہونچا لیکن اس کے دل میں یہ خیال بھی آیا کہ ایسا منظر دیکھنے کا موقع وہ کھو نہیں سکتا بہرحال وہ اسے تسکین دینا چاہتا تھا لیکن اس کی صورت سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ آخر کار اس نے کہا: "آپ مجھ سے اس نامہربانی سے کیوں پیش آرہی ہیں؟ یہ ٹھیک ہے کہ ہماری ملاقات کا طریقہ کچھ عجیب سا ہے پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ تقدیر یہی چاہتی تھی۔ یہ مجھ پر ظلم ہے کہ آپ مجھ سے اس طرح کھنچ رہی ہیں گویا آپ دنیا سے ہمیشہ دور رہی ہیں۔" اس نے اس طرح اسے مجبور کیا۔ اتسوسیمی نے جواب دیا: "اگر یہ سب کچھ مجھ پر مصیبت پڑنے سے اور میری قسمت کا فیصلہ ہونے سے پہلے ہوا ہوتا تو وہ جب تک کے لئے بھی ہوتا میں آپ کے لطف و کرم سے یہ جانتے ہوئے بھی خوش ہوتی کہ بہت جلد آپ اپنے اس عجیب انکسار سے اکتا کر میری بہتری کا خیال کریں گے لیکن اب جب میری راہ متعین ہو گئی ہے تو ایسی ملاقاتوں سے سوائے تکلیف اور رنج کے اور کیا حاصل

ہو سکتا ہے؟" ایک پرانے گیت کا یہ مصرعہ "دیکھو اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہ کرنا" پڑھتے ہوئے اس نے گفتگو ختم کر دی۔ گنجی نے اپنے دل میں خیال کیا "اگر وہ رنجیدہ ہے تو اس میں حیرت کی بات نہیں ہے۔" اور یہ سوچ کر اس نے اُسے تسلی دینے کی بہت سی محبت آمیز تدبیریں کیں۔ صبح ہو گئی اور مرغ نے بانگ دی۔ صحن میں گنجی کے ہمراہی لڑکھڑاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک خواب آلود آواز میں کہہ رہا تھا! "میرا کتنا جی چاہتا ہے کہ پھر سو جاؤں" دوسرا بولا "جلدی کرو اور عزت مآب کی سواری تیار کر لو۔" کی نوکا می باہر نکل آیا اور اس نے پوچھا: "یہ کس بات کی جلدی ہے؟ جب عورتیں بھی ساتھ ہوں اسی وقت انسان اس جگہ سے واپس جانے کی جلدی کرتا ہے جہاں وہ زحل ستارے کی نحوست سے پناہ لینے آیا ہے۔ کیا عالی جناب آدھی رات ہی کو تشریف لے جائیں گے؟"

گنجی اسی سوچ میں تھا کہ کبھی ایسا اتفاق پھر ہوگا! وہ اسے خط بھی کس طرح بھیج سکے گا؟ اور راہ کی تمام مشکلات پر نظر کر کے وہ بہت افسردہ ہو گیا۔ اتنے میں چوجو اپنی مالکہ کو واپس لے جانے کے لئے آگئی بڑی دیر تک تو اس نے اسے جانے ہی نہ دیا اور جب آخر کار اس نے اس کو چوجو کے حوالے بھی کیا تو ایک بار اپنی طرف کھینچ کر بلند آواز میں کہا تاکہ چوجو بھی سن سکے "میں آپ سے کیسے خط کتابت کروں گا۔ کیونکہ محترم خاتون! دنیا میں کسی نے میری ایسی محبت اور آپ کے ایسے بے رحمانہ ظلم کو نہ دیکھا ہوگا۔" چڑیاں اب اچھی طرح چہچہا رہی تھیں۔ اس کے دل سے یہ بات کسی طرح نہیں نکل رہی تھی کہ وہ ایک شہزادہ ہے اور وہ خود کچھ بھی نہیں ہے۔ اس وقت بھی جب کہ گنجی اس سے التجا آمیز انداز میں گفتگو کر رہا تھا بن بلائے اس کے ذہن میں اپنے شوہر

اور مانو کامی نے اتنی مفصل تقریر کی تھی۔

وہ کچھ دیر کے لیے بڑے محل میں ٹھہرا لیکن جب اس نے دیکھا کہ باوجود کوشش کے وہ اس کے خیال کو دل سے نہیں نکال سکتا تو اس نے کی نو کامی کو بلوا بھیجا اور اس سے کہا: "تم چناگون کے اس لڑکے کو جسے میں نے تمہارے یہاں دیکھا تھا میری ملازمت میں کیوں نہیں دے دیتے؟ وہ بڑا قبول صورت لڑکا ہے اور ممکن ہے کہ میں اُسے اپنے محافظوں میں رکھ لوں یا پھر شہنشاہ سے اس کی سفارش کروں۔" کی نو کامی نے کہا کہ "مجھے آپ کی مہربانی کا پورا احساس ہے اور اس کا ذکر لڑکے کی بہن سے کروں گا۔" گنجی کو یہ جواب برا لگا لیکن اس نے کہا: "کیا اس خاتون سے تمہارے کوئی سوتیلا بھائی پیدا ہوا ہے؟" اس نے جواب دیا:
"جناب عالی اس کی شادی کو دو برس ہو چکے ہیں لیکن ابھی اس کے کوئی بچہ نہیں پیدا ہوا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ شادی کرنے میں اس نے اپنے باپ کی آخری ہدایتیں فراموش کر دیں اور اسی وجہ سے وہ اپنے شوہر کے خلاف ہے۔" گنجی نے کہا: "یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ بدصورت نہیں ہے، کیا یہ درست ہے؟" کی نو کامی نے جواب دیا: "میرا تو خیال ہے کہ لوگ اسے قبول صورت سمجھتے ہیں۔ مجھے اس سے کوئی خاص واسطہ نہیں رہا ہے۔ یہ تو مشہور ہی ہے کہ سوتیلے والدین اور سوتیلی اولاد میں محبت دشوار ہے۔"

پانچ چھ دن کے بعد کی نو کامی لڑکے کو گنجی کے پاس لایا۔ وہ کچھ ایسا خوبصورت تو نہ تھا لیکن اس میں ایک کشش اور گنجی کے خیال میں ایک امتیازی شان بھی نظر آتی تھی۔ شہزادے نے اس سے بڑی شفقت سے گفتگو کی اور جلد ہی اس کا دل اپنی مٹھی میں لے لیا۔ اس سے جو کچھ بھی بن پڑا، اپنی بہن کے متعلق اس نے گنجی کے بہت سے سوالات کا جواب دیا اور جب ایسا معلوم ہونے لگتا تھا کہ وہ کچھ کہہ

نہیں سکتا تو گنجی کسی دوسرے طریقے سے وہ بات پوچھ لیتا جو جاننا چاہتا تھا اس طرح لڑکا مطمئن ہو جاتا تھا۔ اگرچہ اُسے مبہم طور پر یہ احساس تھا کہ اس کا مطلب کیا ہے اور اس کو عجیب بھی سمجھتا تھا لیکن وہ ابھی اتنا کم عمر تھا کہ اس نے کچھ زیادہ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ اور کچھ پوچھے گچھے بغیر گنجی کا خط اپنی بہن کے پاس لے گیا۔

اس خط کو پاکر وہ اس قدر الجھن میں مبتلا ہوئی کہ بے اختیار آنسو نکل پڑے اور اس خیال سے کہ اس کا بھائی اس کے آنسو دیکھ نہ لے اس نے خط کو اپنے چہرے کے سامنے کرکے پڑھنا شروع کیا۔ خط بہت طویل تھا، بہت سی باتوں کے علاوہ اس میں یہ بھی تھا: "کاش میں وہ خواب پھر دیکھ سکتا! افسوس جب سے میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے اس وقت سے ایک بار بھی میری پلک سے پلک نہیں لگی ہے[۱۵]"

اس نے کبھی اتنی خوبصورت تحریر نہیں دیکھی، جب وہ اس خط کو پڑھ رہی تھی ایک ہلکا سا کہر اس کی نگاہوں کے سامنے چھا گیا۔ کس ناقابل بیان قسمت کے کھیل نے اس کو پہلے تو زوریو اسو بائی عہدہ دار سے باندھ دیا اور اب اس قدر بند کر رہا ہے؟ یہی سوچتی ہوئی وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔

دوسرے دن گنجی نے لڑکے کو پھر بلا بھیجا، وہ اپنی بہن کے پاس یہ پوچھنے کے لئے گیا کہ: "گنجی کے خط کا جواب کہاں ہے؟ میں وہاں واپس جا رہا ہوں۔"

اس نے کہا: "شہزادے سے کہہ دینا یہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس قسم کے خط پڑھ سکے۔" لڑکا کھلکھلا کر ہنسا: "واہ رے احمق! میں یہ بات اس سے کیسے کہہ سکوں گا

---

۱۵ وہ آتے خواب میں تسکینِ اضطراب تو دے ؛ ولے مجھے تپشِ دل مجالِ خواب تو دے مرزا غالب

احتشام حسین

اس نے تاکید کی تھی کہ خط کا جواب ضرور لانا۔" یہ سوچ کر اُسے غصہ آ گیا کہ گنجی نے کس طرح اس لڑکے کو اپنے بس میں کر لیا ہے، اس نے ناراضگی کے لہجے میں کہا:

"شہزادے کو کوئی حق نہیں ہے کہ تمہاری جیسی عمر کے لڑکے سے وہ ایسی باتیں کرے۔ اگر تم کو ایسی ہی باتیں کرنا ہیں تو بہتر یہی ہے کہ تم وہاں نہ جاؤ" لیکن لڑکا یہ کہہ کر روانہ ہو گیا کہ: "میں کیا کروں مجھے شہزادے نے بلا بھیجا ہے۔"

لڑکا واپس پہونچا تو گنجی نے کہا: "میں کل سارے دن تمہارا منتظر رہا۔ کیا تم خط کا جواب لانا بھول گئے؟" لڑکا شرما گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا شہزادے نے کہا خیر اب تو لائے ہو؟" لڑکے نے جواب دیا: "انھوں نے کہا ہے کہ وہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو ایسے خط پڑھ سکے۔" شہزادے نے کہا: "واہ ایسی احمقانہ بات کہنے کا کیا مطلب ہے؟" اور اس نے ایک دوسرا خط لکھ کر لڑکے کے حوالے کرتے ہوئے کہا: "میرا خیال ہے تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو گی کہ میں تمہاری بہن سے شادی کے پہلے ملا کرتا تھا۔ اب وہ مجھ سے اس حقارت کا برتاؤ اس لئے کرتی ہے کہ اس کے خیال میں میں ایک جذبات سے خالی اور بے اثر انسان ہوں اور اب وہ ایک بہت ذی اثر صوبائی عہدہ دار کی پناہ میں ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ تم میرے بیٹے بنو گے اس کے نہیں۔ تمہارا باپ بوڑھا آدمی ہے اور بہت دنوں تک تمہاری خبر گیری نہیں کر سکے گا۔"

لڑکا اس گفتگو سے بہت مطمئن ہوا اور گنجی کا پہلے سے بھی زیادہ گرویدہ ہو گیا۔ شہزادہ ہمیشہ اسے اپنے قریب ہی رکھتا تھا اور محل میں بھی ساتھ لے جاتا تھا۔ اس نے اپنے انتظام کار سے کہا کہ اس کے لئے ایک چھوٹا سا درباری

نب مس تیار کرا دے۔ وہ اُس کے ساتھ واقعی ایسا ہی برتاؤ کرتا تھا جیسے وہ اسی کا لڑکا ہو۔"

گنجی کے خطوں کا سلسلہ جاری رہا لیکن اتسوسیمی یہ سوچ کر کہ کہیں لڑکے کی ناتجربہ کاری سے اس کا خط کسی دوسرے کے ہاتھ نہ لگ جائے اور اس طرح بغیر کسی سبب کے اس کی بدنامی ہو اور اس خیال سے بھی کہ (چاہے گنجی اس کا کتنا ہی خواہشمند کیوں نہ ہو!) مدارج میں اتنے فرق کی وجہ سے کوئی پائدار تعلق قائم ہونا ناممکن ہے، وہ خطوں کے جواب بہت ہی رسمی انداز میں دیتی تھی۔

اگرچہ اس رات کو وہ جتنی دیر ساتھ رہے تھے اچھا خاصا اندھیرا تھا لیکن اسے گنجی کا چہرہ اچھی طرح یاد تھا اور وہ اس بات کا کسی طرح انکار نہیں کر سکتی تھی کہ اس کی نظر میں وہ غیر معمولی طور پر حسین تھا لیکن وہ اس میں بہت مشکوک تھی کہ معلوم نہیں اس کی نگاہ میں وہ خود کیسی ہے، بلکہ اسے اس بات کا یقین تھا کہ اب جو دوبارہ ملاقات ہو گی تو وہ اُسے بہت معمولی عورت قرار دے گا اور اس طرح بات ختم ہو جائے گی۔"

ادھر گنجی کا یہ حال تھا کہ وہ برابر اس کے متعلق سوچا کرتا تھا اور ہر وقت اس ایک ملاقات کی تفصیلات کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتا، ہر خیال، اُسے اشتیاق اور رنج سے بھر دیتا تھا۔ اسے یاد آیا کہ جس وقت وہ اپنے متعلق گفتگو کر رہی تھی کتنی رنجیدہ اور اداس تھی اور اس کی کتنی خواہش تھی کہ وہ اسے خوش کر سکے۔ اس نے طے کیا کہ وہ اس سے خفیہ ملاقات کرے گا لیکن راز کے افشا ہو جانے کا ڈر بہت زیادہ تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ اس کے نتائج اس کے مقابلہ میں اتسوسیمی کے لئے بہت ہی خراب ہوں گے۔

وہ کئی دن سے محل ہی میں مقیم تھا کہ زحل ستارے نے گھر کی طرف

جانے سے پھر اس کا راستہ روک دیا۔ وہ اسی وقت روانہ ہو گیا لیکن راستہ میں اس نے یہ ظاہر کیا کہ ستارے کے منحوس محل وقوع کا خیال اسے اب آیا ہے۔ اب اس کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا تھا کہ "وسطی دریا" والے مکان میں پناہ لی جائے۔ اس کے اچانک آجانے سے کی نوکامی کو تعجب ہوا لیکن اس نے برا نہیں مانا کیونکہ اس نے گنجی کے آنے کو اپنے بنوائے ہوئے تالاب اور چشموں کی خوبصورتی اور کشش پر محمول کیا۔

گنجی نے لڑکے سے صبح ہی کو کہہ دیا تھا کہ وہ "وسطی دریا" والے مکان میں پناہ لی جائے، اس اچانک آجانے سے کی نوکامی کو تعجب ہوا لیکن اس نے برا نہیں مانا کیونکہ اس نے گنجی کے آنے کو اپنے بنوائے ہوئے تالاب اور چشموں کی خوبصورتی اور کشش پر محمول کیا۔

گنجی نے لڑکے سے صبح ہی کہہ دیا تھا کہ وہ "وسطی دریا" والے مکان میں آنا چاہتا ہے اور چونکہ وہ اب اس کا مستقل ملازم بن چکا تھا اس لئے گنجی نے اسے اپنی خدمت کے لئے فوراً ہی اپنے کمرے میں طلب کر لیا۔ اس نے اپنی بہن تک گنجی کا پیام پہلے ہی پہنچا دیا تھا جس میں اس طرح آنے کا ذکر تھا۔ وہ اس سے خوش تھی کہ اسی کی وجہ سے اس نے یہاں آنے کی یہ انوکھی تدبیر نکالی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں، کسی نہ کسی وجہ سے اس کے ذہن میں یہ بات جم گئی تھی کہ جب وہ دوبارہ فرصت سے ملے گا تو اسے دیکھ کر اتنا خوش نہیں ہو گا جتنا اس گریز پا خوابناک ملاقات میں ہوا تھا یہ سوچ کر وہ خوفزدہ تھی کہ کہیں اس طرح اس کی ناخوشگوار زندگی کی تکالیف میں ایک اور تکلیف کا اضافہ نہ ہو جائے۔ فخریہ انداز میں گنجی پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ اس کے انتظار میں نہیں تھی، اس نے اپنی خادماؤں سے

کہا (اس وقت اس کا بھائی گنجی کے کمرے میں تھا) "میں مہمان کے کمرے کے اس قدر قریب نہیں رہنا چاہتی، اس کے علاوہ میرا جسم اکڑ گیا ہے میں مالش کرانا چاہتی ہوں۔ مجھے ایسی جگہ لے چلو جہاں کافی جگہ ہو" یہ کہہ کر اس نے خادماؤں کو حکم دیا کہ اس کا سامان اُدھر چوجو کے سونے کے کمرے میں پہونچا دیا جائے۔

گنجی نے قصداً اپنے ملازموں کو سونے کے لئے بھیج دیا تھا اور جب سناٹا ہو گیا تو اس نے جلدی سے ایک پیام بھیجا۔ لڑکے نے اسے وہاں نہیں پایا اور آخر کار جب مکان کا کونا کونا چھان کر وہ بیچ والے چھ گوشے میں پہونچا تو وہ چوجو کے کمرے میں ملی۔ اس کا اس طرح چھپ جانا بہت بُرا تھا اور اس نے روتے ہوئے کہا: "تم اتنی نفرت انگیز کیوں ہوئی جا رہی ہو؟ وہ تمہارے متعلق کیا خیال کرے گا؟" اس نے غصہ میں جواب دیا: "تمہیں اس کا حق نہیں کہ تم اس طرح میرے پیچھے دوڑتے پھرو۔ لڑکوں کے لئے یہ بہت برا ہے کہ وہ ایسے پیام لئے پھریں۔ لیکن خیر تم شہزادے سے کہہ دو کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میری خادمائیں میرے ساتھ ہیں اور میں جسم کی مالش کرانے جا رہی ہوں۔۔۔!"

اس طرح اس نے اسے ٹال دیا۔ وہ دل ہی دل میں یہ سوچنے لگی کہ اگر یہ واقعہ اس کی زندگی میں اس وقت پیش آیا ہوتا جب اس کی ایک حیثیت تھی اور باپ کے انتقال نے اُسے دنیا میں ٹھوکریں کھانے کے لئے نہیں چھوڑا تھا تو وہ اس سے لطف اندوز ہوتی لیکن اب اس کا فرض ہے کہ اس کے لطف اور کرم کو بے توجہی کی نظر سے دیکھے۔ وہ اُسے کس قدر بدذوق خیال کرتا ہوگا! اس الجھن میں کہ وہ شہزادے سے محبت کرنے کے لئے آزاد

نہیں ہے، وہ ایسا گرفتار ہوئی کہ پہلے سے زیادہ اس سے محبت کرنے لگی۔ پھر اُسے اچانک یاد آیا کہ اس کی قسمت کا فیصلہ کب کا ہو چکا، اب وہ ایک شخص کی بیوی ہے، اس طرح کی باتیں سوچنا حماقت ہے اور اس نے ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر لیا کہ آئندہ وہ ایسے احمقانہ خیالات کو اپنے دماغ میں کوئی جگہ نہیں دے گی۔

گنجی اپنے بستر میں لیٹا یہ سوچ رہا تھا کہ دیکھیں اس کا کم سن قاصد ایسا نازک پیام اس کے پاس کس طرح پہونچاتا ہے۔ آخر کار جب جواب آیا تو اس اچانک سرد مہری کے مظاہرے پر وہ حیرت زدہ رہ گیا اور بڑی اذیت کے احساس کے ساتھ اس کے منھ سے نکلا۔ "یہ تذلیل ہے، بہت ہی نفرت انگیز تذلیل!" یہ کہہ کر وہ بہت اداس ہو گیا۔ کچھ دیر کے لئے وہ بالکل خاموش ہو گیا اور تکلیف کے ساتھ ٹھنڈی سانسیں بھرتا رہا۔ پھر اس نے یہ شعر پڑھا: "سونو کے میدان میں ایک عجیب درخت[۱۲] کھڑا ہے میں اس کی فطرت سے واقف نہیں ہوں، میں نے اس کے سایہ میں سکون تلاش کیا لیکن اپنا راستہ نہیں کھویا۔" یہ شعر لکھ کر اس نے اس کے پاس بھیج دیا۔ وہ اب تک جاگ رہی تھی، جواب میں اس نے یہ شعر لکھا: "اپنے اس بگڑے ہوئے زمانہ میں میرا حال اس دھندلے درخت کا سا ہے جو مسافر کے قریب پہونچنے والی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔" لڑکا گنجی کے لئے بہت رنجیدہ تھا اسے بالکل نیند نہیں آرہی تھی لیکن وہ ایک بات سے بہت ڈرا ہوا تھا کہ اگر اس کے بار بار آنے جانے کو

---

[۱۲] جھاڑ کا درخت، جو دور سے دیکھنے میں بڑا سایہ دار معلوم ہوتا ہے لیکن قریب پہونچنے پر ایک چھدری سی جھاڑی نظر آتا ہے۔

کی نگاہ سے دیکھیں گے اس وقت گھر میں ہر شخص بے خبر سو چکا تھا صرف گنجی اپنے تاریک غموں کے سمندر میں غوطے لگا رہا تھا لیکن جہاں ایک طرف اس کے نحو اور ناقابل فہم فیصلے کے بے رحمانہ اصرار پر اسے غصہ تھا وہ اس کی ناقابل شکست ثابت قدمی کا معترف بھی تھا۔ آخر کار وہ لیٹے لیٹے تھک گیا، اور کوئی بات اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ ایک لمحہ کے اندر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور لڑکے کے کان میں کہا، "مجھے وہاں لے چلو جہاں وہ چھپی ہوئی ہے۔ لڑکے نے کہا: "یہ تو بہت مشکل ہے، وہاں بہت سے لوگ ہیں اور دروازہ بھی بند ہے، مجھے آپ کے ساتھ جاتے ہوئے ڈر لگ رہا ہے۔" گنجی نے کہا، "خیر یہی سہی! لیکن تم میرا ساتھ نہ چھوڑ دینا۔" یہ کہہ کر اس نے لڑکے کو اپنے ہی بستر پر لٹا لیا۔ وہ اس حسین اور نوجوان شہزادے کی بغل میں جگہ پا کر بہت خوش تھا اور یہ بھی لکھ دینا ضروری ہے کہ گنجی نے بے مروت بہن کے مقابلہ میں اُسے بُرا نعم البدل نہیں پایا۔

تیسرا باب

انسومی

گنجی اب بھی جاگ رہا تھا۔ اس نے لڑکے سے آہستہ سے کہا کہ "کسی نے اس سے پہلے کبھی مجھے ناپسند نہیں کیا ہے۔ یہ بات میری برداشت سے باہر ہے میں اس دنیا سے اور اپنی ذات سے اکتا گیا ہوں اور اب زیادہ جینا نہیں چاہتا۔" لڑکے کو یہ بات ایسی اندوہ ناک معلوم ہوئی کہ وہ رونے لگا۔ گنجی کے خیال میں اس کا چھوٹا سا قد اور نازک جسم، بال کی تراشش کا انداز ساری چیزیں اسے بہن سے حیرت انگیز حد تک مشابہ بناتی تھیں۔ اسے اس وقت اس کی ہمدردی بڑی قیمتی معلوم ہوتی تھی، کبھی کبھی اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ چپکے سے اس لڑکے کے پہلو سے اٹھے اور اس کی پناہ گاہ خود ہی تلاش کرے لیکن جلد ہی اس نے اپنے ذہن سے ایسی تجویز نکال دی جو زبردست بدنامی میں مبتلا کر سکتی تھی۔ اس لئے وہ لیٹا صبح کا انتظار کرتا رہا۔ ابھی اندھیرا ہی تھا اور وہ اپنے خیالات میں اس قدر کھویا

ہوا تھا کہ اپنے نوخیز ملازم سے رخصتی کے کلمات بھی کہنا بھول گیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ لڑکے کے جذبات پر اس کا اثر بری طرح پڑا اور دن بھر وہ تنہائی اور زخم خوردگی محسوس کرتا رہا۔ ادھر یہ ہوا کہ جب گنجی کے پاس سے کوئی جواب نہیں آیا تو بالتسو سیمچی کا سوچا کہ اس نے اپنا خیال بدل دیا۔ اگرچہ اس کی محبت پر اصرار کرتے رہنے سے وہ بہت ناخوش ہوتی لیکن وہ اس کے لئے بھی تیار نہیں تھی کہ وہ اس آسانی سے ہاتھ سے جاتا رہے۔

اپنے دل کو ہمیشہ کے لئے اس کی طرف سے پھیر لینے کا یہ اچھا موقع ہاتھ آ گیا تھا اس نے خیال کیا کہ اس میں اسے کامیابی حاصل ہو گئی ہے لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اب بھی اس کے خیالات کا ضرورت سے زیادہ بڑا حصہ اسی کے تصورات سے گھرا رہتا ہے۔

اگرچہ گنجی نے یہ محسوس کیا کہ یہ سودا سر سے بالکل نکال دیا جائے تو بہتر ہو، لیکن وہ جانتا تھا کہ اس میں اتنی قوتِ ارادی نہیں ہے کہ ایسا کر سکے، اس لئے آخرکار جب الم ناقابلِ برداشت ہو گیا تو اس نے لڑکے سے کہا: "میں بے حد تکلیف میں ہوں۔ بڑی کوشش کرتا ہوں کہ دوسری باتیں سوچوں لیکن میرے خیالات میری بات نہیں سنتے اب میں زیادہ جدوجہد نہیں کر سکتا۔ کسی مناسب موقع کی تلاش میں رہو اور کوئی ایسی صورت نکالو کہ میرا تمہاری بہن کا سامنا ہو جائے"!

لڑکا اس بات سے پریشان تو ہوا لیکن دل میں وہ اس بات سے بہت خوش تھا کہ گنجی اس پر اعتماد کرتا ہے۔ پھر جلد ہی ایک موقع نکل بھی آیا۔

کی نوکامی کو کسی ضرورت سے صوبہ کے کسی اور حصہ میں طلب کر لیا گیا تھا اور گھر میں عورتیں ہی رہ گئی تھیں۔ ایک شام جب خاموش سڑکوں پر دھندلکا چھا چکا تھا لڑکا اسے ساتھ لے جانے کے لئے ایک گاڑی لایا۔ گنجی جانتا تھا کہ لڑکا

اپنی سی ساری احتیاطیں برتے گا لیکن پھر بھی ایسے کم سن شریک کار پر مکمل اعتماد نہ کرتے ہوئے اس نے اپنا بھیس بدل لیا اور اس کا انتظار کئے بغیر کہ پھاٹک تو بند کرلے، وہ بے صبری کے ساتھ بڑی تیز رفتاری سے روانہ ہوگیا۔ وہ کنارے والے دروازے پر پہونچ گئے اور کسی نے انھیں نہیں دیکھا۔ یہاں پہونچ کر لڑکے سے اس نے اترنے کو کہا۔ لڑکا جانتا تھا کہ چونکہ وہ کم عمر ہے باغبان اور چوکیدار اس کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں کریں گے اس لئے وہ بالکل مطمئن تھا۔ گنجی کو مکان کے مشرقی حصہ کے سائبان میں چھپا کر اس نے مکان کے دونوں حصوں کو الگ کرنے والے پہیئے دار دروازے کو زور سے بند کیا اور کنیزوں پر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ کسی کے دیکھنے دکھینے کی طرف سے بالکل بے نیاز ہے، اس نے کسی قدر ترشی کے ساتھ کہا: "اتنی تو گرمی ہے اور دروازے بند ہیں، یہ کیا بات ہے!" ایک کنیز نے کہا: "ہماری پچھم طرف والی خاتون[1] صبح سے آئی ہوئی ہیں اور بیگم صاحبہ (اتسوبیسی) کے ساتھ کھیل رہی ہیں۔" اگرچہ وہ اپنی ایک سہیلی کے ساتھ تھی لیکن گنجی اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے چین ہوگیا اور اپنی کمین گاہ سے نکل کر پردے کے ایک شگاف سے اندر آگیا۔ جس دروازے سے لڑکا داخل ہوا تھا وہ اب تک کھلا ہوا تھا اور گنجی کی نظریں اس کے اندر سے ہوتی ہوئی گلیارے کو پار کر کے دوسری طرف کمرے تک پہونچ سکتی تھیں۔ اس کے کمرے کا پردہ قدرے کھنچا ہوا تھا اور گرمی کی وجہ سے وہ پردے بھی جو بیٹھنے کے کمرے کو چھپا سکتے تھے ہٹا دیئے گئے اس لئے سارا منظر صاف اس کے سامنے تھا۔

جو عورت درمیانی ستون کا سہارا لئے ہوئے لیمپ کے قریب بیٹھی تھی اس

---

[1] کی نوبوی کی بہن، بعد میں اس کا نام "نوکی باتو اوگی" آیا ہے۔

کے متعلق اس کا خیال تھا کہ وہی اس کی محبوبہ ہے۔ گنجی نے اسے غور سے دیکھا۔ وہ گہرے قرمزی رنگ کا ایک سادہ لباس پہنے ہوئے تھی، کندھوں پر ایک چھوٹی چادر سی پڑی تھی۔ اس کا سر بڑے خوبصورت انداز میں مڑا ہوا تھا لیکن اس کا پتلا سا جسم اسے کسی قدر غیر اہم اور معمولی ظاہر کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے ساتھی سے اپنا چہرہ چھپانے کی مسلسل کوشش کر رہی ہے۔ اس کے نازک ہاتھوں کی حرکت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کچھ چھپا رہی ہے کیونکہ وہ ایک لمحہ سے زیادہ کے لئے سامنے آتے ہی نہ تھے۔

اس کے ساتھ والی عورت بالکل مقابل بیٹھی تھی اور گنجی اسے اچھی طرح دیکھ سکتا تھا۔ اس کا اندرونی جامہ کسی باریک سفید کپڑے کا تھا جس کے اوپر نیلے اور سرخ رنگ کے پھولوں سے کڑھا ہوا ایک لبادہ بے تکلفی سے پڑا ہوا تھا۔ وہ سامنے کی طرف بندھا ہوا بھی نہیں تھا اس لئے اس کا سینہ اور گردن کا حسن نمایاں تھا، یہی نہیں اس کے زیر جامے کا سرخ ازار بند بھی دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی اداؤں میں بے تکلف دلکشی تھی۔ اس کا رنگ بہت صاف اور نازک تھا وہ کسی قدر گداز جسم کی تھی۔ لیکن لمبی اور مضبوط معلوم ہوتی تھی۔ اس کے سر اور ابرو کا جھکاؤ مناسب ترین تھا، اس کے چہرے اور آنکھوں کے اظہار میں بڑی کشش تھی اور اس کا پورا وجود دل موہ لینے والا تھا۔ اس کے بال بہت گھنے تھے لیکن اس طرح کاٹ دیئے گئے تھے کہ کندھوں کے برابر آجائیں۔ وہ بہت خوبصورت اور چکنے تھے۔ ایسی لڑکی جس کی بیٹی ہو وہ کیوں نہ خوش ہو۔ اس لئے اگر آیو نوکامی کو اس پر فخر تھا تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہ تھی۔ گنجی نے سوچا اگر یہ کسی قدر چنچل ہوتی تو پھر اس میں کوئی کمی نہ رہ جاتی۔

کھیل ختم ہو رہا تھا اور وہ غیر ضروری گوٹیں ہٹا رہی تھی، وہ بڑے جوش

میں تھی اور اس معمولی سے کام میں بھی غیر ضروری ہل چل کا اظہار کر رہی تھی۔ اس کی ساتھی نے آہستگی سے کہا: "ذرا ٹھہرو تو، یہاں سٹ پڑ رہی ہے، میں تو بس یہ چال چل سکتی ہوں... " ساتھی نے بے خبری سے جواب دیا: "بس کھیل ختم ہیں ہار گئی اب اپنی اپنی بازی کا جائزہ لے لینا چاہیئے" یہ کہہ کر اس نے انگلیوں پر گننا شروع کیا، دس، بیس، تیس، چالیس۔ گنجی کو غسل خانہ کے متعلق وہ گیت یاد آگیا: "آٹھ بالٹیاں بائیں طرف اور نو داہنی طرف" اور چونکہ آیو کی اس خاتون نے طے کیا تھا کہ وہ حساب پورا کئے بغیر نہ رہے گی اس لئے بھونڈے پن سے اپنی ہار جیت کا حساب کرتی رہی اس وقت گنجی کو کچھ ایسا محسوس ہوا کہ وہ محض ایک معمولی عورت ہے۔ اتسو سیمی سے اس کا تقابل کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا تھا کیونکہ وہ تو خاموش اپنا آدھا چہرہ چھپائے ہوئے اس طرح بیٹھی تھی کہ وہ اسے ٹھیک سے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن جب اس نے اسے نظر جما کر دیکھا تو گویا بے خبر ہونے کے باوجود اس کی نظروں کے اثر سے، اس نے اپنی جگہ بدلی اور اس کو اپنا چہرہ دکھایا۔ اس کی پلکیں کچھ بوجھل سی معلوم ہوتی تھیں، اس کے چہرے کے بعض خطوط نزاکت سے خالی نظر آتے تھے اور حسن و جمال کے اچھے پہلو پوری طرح نمایاں نہ تھے۔ لیکن جب اس نے گفتگو شروع کی تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا اس نے اپنے خط و خال کے نقص کی تلافی کا ارادہ کر لیا ہے اور یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ اگر وہ بہت خوبصورت نہیں ہے تو کم سے کم اپنے ساتھی سے زیادہ سمجھ دار ہے۔

دوسری خاتون (کی نو کامی کی بہن) ایک بے تکلف ربودگی کے عالم میں فخر آمیز انداز سے اپنے حسن کی اور زیادہ نمائش کر رہی تھی۔ اس کی مسلسل ہنسی اور پرجوش شوخیاں بڑی دلکشی رکھتی تھی اور وہ اپنے ڈھنگ سے بہت ہی دلچسپ عورت معلوم ہوتی تھی۔ گنجی کا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ بہت پاکباز

ہو گی لیکن یہ بات تو کچھ ایسی نقصان دہ بھی نہیں تھی۔
اُسے اس بات میں بڑا لطف آیا کہ وہ لوگوں کو بے تکلفی سے فطری انداز میں ملتے جلتے دیکھ رہا تھا۔ اس کو ایک رسمی اور پُرلطف فضا میں رہنا ہوتا تھا اور روزمرّہ کی عام زندگی کی یہ جھلک اس کے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ اگرچہ وہ ان دو عورتوں کو جو اس کی موجودگی سے بے خبر بھی تھیں، جاسوسی کے انداز میں اس طرح کھلم کھلا دیکھنے سے خجل بھی تھا لیکن اس کے باوجود شاید وہ انھیں دیکھتا ہی رہتا کہ اچانک وہ لڑکا جو اپنی بہن کی بغل میں بیٹھا ہوا تھا، اٹھ کھڑا ہوا اور گنجی چپکے سے پھر اپنی کمین گاہ میں چھپ گیا۔ لڑکے نے اتنی دیر تک اسے منتظر چھوڑ جانے کے لئے بڑی معذرت کی اور کہا: "مجھے اندیشہ ہے کہ اب آج کچھ نہیں ہو سکتا، اس کے کمرے میں اب بھی ایک مہمان موجود ہے۔" گنجی نے کہا: "تو کیا میں پھر واپس جاؤں؟ یہ تو بڑی ذلیل بات ہو گی۔" لڑکے نے جلدی سے جواب دیا: "نہیں نہیں، آپ ٹھہریئے، مہمان خاتون جالے تو میں دیکھوں گا کہ کیا ہو سکتا ہے۔" گنجی کو یقین ہو گیا کہ لڑکا کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکالے گا اور اپنی بہن کو رضامند کرلے گا۔ کیونکہ اس نے لڑکے میں یہ بات دیکھی تھی کہ کم عمر ہونے کے باوجود اس میں خاموشی سے حالات اور لوگوں کے سمجھنے اور اپنی معلومات سے کام لینے کا سلیقہ ہے۔

گوٹوں کا کھیل ختم تھا۔ قدموں کی چاپ اور لباسوں کی سرسراہٹ سے معلوم ہوتا تھا کہ گھر کے لوگ ابھی سونے کے لئے نہیں لیٹے ہیں۔ گنجی نے کسی نوکر کی آواز سنی: "ہمارے چھوٹے مالک کہاں ہیں! میں اس بیچ والے دروازے کو بند کرنے جا رہا ہوں۔" پھر کنڈی بند کرنے کی آواز سُنائی دی۔ گنجی نے کہا "سب سونے چلے ہیں، اب کوئی تدبیر کرنا چاہیئے۔" لڑکا جانتا تھا کہ اپنی بہن سے بحث کرنا یا اس کے

مندری ارادے کو قبل از وقت متزلزل کرنے کی کوشش کرنا فضول ہوگا۔ موجودہ حالات میں اچھی صورت یہ ہوگی کہ جب خاموشی ہو جائے اور لوگ سو جائیں اس وقت گنجی کو اتسو سیمی کے کمرے میں پہونچا دیا جائے۔ گنجی نے پوچھا "کیا کی لوکا کی بہن اب بھی ٹھہری ہوئی ہے؟ میں صرف اس کی ایک جھلک دیکھنا چاہتا ہوں" لڑکے نے جواب دیا "یہ تو ناممکن ہے، وہ میری بہن کے کمرے میں ہے" گنجی نے بناوٹی تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "اچھا!" گو وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے لیکن یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اس نے اسے پہلے ہی دیکھ لیا ہے۔ تاخیر ہونے کی وجہ سے اس نے بے صبری کے عالم میں یہ ظاہر کیا کہ بہت دیر ہوتی جا رہی ہے اور اب وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔

لڑکے نے سر ہلایا اور زنانخانے کے صدر دروازہ کو کھٹکھٹا کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ ہر شخص بے خبر سو رہا تھا۔ لڑکے نے ذرا بلند آواز میں کہا: "میں چھوٹے بغلی کمرے میں سونے جا رہا ہوں اور دروازہ کھلا ہی چھوڑ رہا ہوں کہ ہوا کا کوئی جھونکا آ جائے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی چٹائی زمین پر بچھائی اور کچھ دیر کے لئے سوتا بن گیا پھر وہ اٹھا اور ایک پردہ اس طرح کھینچ دیا گویا روشنی سے بچنا چاہتا ہے اور اسی نیم تاریکی میں گنجی چپکے سے وہاں آ گیا۔

یہ جانے بغیر کہ آگے کیا ہوگا اور اس شش و پنج میں مبتلا کہ کوئی کامیابی ہوگی بھی یا نہیں گھبرایا ہوا وہ لڑکے کے پیچھے پیچھے اس پردے تک گیا جو سونے کے اصلی کمرے کو اس بغلی کمرے سے الگ کرتا تھا اور پردے کو ہٹا کر پنجوں کے بل اندر داخل ہو گیا لیکن اپنے حقیر لباس میں بھی جو اس نے بھیس بدلنے کے لئے پہن لیا تھا، وہ لڑکے کو اس آدھی رات کی خاموشی میں خطرناک حد تک ایک نمایاں شخص نظر آ رہا تھا۔

ادھر کچھ دنوں میں اتسو سیمی اپنے دل کو یہ سمجھا کر خوش تھی کہ گنجی نے جو آنے

کی دھمکی دی تھی، وہ اُسے بھول گیا لیکن وہ ایک رات کی خوابناک اور عجیب ملاقات کی یاد اب بھی اس کے ذہن میں چکّر لگاتی رہتی تھی۔ اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ وہ سوئے لیکن جہاں وہ کروٹیں بدل رہی تھی اس کے قریب ہی، کھیل کے لئے آنے والی خاتون اپنے آنے اور جی بھر کر گفتگو کرنے کے احساس سے آسودہ ہو کر بے خبر سو رہی تھی اور چونکہ وہ جوان تھی اور بے فکر اس لئے اس کی نیند بھی گہری تھی۔ گنجی کے جسم سے جو شہزادگی کی خوشبو نکل رہی تھی وہ اتسوسیمی تک پہونچی، اس نے اپنا سر اٹھایا اور دیکھا کہ اکہرے پردے کے پیچھے کوئی چیز حرکت کر رہی ہے۔ اگرچہ تاریکی زیادہ تھی لیکن اس نے گنجی کو پہچان لیا۔ اچانک خوف اور حیرت کا شکار ہو کر وہ اپنی مسہری سے اچھل پڑی اور ایک ہلکی سی قبا اپنے کاندھوں پر ڈال کر چپکے سے کمرے کے باہر نکل گئی۔

ایک لمحے کے بعد گنجی اندر پہونچا اور یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ کمرے میں صرف ایک ہی عورت ہے حالانکہ انتظام دو کا ہے۔ اس نے اپنا بادہ اتار دیا اور سوتی ہوئی خاتون کی طرف بڑھا۔ جتنا اس نے اندازہ کیا تھا، وہ اس سے زیادہ شاندار نظر آئی لیکن وہ اس میں نہیں الجھا۔ اُسے اس پر البتہ حیرت تھی کہ وہ اس قدر غافل سو رہی ہے آہستہ آہستہ اس پر یہ کھلا کہ یہ تو وہ ہے ہی نہیں، اور وہ ڈر گیا۔ اس نے سوچا: "یہ کہنا تو بے معنی ہوگا کہ میں غلط کمرے میں آگیا ہوں کیونکہ مجھے کسی کمرے میں بھی آنے کا حق نہیں ہے۔ نہ اسی میں فائدہ ہوگا کہ میں جس کے لئے آیا ہوں اس کو تلاش کرتا پھروں، کیونکہ اگر اُسے ذرہ برابر بھی میری فکر ہوتی تو وہ اس طرح چلی نہ جاتی: کہیں یہ وہی نہ ہو جسے اس نے لیمپ کی روشنی میں دیکھا تھا؟ یہ اس کا کچھ برانعم البدل تو نہیں ہے!" لیکن اس خیال کے آتے ہی اپنے چھوٹے پن پر وہ خود شرمندہ ہوگیا۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔ فطرتاً وہ کسی قدر چونک سی پڑی لیکن کچھ زیادہ الجھن محسوس نہیں کی۔ وہ کم عقل تھی اس کی زندگی میں کسی قوی جذبہ نے کبھی کوئی جگہ نہیں پائی تھی۔ اس کے اندر جو بے پروائی تھی وہ ناتجربہ کاری کا نتیجہ تھی اور گنجی کی اس اچانک آمد نے بھی اُسے کچھ زیادہ بدحواس نہیں کیا۔

پہلے تو اُس نے یہ بتا دینا چاہا کہ وہ اس سے ملنے کے لئے نہیں آیا ہے لیکن ایسا کرنے میں وہ اس راز کو افشا کر دیتا جسے اتسوسیمی اس شدت سے چھپائے رکھنا چاہتی تھی اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ اس پر یہ ظاہر کرے کہ وہ جو یہاں بار بار آتا جاتا رہتا ہے اور جس سے وہ بھی خوب واقف ہے وہ اسی امید میں کہ شاید کبھی اس سے ملاقات ہو جائے! یہ ایک ایسا قصہ تھا جو معمولی جرح کی ذرا سی تاب بھی نہیں لا سکتا تھا لیکن چونکہ بہت زیادہ جذبات انگیز تھا اس نے بلا تامل اسے تسلیم کر لیا۔

وہ اسے کسی حیثیت سے بھی ناپسند نہیں تھی لیکن اس وقت اس کے خیالات اس عورت میں الجھے ہوئے تھے جو اس پُراسرار طریقہ پر غائب ہو گئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ وہ کسی محفوظ جگہ پر چھپی ہوئی خود کو اس بات پر مبارکباد دے رہی تھی کہ اس نے کس عجیب حالت میں اسے چھوڑا ہے۔ یقیناً منڈی ہونے میں اس کا بنایا کوئی جواب نہ تھا! اس کا پیچھا کرنے سے فائدہ! لیکن اس پر بھی وہ اس کے دماغ پر چھائی رہی۔

لیکن اس کے سامنے جو لڑکی ہے، وہ جوان، ہنس مکھ اور دلکش تھی اور جلد ہی ان دونوں میں بے تکلفی ہو گئی کچھ دیر کے بعد گنجی نے پوچھا: "کیا یہ بات اس سے زیادہ مزیدار نہیں ہے کہ ہم اس سے ملیں جیسے پہلے سے جانتے ہوں؟ میرے متعلق کوئی بری رائے قائم نہ کرنا۔ ہماری یہ ملاقات بالکل راز میں رہے گی۔ میرا کچھ ایسا علم

ہے کہ میں ہمیشہ اپنے دل ہی کی بات نہیں کر سکتا۔ یقیناً تمہارے عزیزوں کو بھی اگر معلوم ہو جائے تو وہ دخل اندازی کریں گے اور یہ سب بہت تکلیف دہ ہوگا۔ صبر کے ساتھ میرا انتظار کرو اور بھول مت۔" یہ بے کیف ہدایتیں اسے ذرا بھی غیر اطمینان بخش نہیں معلوم ہوئیں اور اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا: "مجھے اندیشہ ہے کہ میں تو آپ کو آسانی سے خط بھی نہیں لکھ سکوں گی۔ میرے عزیز اس کو عجیب و غریب بات سمجھیں گے۔" اس نے کہا: "بے شک ہمیں اس کا موقع نہیں دینا چاہئے کہ عام لوگ ہمارا راز جانیں، لیکن اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا اگر یہ نوعمر ملازم کبھی کبھی ایک دوسرے کا پیام لائے اور لے جائے۔ اس کے علاوہ اور کسی سے نہ کہا جائے۔" یہ کہہ کر وہ اس سے رخصت ہوا۔ اس نے اشوسیمی کی وہ ہلکی سی اوڑھنی اٹھالی جو کمرے سے بھاگتے ہوئے اس کے کندھے سے گر گئی تھی۔

اس نے جا کر اپنے نوخیز ملازم کو جگایا جو قریب ہی سو رہا تھا۔ لڑکا پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا وہ اس خیال سے گہری نیند نہیں سویا تھا کہ نہ جانے کب اس کی مدد کی ضرورت پڑ جائے، اس نے دروازہ انتہائی خاموشی سے کھولا۔ کسی نے بڑی خوفزدہ آواز میں پکارا: "کون ہے؟" یہ گھر کی ایک بوڑھی خادمہ کی آواز تھی۔ لڑکے نے گھبرا کر جواب دیا: "یہ میں ہوں"، "تم اتنی رات گئے یہاں کیوں ٹہل رہے ہو؟" بوڑھی خادمہ نے ڈانٹتے ہوئے کہا اور دروازہ کی طرف بڑھنے لگی۔ لڑکے نے سوچا اسے روک دوں لیکن گنجی نے کہا: "سب ٹھیک ہے، میں ایک لمحہ کے لئے باہر جا رہا ہوں۔" لیکن جیسے ہی گنجی دروازے سے نکلا، صبح کا چاند یکایک اپنی پوری آب و تاب سے نکل پڑا۔ ایک اچھے خاصے جوان شخص کو دروازے میں دیکھ کر بوڑھی عورت نے پوچھا: "یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟" اور پھر خود ہی اپنے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہنے لگی: "اوہ! یہ تو ممبو ہے، یہ لڑکی بھی کیسے بے تکے انداز میں بڑھ

گئی ہے۔" اور یہ سوچ کر کہ لڑکا اس لمبے قد والی خادمہ کے ساتھ جارہا ہے جو سارے گھر میں دنگی کا موضوع بنی ہوئی ہے اس نے پھر کہا: "ہمارے چھیٹے آقا تم بھی کچھ دنوں میں اتنے ہی لمبے ہو جاؤ گے۔" یہ کہہ کر وہ اسی دروازہ سے گذری جس سے ابھی وہ دونوں گذرے تھے۔ گنجی بہت گھبرایا اور معزونہ میو کی طرف سے کوئی جواب دیئے بغیر گلیارے کے کونے میں جہاں سایہ تھا، خود کو چھپا کر کھڑا ہوگیا۔ بوڑھی عورت نے ان کے قریب پہونچ کر کہا: "کیوں! تم ڈیوٹی پر تھیں نا؟ کل سے مجھے درد تولنج سے سخت تکلیف ہے۔ میں تو پڑی ہوئی تھی لیکن نوکروں کی کمی تھی اس لئے مجھے بھی جانا پڑا حالانکہ مجھے تمام وقت کچھ عجیب سا لگتا رہا۔" پھر جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے اپنی گفتگو جاری رکھی: "اوہ! میرا درد، میں اس کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتی......" اس طرح کہتی ہوئی وہ بغیر سر اٹھائے ان کے پاس سے گذر گئی۔

یوں بال بال بچ جانے پر گنجی سوچنے لگا کیا اس کی اس طرح کی حرکت مناسب بھی تھی۔ لڑکے کو کوچوان کی جگہ بٹھا کر وہ گھر واپس آیا۔ وہاں پہونچ کر اس نے رات کا سارا ماجرا لڑکے سے کہہ سنایا اور کہا: "تم نے تو سب خراب ہی کر دیا تھا" پھر جب وہ اس کو اس کی نااہلی کے لئے ڈانٹ پھٹکار چکا تو اس کی بہن کی تکلیف دہ بدذوقی شرم و حیا کو برا بھلا کہنے لگا۔ بیچارہ لڑکا بہت رنجیدہ ہوگیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اپنی یا اپنی بہن کی مدافعت میں کیا کہے۔

گنجی نے کہا "میں بے حد ذلیل ہوں یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر وہ مجھ سے بالکل نفرت نہ کرتی ہوتی تو ایسا برتاؤ ہرگز نہ کرتی جو اس نے گذشتہ رات کو کیا لیکن وہ اتنی شرافت تو برت ہی سکتی تھی کہ میرے خطوں کا جواب شائستگی سے دے دیتی۔ ہاں میں سمجھا، آیو تو کا ہی مجھ سے بہتر ہے......" اس نے یہ باتیں کہیں اور سوچتا رہا کہ وہ ہمیشہ اس سے نجات ہی چاہتی رہی ہے۔ تاہم جب وہ سونے کے لئے

لیٹا تو اپنے لباس کے اندر اس کی اوڑھنی بھی چھپائے ہوئے تھا، لڑکا اس کے پہلو میں تھا اور جب وہ اپنے ناخوشی کے جذبات بہت کچھ نکال چکا تو آخر میں بولا "میں تمہیں بہت پسند کرتا ہوں لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ آئندہ جب کبھی تمہارا خیال آئے گا تو اس کے ساتھ یہ نفرت انگیز واقعہ بھی یاد آئے گا، اس سے ہماری دوستی کا خاتمہ ہو جائے گا" اس نے یہ باتیں کچھ ایسے یقین کے ساتھ کہیں کہ لڑکا خود کو تنہا اور بے آس محسوس کرنے لگا۔

وہ لوگ کچھ دیر لیٹے رہے لیکن گنجی سو نہ سکا۔ صبح ہوتے ہی اس نے اپنا قلمدان منگوایا۔ اس نے کوئی باقاعدہ خط نہیں لکھا بلکہ کاغذ کے ایک ٹکڑے پر ایک نظم اس طرح لکھی جیسے کوئی لکھنے کی مشق کرتا ہو۔ اس نظم میں اس نے اتسوسیمی کی اوڑھنی کو جو اس نے بھاگتے ہوئے گرا دی تھی، ٹڈی کے اس نازک پر سے تشبیہ دی تھی جو ندی کے کنارے کسی درخت کے نیچے گر گیا ہو۔

لڑکے نے کاغذ لے کر اپنے کپڑے کی تہہ میں چھپا لیا۔

گنجی اس خیال سے بہت الجھنوں میں تھا کہ اس دوسری عورت کے جذبات کیا ہوں گے۔ لیکن کچھ دیر غور کرنے کے بعد اس نے یہی طے کیا کہ اس کو کوئی پیام بھیجنا مناسب نہیں ہوگا۔

اوڑھنی جس سے اس کی مالکہ کی خوشبو اب تک آرہی تھی بہت دنوں تک اس کے لباس کے اندر پوشیدہ رہی۔

لڑکا جب گھر پہونچا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بہن بڑی جھنجھلاہٹ کے عالم میں اس کو خط میں لکھ رہی ہے: "اس میں تمہاری کوئی مدد نہیں تھی کہ میں اس نفرت انگیز جنجال سے نکل بھاگی جس میں تم نے مجھے پھنسا دیا تھا! اب ذرا یہ بتاؤ کہ میں اپنی دوست کو کیا جواب دے سکتی ہوں؟ شہزادہ تمہیں اچھا خاصا احمق خیال کرتا

ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنے کئے پر شرمندہ ہوگے!"

اگرچہ اس لڑکے پر دونوں طرف سے پھٹکار پڑ رہی تھی لیکن پھر بھی اس نے اپنے لباس کی تہہ سے وہ نظم نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ وہ اس کو ضبط نہ کر سکی۔ یہ پھینکے ہوئے کپڑے کی بات کیسی ہے؟ وہ اس کا ذکر کیوں کرتا ہے؟ "رایزیو کے ملاحوں نے جو لباس کنارے پر چھوڑ دیا"... نامی نظم کے الفاظ اس کے ذہن میں آئے لیکن پھر بھی وہ کسی نتیجہ تک نہیں پہونچ سکی اور الجھن میں مبتلا رہی۔

ادھر یہ تھا اور ادھر وہ مہمان خاتون بڑی کشمکش محسوس کر رہی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ سب کہہ ڈالے لیکن یہ مناسب نہ تھا اس لئے وہ اپنی بے صبری کا بوجھ تنہا اٹھائے ہوئے تھی۔ اتسوسیمی کا بھائی آیا تو اس کی جذبات اور بھڑک اٹھے، اس کے لئے کوئی پیام نہیں! اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور پہلی دفعہ اس کے خوش باش دل پر بادل سے چھا گئے۔

اگرچہ اتسوسیمی نے بڑی قوت سے اس کی محبت کے مقابلہ میں خود کو محفوظ کر لیا تھا لیکن اس کے خط میں چھپی ہوئی محبت دیکھ کر اس کے دل میں پھر یہ خواہش جاگ اٹھی کہ کاش وہ آزاد ہوتی۔ اور گو اب جو کچھ ہو چکا تھا وہ بدلا نہیں جا سکتا تھا اس نے اس کی جدائی کو اس شدت سے محسوس کیا کہ کاغذ کا وہی ملا دلا ٹکڑا لے کر اس کے حاشیہ پر اس نے ایک شعر لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ "میری آستین جو اکثر آنسوؤں سے تر رہتی ہے، ندی کے شبنم آلود پروں سے مشابہ ہے!"

---

* ایک پرانی نظم کی طرف اشارہ ہے جس میں کہا گیا ہے "کیا اُسے خبر ہے کہ جب سے وہ رخصت ہوا میری آنکھیں اس کوٹ کی طرح بھیگی ہیں جسے مچھیرے ندی کے کنارے چھوڑ گئے تھے۔

چوتھا باب:-

یوگاؤ

یہ وہ زمانہ تھا جب گینجی خفیہ طور سے "چھٹے حلقے" کی خاتون[1] کے یہاں جایا کرتا تھا۔ ایک دن محل سے واپس آتے ہوئے اس نے سوچا کہ اپنی دایہ سے مل لے جو طویل مدت تک بیمار رہنے کی وجہ سے راہبہ بن گئی تھی۔ وہ "پانچویں حلقے" میں رہتی تھی۔ بہت پوچھ گچھ کے بعد اس کا مکان ملا۔ لیکن چونکہ بیرونی پھاٹک مقفل تھا وہ اپنی سواری اندر نہ لے جا سکا۔ اس نے اپنے ایک ملازم کو بھیجا کہ اس کی دایہ کے لڑکے کورے میتسو کو بلا لائے۔ اس کے انتظار میں کھڑے کھڑے اس نے پاس کی ذلیل اور ویران گلی پر نظر ڈالی۔ گلی کا اگلا مکان ایک کٹہرے سے گھرا ہوا تھا جس کے اوپر ایک جگہ چار پانچ جالی دار دریچے تھے جن پر عمدہ اور

۱؎ [illegible] معلوم ہوگا کہ یہ کون تھی۔

سادہ سفید پردے پڑے ہوئے تھے ان پردوں کی سلوٹوں سے کئی پیشانیاں نظر آرہی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کئی عورتیں ہیں جو نیچے سڑک کے دیکھنے میں دلچسپی لے رہی ہیں۔

پہلے تو اس نے سمجھا۔ دریچے کے پاس سے گذرتے ہوئے انھوں نے جھانک لیا ہوگا لیکن اُسے پھر خیال ہوا کہ اگر وہ فرش پر کھڑی ہیں تو یقیناً ان کا قد دیووں جیسا ہوگا، لیکن نہیں وہ کسی میز یا مسہری پر چڑھی ہوئی ہیں اور یہ بات اُسے کچھ عجیب اور نامناسب معلوم ہوئی۔

وہ ایک سادی سی گاڑی میں بغیر کوچوان وغیرہ کے چلا آیا تھا۔ کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ کون ہے، اس لئے اس نے آزادانہ بڑے اطمینان سے جھک کر گلی کے مکان کا جائزہ لینا شروع کیا۔ شان اور آرائش وغیرہ سے محروم ایک مکان معمولی تھا۔ ذرا دیر کے لئے اس کے دل میں اس کے مکینوں کے لئے رحم کا جذبہ پیدا ہوا لیکن پھر اسے وہ گیت یاد آیا: "اس وسیع دنیا میں اپنے لئے گھر کیا ڈھونڈھتے ہو جہاں تمہیں آرام کرنے کا موقع مل جائے اسی کو اپنا گھر سمجھو۔" اور یہ گیت کہ: "شاہوں کے محل چاہے سنگِ یشب کے بنے ہوئے ہوں لیکن پھوس کی جھونپڑی میں دو آدمی سو سکتے ہیں۔"

مکان میں ٹٹیوں کا بھی ایک گھیرا تھا جس پر ایک ہری ٹھنڈی پتیوں والی بیل چڑھی ہوئی تھی اس کی پتیوں کے درمیان سفید پھول تھے جن کی کلیاں اپنے ہی خیالوں پر مسکراتے ہوئے شخص کے ہونٹوں کی طرح نیم وا تھیں۔ اس کے نوکروں میں سے ایک نے کہا: "انھیں یوگاؤ یعنی رشام کے چہرے کہتے ہیں۔ اس ویران دیوار پر ایسے خوبصورت پھولوں کا جھرمٹ کیسا عجیب معلوم ہوتا ہے!" اور اس میں شک نہیں کہ ایسے معمولی علاقہ کے ایک ایسے تنگ مکان کی پتلی اولتیوں اور

ڈھلواں ٹکونی چھتوں پر ان بیلوں کا چڑھنا اور جدھر جگہ ملے ادھر پھیل جانا ایک عجیب اور دلچسپ منظر پیش کرتا تھا۔ اس نے اپنے ایک نوکر کو بھیجا کہ وہ کچھ پھول لائے، وہ اندر داخل ہوا، اتنے میں زرد لمبا کرتا پہنے ہوئے ایک چھوٹی لڑکی ایک بظاہر شاندار گھوم کر کھلنے والے دروازے سے نکلی اور گنجی کے نوکر کی طرف ایک بہت ہی تیز خوشبو میں بسا ہوا سفید پنکھا بڑھا کر بولی:

"نہیں ان پھولوں کے رکھنے کے لئے بھی تو کچھ چاہیئے؟ تم نے ایک بہت ہی خراب سا گچھا توڑا ہے!" یہ کہہ کر اس نے پنکھا اسے دے دیا۔ جیسے ہی وہ واپس جانے کے لئے دروازہ کھولنے لگا، بوڑھی دایہ کا لڑکا کورے متسو گنجی کو اتنی دیر تک منتظر رکھنے کی معذرت کرتا ہوا دوسرے مکان سے برآمد ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا: "مجھے پھاٹک کی کنجی مل ہی نہیں رہی تھی، یہ بڑی اچھی بات تھی کہ اس مکان کے لوگ آپ کو پہچانتے نہیں تھے کہ آپ کو گھور گھور کر دیکھیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس پتلی گندی گلی میں انتظار کرتے کرتے بہت گھبرا گئے ہوں گے۔" یہ کہہ کر وہ گنجی کو اندر لے گیا۔ کورے متسو کا بھائی جو راہب تھا، اس کا بہنوئی مکاوا نوکامی اور اس کی بہن، سب شہزادے کو سلام کرنے کے جمع ہو گئے وہ اس کے اس طرح آجانے سے اس لئے خوش تھے کیونکہ انھیں یقین ہو گیا تھا اب شہزادہ کبھی ان کی عزت افزائی نہیں کرے گا۔

راہبہ بھی اپنی نشست سے یہ کہتی ہوئی اٹھی: "میں بہت دنوں سے ترکِ دنیا کا خیال کر رہی تھی لیکن مجھے ایک چیز روکتی رہی تھی۔ میری خواہش تھی کہ تم اپنی بوڑھی دایہ کو اسی طرح ایک بار پھر دیکھ لو جیسے تم اس سے ملا کرتے تھے۔ تم میرے پاس کبھی نہیں آئے اور آخر کار میں نے انتظار ختم کر کے ترکِ دنیا کا عہد کر لیا۔ میرا مسلک جس قسم کی ریاضت کا حکم دیتا ہے اس پر عامل ہونے کا مجھے انعام

ملا ہے کہ میری صحت کچھ بہتر ہو گئی ہے۔ اور اب جو میں نے اپنے عزیز آقا کی زیارت بھی کر لی ہے میں بڑے سکون کے ساتھ خداوند امیدا کی روشنی کا انتظار کر سکتی ہوں یہ کہہ کر ضعف کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے کچھ آنسو ٹپک پڑے۔

گنجی نے جواب دیا: کچھ دن ہوئے میں نے سنا تھا کہ تمہاری صحت بہت خراب ہے اس سے مجھے بڑی تشویش ہو گئی تھی، اب تمہیں اس راہبانہ لباس میں دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہوا۔ تمہیں ابھی بہت دن جینا ہو گا تاکہ میری ترقی دیکھ سکو اور خداوند امیدا کی جنت کے نویں طبق میں دوبارہ جنم لے سکو۔ کہا جاتا ہے کہ جن کی خواہشات پوری نہیں ہوتیں اور اس دنیا سے اٹھ جاتے ہیں وہ آنے والے جنم میں بھی بُرے اعمال کے بوجھ سے دبے رہتے ہیں!"

بوڑھی آیائیں اور اس طرح کے دوسرے لوگ اپنے پالے ہوئے بدصورت اور بدمعاش رضاعی بچوں کو بھی حسن اور خوبی کا مجسمہ سمجھنے لگتے ہیں اس لئے اگر گنجی کی دایہ جس نے اس کی ابتدائی پرورش میں اتنی دلچسپی لی تھی، اپنے منصب کو بے حد باعزت اور اہم سمجھتی تھی تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے! جب وہ گنجی سے بات کر رہی تھی تو فخر کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

بوڑھی دایہ کے بچوں کو یہ بات بہت نامناسب معلوم ہوئی کہ ان کی ماں جس نے ترک دنیا کا لبادہ پہن لیا ہے، ایک انسان میں اتنی گہری دلچسپی لے۔ یہ سوچ کر کہ گنجی خود اس بات کو بہت برا سمجھے گا، انھوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارے کئے۔ لیکن اس کے برعکس وہ اس سے بہت متاثر ہوا اور بولا: "جب میں بچہ تھا تو جو مجھے سب سے زیادہ عزیز تھے وہ اس دنیا سے جلد اٹھا لئے گئے اور اگرچہ بہت سے دوسرے لوگوں نے میری پرورش میں سہارا دیا لیکن میری پیاری آیا! جس سے میں سب سے زیادہ مانوس رہا وہ تمہیں تھیں،

جب میں بڑا ہوا تو تمہارے پاس نہ رہ سکا۔ یہ بھی نہ ہو سکا کہ جتنی بار میں اگر تم سے ملنا چاہتا تھا، اتنا ہی مل لیا کرتا۔ لیکن جب میں آخری بار تم سے ملا تھا اس سے اب تک جو طویل عرصہ گزرا ہے اس میں مجھے برابر تمہارا خیال آتا رہا ہے اور ہمیشہ یہی جی چاہا کہ کاش زندگی ہمیں اس تلخ جدائی پر اس قدر مجبور نہ کرتی۔"

اس نے یہ باتیں بڑے محبت بھرے لہجے میں کہیں۔ آنسو پونچھنے کے لئے اس نے جو آستین اٹھائی تو اس کی شاہانہ خوشبو اس چھوٹے سے نیچے کمرے میں بھر گئی۔ اور وہ نوجوان بھی جو اب تک اپنی ماں کی اس بات پر خفا تھے کہ وہ ایک ایسے شاندار شہزادے کی دایہ ہونے پر اس طرح اظہار فخر کر رہی ہے، رونے پر مجبور ہو گئے۔

بیمار دایہ کے لئے مسلسل دعائیں کئے جانے کا انتظام کر کے وہ رخصت ہوا اور کورے متسو کو ایک موم بتی جلانے کا حکم دیا۔ وہ گھر سے باہر نکلے تو گنجی کی نگاہ اس پنکھے پر پڑی جس پر سفید پھول رکھے ہوئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ اس پر کچھ لکھا ہوا بھی ہے، یہ ایک شعر تھا جو بے پروائی لیکن خوبصورتی سے تحریر کیا گیا تھا: "جس پھول نے تمہیں حیرت میں ڈال دیا وہ کوئی اور نہیں یوگاؤ ہے۔ شبنم کے قطروں سے ڈھکے ہوئے ہونے کی وجہ سے اسے پہچاننا مشکل ہے۔" لکھنے میں جان بوجھ کر بے پروائی برتی گئی تھی تاکہ لکھنے والے کی حیثیت اور شخصیت پوشیدہ رہے۔ لیکن اس تحریر سے لکھنے والے کے امتیاز اور تربیت کا جو اندازہ ہوتا تھا اس نے اسے متحیر کر دیا۔ اس نے پوچھا: "اس بائیں جانب والے مکان میں کون رہتا ہے؟" کورے متسو نے جو درمیانی آدمی نہیں بننا چاہتا تھا، جواب دیا: "میں اپنی ماں کے پاس ابھی پانچ ہی چھ دن ہوئے کہ

آیا اور اس کی بیماری کی وجہ سے ایسا مصروف رہا کہ پڑوسیوں کے متعلق کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔" گنجی نے کہا: "میں ایک بہت ہی بے ضرر مقصد کے لئے یہ بات جاننا چاہتا ہوں۔ اس پنکھے سے ایک اہم سوال متعلق ہے مجھے اسے حل کرنا ہی ہے۔ کوئی شخص جو اس جگہ سے واقف ہو اس سے پوچھ کر مجھے شکر گذاری کا موقع دو۔" کورے متسو جلدی سے دوسرے مکان تک گیا اور گھر کے نگراں کو بلایا، اس نے بتایا کہ: "یہ مکان ایک معمولی سے فوجی عہدہ دار کا ہے وہ تو ادھر مضافات میں ہیں لیکن میری مالکہ یہیں تشریف رکھتی ہیں اور چونکہ ابھی وہ جوان ہیں اور تنہا گھبراتی ہیں اس لئے ان کے بھائی جو دربار سے وابستہ ہیں، کبھی کبھی آتے رہتے ہیں۔" کورے متسو نے جب یہ باتیں گنجی سے دہرائیں تو یہ بھی کہہ دیا کہ ایک ملازم اس سے زیادہ اور جان بھی کیا سکتا ہے گنجی کے ذہن میں اچانک یہ بات آئی کہ یہ شعر انھیں درباریوں میں سے کسی نے لکھا ہے۔ تحریر میں خود اعتمادی کی شان ہے، یہ کسی ایسے شخص کا لکھا ہوا ہے جو اپنے متعلق ایک رائے رکھتا ہے۔ دل سے اس خیال کا نکال دینا بھی تکلیف دہ تھا کہ یہ شعر اس کے لئے نہیں لکھا گیا ہے۔ یہ سوچ کر اس نے ایک مڑے ہوئے کاغذ پر یہ لکھا: "میں نے پھولوں کو شام کے پھیلتے ہوئے دھندلکے میں دیکھا اگر قریب سے دیکھ سکتا تو مجھے حیرانی نہ ہوتی۔" اس نے تحریر بدل کر یہ سطریں لکھیں اور اپنے ملازم کو دیں۔ ملازم نے سوچا کہ اگرچہ پنکھا بھیجنے والوں نے گنجی کو پہلے کبھی نہ دیکھا ہوگا لیکن اس کی شکل و صورت کا ایسا شہرہ ہے کہ انھوں نے کھڑکی سے اس کی جو جھلک دیکھی ہے اسی سے اسے پہچان لیا ہوگا۔ اس نے اس کا اندازہ لگایا کہ کس ولولہ اور اشتیاق سے پنکھا بھیجا گیا تھا اور اتنی دیر تک جواب نہ پاکر کیسی مایوسی ہوئی ہوگی، وہ جواتنی

تاخیر سے جواب لے جا رہا تھا اس کے متعلق بھی وہ عورتیں یہی سمجھیں گی کہ غالباً
ایسا قصداً کیا گیا ہوگا۔ یقیناً یہ جاننے کے لئے بے چین ہوں گی کہ دیکھیں کیا جواب
آتا ہے، ان باتوں کا خیال کر کے وہ جھجھک کر مکان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ادھر ایک ہلکی سی روشنی میں گنجی چپکے سے اپنی دایہ کے گھر سے رخصت ہوا
دوسرے مکان کی کھڑکیوں کے پردے ابھی کھینچے نہیں گئے تھے اور ان میں
سے محض ایک جگنو کی طرح چمکتے ہوئے چراغ کی روشنی آ رہی تھی۔

جب وہ اپنی منزل پر (یعنی رو کو جو کے گھر) پہونچا تو وہاں ایک دوسرا ہی
منظر نگاہوں کے سامنے تھا۔ ایک خوبصورت پھلواری تھی اور ایک آراستہ
باغ، یہاں کیسی وسعت اور کشادگی تھی! ذرا ہی دیر میں اس شاندار مکان کی
ذی حیثیت مالکہ نے لکڑی کے گھیرے، کھڑکیوں اور پھولوں کا خیال اس کے
ذہن سے نکال دیا۔

جتنی دیر یہاں ٹھہرنے کا قصد تھا گنجی اس سے زیادہ ٹھہر گیا اور جب
گھر جانے لگا تو سورج اچھی طرح بلند ہو چکا تھا۔ وہ کھڑکیوں والے گھر کے پاس
سے ہو کر گزرا۔ اس علاقے سے وہ لاتعداد بار گزر چکا تھا اور کبھی اس نے اس کی
طرف توجہ نہیں کی تھی لیکن پنکھے کے اس چھوٹے سے واقعے نے اچانک اس
کی رہگذر کو بے حد اہم بنا دیا۔ اب وہ اشتیاق سے ادھر اُدھر دیکھتا اور ان
مکانوں کے مکینوں کو جاننا چاہتا تھا۔

کورے متسو کئی دن تک گنجی کے محل میں نہیں آیا۔ اور جب ایک دن آیا
تو اس نے کہا اس کی ماں روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہے اور اس کے پاس ہی
بیٹھنا مشکل ہے۔ پھر گنجی کے قریب آ کر اس نے دھیمی آواز میں کہا: "میں نے کچھ
اور تفتیش کی لیکن زیادہ نہ معلوم ہو سکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جون کے مہینے

میں کوئی شخص بڑے خفیہ طریقے پر وہاں آیا اور اب تک وہیں ہے۔ لیکن حقیقتاً یہ عورت کون ہے، یہ اس کے نوکر بھی نہیں جانتے۔ میں نے دو ایک بار جھاڑیوں کے شگاف سے اندر جھانک کر دیکھا تو کچھ نوجوان عورتوں کی جھلک دکھائی دی مگر ان کے دامن کمر تک اس طرح گرداتے ہوئے تھے کہ میرے خیال میں وہ گھر کی لونڈیاں ہوں گی۔ کل میں نے غروبِ آفتاب تک ایک خاتون کو خط لکھتے ہوئے دیکھا۔ اس کے چہرے پر سکون تھا لیکن وہ سنجیدہ معلوم ہو رہی تھی اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ اس کی کچھ کنیزیں چپکے چپکے رو رہی تھیں۔" یہ سن کر گنجی کا تجسس پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گیا۔

اگرچہ گنجی کا مرتبہ بہت بلند تھا اور اس کے ساتھ بہت سی ذمہ داریاں بھی تھیں لیکن نوجوان شہزادے کی ہردلعزیزی اور جوانی کو دیکھتے ہوئے کورے متسو جانتا تھا کہ اگر اس نے خود کو بعض پابندیوں سے آزاد نہ رکھا تو وہ اپنے فرض سے غافل سمجھا جائے گا اور ہر شخص اس کے ان افعال کو فطری اور مناسب قرار دے گا چاہے وہ ایسے ہی کیوں نہ ہوں جن کے کرنے کی اجازت عام آدمیوں کو خواب میں بھی نہیں دی جا سکتی۔

کورے متسو نے کہا: "کچھ اور معلومات حاصل کرنے کی امید میں میں نے اسے خط لکھنے کا بہانہ ڈھونڈ نکالا اور ایک بہت خوبصورت تحریر اور بہت ہی مناسب الفاظ میں لکھا ہوا جواب بھی ملا۔ وہ ضرور کسی اونچے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔" گنجی نے جواب دیا: "کچھ اور معلوم کرو۔ میں اس وقت تک خوش نہیں ہوں گا جب تک اس کے متعلق سب کچھ مجھے نہ معلوم ہو جائے۔"

غالباً یہاں ایک ایسا معاملہ تھا جس کا تصور انھوں نے برسات کی اس رات میں کیا تھا، یعنی ایک ایسی عورت جس کے ظاہری حالات سے یہ اندازہ ہو کہ

وہ سب سے نیچے طبقے کی ہے اور جسے بغیر دلچسپی لئے ہوئے نظر انداز کر دینا چاہئے لیکن جو اپنی ذات میں وہ خصوصیات رکھتی ہو جو کسی طرح قابلِ نفرت نہیں قرار دی جا سکتیں۔

اب ذرا ایک لمحے کے لئے اتسوسیمی کا ذکر سنیئے۔ اس کی نامہربانیوں نے گنجی کو اتنا متاثر نہیں کیا تھا جتنا کہ دوسرے لوگ ہو جاتے۔ اگر اس نے اس کی ہمت افزائی کی ہوتی تو وہ اسے تکلیف دہ بے امتیازی کا معاملہ سمجھ کر بہت جلد ختم کر دینے کی کوشش کرتا لیکن اب وہ مسلسل اپنی شکست کی تلافی کے لئے ایسی ہی تدبیریں سوچا کرتا تھا جس سے وہ اتسوسیمی کے عزم کو غیر متزلزل کر دے۔

جس دن گنجی اپنی دایہ کے یہاں گیا تھا، اس دن تک اس نے کبھی معمولی طبقہ کی کسی عورت میں کوئی دلچسپی نہیں لی تھی لیکن اس برسات کی رات کی گفتگو کے بعد اب اس نے (اپنے خیال میں) سماج کے ہر گوشے کو چھان مارا تھا، اپنے اس جائزے میں ان قسموں اور طبقوں کو بھی شامل کر لیا تھا جنھیں اس کے دوستوں نے دور از کار اور ناممکن الوقوع سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ اسے اس عورت کا خیال آیا جو اس کی زندگی میں ایک حدِ فاصل کی حیثیت سے داخل ہو گئی تھی۔ کس شان اعتماد سے اس نے انتظار کرتے رہنے کا وعدہ کیا تھا! اس کا دل کڑھتا تھا لیکن وہ اس کو خط لکھتے ہوئے ڈرتا تھا کہ کہیں اتسوسیمی کو نہ معلوم ہو جائے اور جس طرح اس کی (اتسوسیمی) طرف سے رہی سہی امید بھی جاتی رہے وہ بھی بعد میں اسے دیکھے گا۔۔۔۔؟

ٹھیک اسی وقت آیونوسوکے کی آمد کی اطلاع آئی۔ وہ ابھی اپنے صوبے کے سفر سے واپس آیا تھا اور وقت ضائع کئے بغیر شہزادے کے سلام کے لئے حاضر ہو گیا۔ کشتی کے طولانی سفر نے اسے سانولا اور وحشت زدہ بنا دیا تھا گنجی

نے سوچا "واقعی یہ بالکل ہی غیر دلچسپ شخص ہے!" لیکن اس سے بات چیت تو ہو ہی سکتی تھی کیونکہ اگر کوئی شخص اچھے خاندان میں پیدا ہوا ہے تو عمر کی زیادتی یا بدبختی نے اُسے کتنا ہی تباہ حال کر دیا ہو، اس کے ذہن اور اطوار میں ایک شائستگی ضرور ہوگی جو اسے قابلِ نفرت نہیں بننے دے گی۔ ان میں آیو کے صوبہ کے متعلق گفتگو ہونے لگی، گنجی نے کہیں کہیں مذاق بھی کیا لیکن اچانک پریشانی کا ایک احساس اس پر طاری ہو گیا۔ وہ یاد ہیں اُسے اس قدر الجھن میں کیوں ڈال رہی ہیں؟ آیو نوسوکے، ایک بوڑھا آدمی تھا، اس نے اُسے کوئی نقصان بھی نہیں پہونچایا تھا۔ گنجی نے سوچا: "اس طرح کی احتیاطیں واہیات ہیں۔" اس نے ٹھیک سمجھا تھا کہ اس کی شادی بہت عجیب اور بے جوڑ ہے اور اُوتسوسیمی کے اشتباہ کا خیال کر کے اس نے محسوس کیا کہ اس کا برتاؤ ٹھیک نہیں تھا۔ اگرچہ اس کی بے رخی سے وہ اب زخم خوردہ سا تھا لیکن اس کے شوہر کا خیال کر کے اُسے اس بات کی خوشی تھی کہ اُتسوسیمی نے کمزوری نہیں دکھائی۔

آیو نے کہا "میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے اس لئے میں اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں۔" اس نے گنجی کو اور زیادہ الجھن میں ڈال دیا۔ جانے سے پہلے وہ اس سے کسی نہ کسی طرح ضرور مل لینا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے بھائی سے کہا اور بھائی نے اپنی بہن سے اس کے متعلق گفتگو کی۔ ان حالات میں شہزادے کے ساتھ ایک سازش میں شریک رہنا کسی کے لئے بھی بہت دشوار تھا، پھر اس کے لئے جو اس سے مرتبہ میں بہت کم تھی اور نئی پابندیوں میں گھر گئی تھی، اس کا خیال کرنا بھی ناممکن تھا۔ اس کے ساتھ ہر طرح کے تعلقات کا ختم کر دینا بھی اس کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اب وہ اس کے خطوں کا جواب بھی پہلے سے زیادہ محبت سے نہیں دیتی تھی بلکہ اس کی کوشش بھی کرتی تھی کہ چلے

بظاہر بے پروائی معلوم ہو لیکن خطوں میں کچھ ایسے اشارے ہوں جن سے وہ خوش ہو اور اسے یہ اندازہ ہو کہ وہ اب بھی اس سے غافل نہیں ہے، وہ ان باتوں کو محسوس کرتا تھا اور اگرچہ اس خیال سے پریشان تھا کہ وہ اب بھی اس کی طرف جھک نہیں رہی ہے لیکن اس کے خیال کو اپنے دماغ سے نکال دینا ناممکن نظر آتا تھا۔

جہاں تک دوسری لڑکی کا تعلق ہے اس نے سمجھ لیا تھا کہ وہ ایسی نہیں ہے جو اس کے غم میں اس وقت بھی گھلتی رہے گی جب اس کی شادی ہو جائے گی اور وہ اپنے شوہر کے ساتھ باقاعدگی کی زندگی بسر کرنے لگے گی۔ اس کے متعلق یہ سوچکر وہ خوش تھا۔

پت جھڑ کا موسم آ گیا تھا۔ گنجی نے نئی زندگی میں اتنی پیچیدگیاں پیدا کر لی تھیں کہ کچھ دنوں سے اس کے بڑے محل کے جانے میں بڑی بے قاعدگی آ گئی تھی۔ اس وجہ سے وہاں اس کی کوئی عزت نہ تھی۔ روکوجو کے ساتھ نباہ بہت مشکل نظر آرہا تھا لیکن اسے حاصل کرنے میں اس نے دشواریوں کے اتنے قلعے فتح کیے تھے کہ اب جو اس کے ہاتھ میں آجانے کا وقت آ گیا تھا اس سے دست بردار ہو جانا حماقت معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا تھا کہ جذبہ دانشہ آور جذبہ اس کے دل میں اس وقت تھا جب وہ حاصل نہیں ہوئی تھی، وہ اب بالکل ختم ہوتا نظر آتا تھا۔ وہ بے حد حساس تھی، اس کے علاوہ اُن کی عمروں میں بڑا فرق تھا، اور پھر صبح کے دھندلکے میں اس سے جدا ہوتے وقت راز کے افشا ہو جانے کا مسلسل خوف بھی مسلط رہتا تھا۔ گویا اس طرح بہت سی دشواریاں یکجا تھیں۔

ایک صبح کا ذکر ہے جب باغ کے اوپر گہری کہر چھائی ہوئی تھی۔ کئی بار گنجی نے

۱؎ گنجی کی عمر سترہ سال اور روکوجو کی چوبیس سال تھی۔

کے بعد گنجی آخر کار روکوجو کے کمرے سے باہر آیا تھا اور بہت ہی بے مزہ اور سویا سویا سا نظر آر ہا تھا۔ ایک کنیز نے کھڑکی کے ڈھنے والے پٹ کا ایک حصہ کھول دیا تھا تاکہ اس کی مالک شہزادے کے جانے کا منظر دیکھ سکے۔ روکوجو نے مسہری کا پردہ ایک طرف کھینچ دیا، سر کو جھٹک کر اپنے بال کندھوں پر ڈال لئے اور باہر باغ پر نگاہ ڈالی۔ روشوں کے کنارے اتنے خوبصورت پھول کھلے ہوئے تھے کہ گنجی انھیں دیکھنے کے لئے ذرا سا رک گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ شاہزادہ بہت حسین معلوم ہو رہا ہے، وہ برآمدے کے سامنے پہونچ رہا تھا کہ جس کنیز نے کھڑکی کھولی تھی وہ آکر اس کے برابر چلنے لگی۔ وہ ہلکے ہرے رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھی جو موسم اور مقام سے گہری مناسبت رکھتا تھا۔ اس نے اسے اس طرح پہنا تھا کہ اس کی رفتار کی نزاکت اور خوبصورتی پوری طرح نمایاں ہو رہی تھی۔ گنجی نے مڑکر اس کی طرف دیکھا اور کہا: "آؤ ایک لمحہ کے لئے ادھر اس چہار دیواری پر گوشے میں بیٹھیں" اُسے تامل کرتے دیکھ کر اس نے سوچا: "یہ بہت شرمیلی معلوم ہوتی ہے لیکن اس کی زلفیں کس خوبصورتی سے اس کے شانوں پر پڑی ہوئی ہیں!" پھر اس نے یہ نظم پڑھی، "اگرچہ میرے لئے یہ خیال نہیں کیا جائے گا کہ میں بے پروائی سے ایک پھول سے دوسرے پھول پر منڈلاتا ہوں لیکن صبح کے زرد عشق پیچاں کے پھول میں ضرور توڑنا چاہتا ہوں!" اس نے یہ شعر پڑھا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس نے ایک مشاق بے تکلفی سے جواب دیا: "میں سمجھتی ہوں آپ کہر میں ڈوبے ہوئے صبح کے پھولوں کی تعریف کرنے میں جلدی کرتے ہیں!" اس طرح اس نے ایک شعر میں تعریف و تحسین کا وہ پہلو ہی ٹال دیا جو ذاتی یا عام مفہوم میں لیا جا سکتا تھا۔ ٹھیک اسی وقت ایک بہت خوش اسلوب لڑکا بڑے زرکش ڈھیلے پاجامے پہنے ہوئے پھولوں میں آیا، اس کے کپڑوں سے پھولوں پر پڑی ہوئی اوس کی بوندیں گر گئیں، اس نے عشق پیچاں کا ایک گچھا توڑا۔ گنجی کا جی چاہا کہ کاش

اس منظر کی تصویر کھینچ سکتا۔

اس کو دیکھ کر کوئی بھی خوش ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ اس پھولوں سے لدے ہوئے درخت کی طرح تھا جس کے سایہ میں پہاڑی دیہاتی بھی آرام کر کے خوش ہوتا۔ اس میں کچھ ایسا جادو تھا کہ جو لوگ اس سے واقف تھے وہ اسے اپنی عزیز ترین چیز دے دینے پر آمادہ رہتے۔ لوگ اس سے بہتر اور کسی بات کو نہ جانتے کہ اپنی چہیتی بیٹیوں کو گنجی کی خدمت گزاری میں دے دیں، اگر کسی کی خوبصورت بہن ہوتی وہ چاہتا کہ اُسے جیسا چھوٹا کام بھی کرنا پڑے، گنجی کے یہاں خدمت کا موقع مل جائے۔ پھر وہ عورتیں جنہیں اس سے باتیں کرنے اور جی بھر کے اُسے دیکھنے کا فخر حاصل تھا اور وہ لوگ جو حساس تھے اور اس کی صحبت سے لطف اندوز ہوتے تھے، وہ اس بات کو تکلیف کے ساتھ کیوں نہ محسوس کرتے کہ اب اس کا آنا جانا بہت کم ہو گیا ہے!

لیکن میں لکھتے لکھتے، کہاں بہک گئی! اچھا ہاں! کورے مِتسو خاموشی سے اپنی اس تفتیش میں لگا ہوا تھا جو گنجی نے اس کے سپرد کی تھی۔ اُس نے کہا:

"ابھی تک میں یہ پتہ نہ لگا سکا کہ یہ عورت کون ہے! پھر وہ خود کو پوشیدہ رکھنے کی فکر میں بھی تو رہتی ہے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ ان مکانوں کے درمیان والی سڑک پر کوئی گاڑی گذری اور اس سے تمام لونڈیاں باہر جھانکنے لگیں، وہ خاتون بھی جسے میں مکان کی مالک سمجھتا ہوں انھیں کے ساتھ مل کر اتر گئی اور میں اسے ٹھیک سے دیکھ نہ سکا۔ لیکن پھر بھی میرا خیال ہے کہ وہ بہت خوبصورت ہے۔

"ایک دن ایسا ہوا کہ ایک گاڑی اس گھر کی طرف آ رہی تھی جس کے باہر کو جوان بیٹھے ہوئے تھے، ایک لونڈی نے گھر سے باہر نکل کر آواز دی "یو کون! یو کون! جلدی آ کر دیکھو تو! کپتان کی سواری گذر رہی ہے"! اس نے انگلی کا اشارہ کر کے کہا!

"خاموشی سے، خاموشی سے! تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ کپتان ہے؟ میں خود جا کر

دیکھتی ہوں" اور وہ بھی باہر نکل آئی۔ ایک قسم کی چھوٹی سی ہٹنے والی پلیا باغ کو گلی سے ملاتی تھی، وہ جو جوش میں چلی تو اس کے کرتے کا دامن اس میں پھنس گیا اور بچاری منھ کے بل اس طرح گری کہ خندق میں جاتے جاتے بچی، اس نے جھنجھلاتے ہوئے کہا: "مقدس کستوراگی[1] نے کیسا خراب پل بنایا ہے!" گرنے سے اس کا جوش کم نہیں ہوا اور وہ پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے گاڑی کی طرف لپکی۔ آنے والا ایک سادہ ڈھیلی ڈھالی عبا پہنے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ خدمتگار بھی تھے اور جیسے جیسے وہ قریب آتے جاتے تھے لونڈیاں پہچان کر ان کے نام لے کر انھیں پکار رہی تھیں اور سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ سب نام تو نوچو کے سائیسوں اور خدمتگاروں کے تھے۔

گنجی نے کہا: "میں خود اس گاڑی کو دیکھوں گا۔ کیا خبر یہ وہی خاتون ہو جس کے پھر پانے کی طرف سے تو جو نے اس برساتی رات میں مایوسی ظاہر کی تھی!"

کورے متسو نے یہ دیکھ کر کہ گنجی خاص توجہ سے اس کی بات سن رہا ہے، گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا: "میں آپ سے یہ بھی عرض کر دوں کہ اس مکان سے میرے دلچسپی لینے کا بھی سبب ہے، جب میں اپنے سلسلہ میں کچھ پوچھ گچھ کر رہا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ نوجوان خاتون اپنے ساتھ والیوں کو ہمیشہ اس طرح مخاطب کرتی ہے جیسے وہ اس کے برابر مرتبہ کی ہیں۔ جب اس بات کو ایک بہانہ بنا کر میں وہاں آنے جانے لگا تو مجھے اندازہ ہوا کہ جہاں بوڑھی عورتیں اپنی ذمہ داری کا حق ٹھیک سے ادا کرتی تھیں، جوان خادمائیں کبھی بھول کر 'میری مالکہ' کہہ جاتی تھیں، اسے سُن کر دوسری موجود عورتیں کسی نہ کسی طرح اس کی تلافی اس طرح کرتیں کہ گویا یہ غلط بات یونہی منھ سے نکل گئی ہے اور اس طرح کی باتیں کرتی تھیں جس سے یہ معلوم ہو کہ ان میں کوئی آقا اور مالک نہیں ہے۔" یہ کہہ کر کورے متسو ہنسا۔

---

[1] گلیوں کا دیوتا جس نے راتوں رات پتھر کا وہ پل بنا دیا تھا جو کوہ کستوراگی اور کوہ کوبو کو ملاتا ہے

گنجی نے کہا" اب جو میں دوسری دفعہ تمہاری ماں کو دیکھنے آؤں تو کسی طرح اس کا موقع نکالنا کہ میں بھی اندر جھانک کر دیکھ سکوں" اس نے اپنے ذہن میں اس عجیب ویران مکان کا تصور قائم کیا۔ وہ اس مکان میں وقتی طور سے رہ رہی ہے لیکن یقیناً اس کا تعلق اس نچلے طبقے سے ہے جس کو انھوں نے یہ کہہ کر نظرانداز کر دیا تھا کہ بحث میں اس کو جگہ ہی نہیں دی جاسکتی۔ کیسا لطف آئے اگر وہ ان لوگوں کو دکھا سکے کہ وہ غلطی پر تھے اور یہ بہرحال ممکن ہے کہ ایسی جگہوں میں بھی دلچسپی کی کوئی چیز مل جائے!

کورے متسو جو اپنے آقا کی ہر خواہش اور شوق کو پورا کرنا چاہتا تھا اور خود بھی وہاں کے معاملہ میں دلچسپی لیتا تھا آخرکار بہت سی حیرت آمیز تدبیروں کے بعد اس میں کامیاب ہو گیا کہ گنجی اور اس پراسرار خاتون کے درمیان خفیہ ملاقات کا انتظام کرا سکے۔ اگر ان کی تفصیل لکھی جائے تو کہانی میں خواہ مخواہ کی طوالت بڑھے گی اور ایسے معاملوں میں جیسا میرا اصول ہے میں نے انھیں نظرانداز کر دینا ہی مناسب سمجھا ہے۔

گنجی نے اس سے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ وہ اُسے کس نام سے پکارے، نہ خود اپنی ہی حقیقت اسے بتائی۔ وہ بہت معمولی کپڑے پہن کر وہاں جاتا اور اس سے بھی زیادہ غیر معمولی بات یہ تھی کہ پیدل جاتا۔ کورے متسو کا خیال تھا کہ ایک ایسی غیر اہم خاتون کی یہ ضرورت سے زیادہ عزت افزائی ہے، وہ اس پر اصرار کرتا تھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جایا کرے، وہ اس کے ساتھ پیدل ہو لیا کرنے میں خود اسے اپنے جذبات کی قربانی دینی پڑتی تھی کیونکہ وہ بھی یہ چاہتا تھا کہ اس گھر کے لوگوں کی نگاہوں میں معزز نظر آئے اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس ذلیل بات میں وہاں جانے سے وہ وہاں کے رہنے والوں کی نظروں سے گر جائے گا۔ خوش قسمتی سے وہ اس

تذلیل سے بچ گیا کیونکہ گنجی اپنے ساتھ صرف ایک خادم کو لے جانا چاہتا تھا اور وہ وہی چھوکرا تھا، جس نے پہلے دن وہاں سے پھول توڑے تھے۔ اُسے کوئی پہچان بھی نہیں سکتا تھا، اس لئے کہ کوئی شبہ کیا ہی نہ جا سکے اس نے یہاں آنے سے یہ فائدہ بھی نہیں اٹھایا کہ اپنی دایہ کے یہاں بھی آیا کرے۔

وہ جوان عورت ان احتیاطی تدابیر سے کچھ عجیب چکر میں تھی اور اس کے متعلق کچھ اور جاننے کی بڑی کوشش کرتی رہتی تھی بلکہ اس نے ایک شخص کو یہ دیکھنے کے لئے اس کے پیچھے بھی لگا دیا کہ صبح کو وہ اس کے یہاں سے کہاں جاتا ہے لیکن گنجی اپنے پیچھا کرنے والے کو غلط راہ پر لگانے میں کامیاب ہو گیا اور اس کے علم میں کوئی اضافہ نہ ہو سکا۔ آہستہ آہستہ گنجی کا اشتیاق اس کے لئے بڑھتا جا رہا تھا۔ اگر اس کے وہاں جانے میں کسی قسم کی رکاوٹ پڑ جاتی تو وہ بہت رنجیدہ ہو جاتا اور اگرچہ وہ اپنی اس حرکت کو پسندیدہ نہیں سمجھتا تھا اور اس سے الجھن میں بھی رہتا تھا لیکن اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنا زیادہ وقت اسی عورت کے گھر پر گذارنے لگا ہے۔

وہ جانتا تھا کہ اپنی زندگی میں کسی نہ کسی وقت سنجیدہ سے سنجیدہ انسان بھی اپنی عقل کھو دیتا ہے لیکن اس نے ابھی تک ایسا نہیں کیا تھا یا کم سے کم کوئی ایسی بات نہیں کی تھی جسے بہت زیادہ غلط کہا جا سکے لیکن یہ دیکھ کر اس کی حیرت اور خوف میں اضافہ ہو گیا کہ صبح کے وہ چند گھنٹے بھی اس کے لئے ناقابل برداشت ہوتے جا رہے تھے جن میں وہ اس سے دور رہتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے آپ سے یہ سوال پوچھتا رہتا ہے کہ "آخر اس میں کیا بات ہے جس نے اسے دیوانہ بنا رکھا ہے۔" وہ حیرت انگیز حد تک سیدھی سادی اور نیک معلوم ہوتی تھی، کبھی کبھی تو وہ سرد مہر سی لگتی، جیسے اس میں جذبات کی گہرائی نہ ہو اور اگرچہ کسی حد تک اس میں

لڑکیوں جیسا الھڑ پن تھا لیکن یہ بات بالکل واضح تھی کہ وہ اس کا پہلا عاشق نہیں تھا اور اس میں بھی شک ہی نہیں تھا کہ وہ نیچے طبقے کی تھی۔ اس میں وہ کیا خاص بات تھی جو اس پر جادو کر رہی تھی؟ یہ سوال وہ بار بار اپنے سے کرتا تھا لیکن جواب نہیں پاتا تھا۔

وہ اپنی جگہ۔ پر اس بات سے بہت زیادہ پریشان تھی کہ وہ بوسیدہ خستہ کاری لباس میں آتا ہے، اپنے چہرے کو چھپانے کی برابر کوشش کرتا رہتا ہے اور ابھی جب اندھیرا ہی ہوتا ہے اور تمام لوگ سوتے رہتے ہیں وہ اٹھ کر چلا جاتا ہے۔ وہ پرانی داستانوں کو کوئی عاشق دیو معلوم ہوتا تھا اور وہ اس سے خوف محسوس کرتی تھی۔ لیکن اس کی معمولی سے معمولی حرکت یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ عام آدمیوں سے مختلف ہے، اسے شبہ ہونے لگا کہ کوئی اعلیٰ مرتبے کا انسان ہے جس نے کورے متسو سے ایک دلال کا کام لیا ہے لیکن کورے متسو سختی سے یہ ظاہر کرتا رہتا تھا کہ وہ اپنے ساتھی کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا اور اپنی دلچسپی کے لئے وہ خود وہاں آتا جاتا رہا۔

اس کا کیا مطلب ہو سکتا تھا؟ وہ اس عجیب محبت سے، جو وہ نہیں جانتی تھی کہ کس کے ساتھ کر رہی ہے بہت زیادہ خوفزدہ تھی۔ لیکن وہ بھی تو کچھ پر اسرار اور غیر حقیقی سی معلوم ہوتی! گنجی کو یہ خیال رہ رہ کر پریشان کرتا تھا کہ یہ جس طرح یہاں اپنے کو پوشیدہ کئے ہوئے ہے اسی طرح پھر غائب ہو جائے گی اور اس کا پتہ نہ ملے گا۔ ہر بات سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ یہاں اس کا قیام محض عارضی ہے۔ اسے یقین تھا کہ جب اس کے چلے جانے کا وقت آئے گا تو وہ بغیر یہ بتائے ہوئے کہ کہاں جا رہی ہے چلی جائے گی۔ بے شک اس کا چلا جانا اس بات کا ثبوت ہوگا کہ وہ بہت زیادہ فکر کرنے کے لائق بھی نہیں تھی اور اسے اس بات پر قانع رہ کر

مسئلہ کو اسی جگہ چھوڑ دینا چاہیئے کہ اس کے ساتھ اس نے بڑا پُر لطف وقت گذارا تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ وہ اسی وقت کر سکے گا جب کوئی اور صورت نہیں رہ جائے گی۔

لوگوں کو آہستہ آہستہ شبہ ہونے لگا تھا اور کئی کئی راتیں مسلسل گذر جاتی تھیں کہ وہ اس کے پاس نہیں آسکتا تھا۔ یہ بات اُس کے لئے اتنی ناقابلِ برداشت ہو گئی کہ اس نے بے صبر ہو کر طے کر لیا کہ وہ اُسے خفیہ طور سے اپنے محل بجوان میں لے آئے گا۔ اگر کہیں اس کا پتہ چل گیا تو بڑا تکلیف دہ ہنگامہ ہو گا لیکن خطرہ مول لینا ہی پڑے گا۔

آخر کار ایک دن اس نے کہا: "میں تمہیں ایسی اچھی جگہ لے جانے کو سوچ رہا ہوں جہاں کوئی ملنے میں خلل انداز نہ ہو سکے۔" اُس نے تقریباً چیختے ہوئے کہا "نہیں نہیں! تمہاری باتیں عجیب و غریب ہیں۔ مجھے تمہارے ساتھ جانے میں ڈر لگے گا!" اُس نے یہ بات بچوں کے سے خوفزدہ لہجے میں کہی۔ گنجی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "ہم دونوں میں کوئی نہ کوئی انسانی بھیس میں لومڑی[1] ضرور ہے اب اس کا موقع آگیا ہے کہ معلوم ہو جائے ہم میں سے کون ایسا ہے!" اس نے یہ بات بڑی نرمی سے کہی اور اچانک بہت ہی فرمانبردارانہ انداز میں وہ اس پر تیار ہو گئی کہ جو وہ بہتر سمجھے کرے۔ اس کے اس طرح تیار ہو جانے اور اس نہایت ہی عجیب اور خطرناک مہم میں اُس کے ساتھ ہو جانے کے ارادے سے وہ بہت متاثر ہوا۔ اُسے پھر تو نوجو کی برسات والی رات کی کہانی یاد آگئی اور اُسے اس

---

[1] وہاں یہ توہم تھا کہ لومڑیاں انسانی لباس میں آتی اور لوگوں کو بہکا لے جاتی ہیں۔

میں ذرا بھی شک نہ رہا کہ یہ تونوچو کی وہی گریز پا محبوبہ ہے۔ اُسے اندازہ ہوا کہ کسی نہ کسی سبب سے وہ اپنے ماضی کے متعلق سوالات سے بچنا چاہتی ہے اس لئے اس نے اپنے جذبۂ تجسس کو دبا لیا۔ جہاں تک وہ دیکھ سکا اُسے اُس میں بھاگ جانے کی کوئی بات نظر نہ آئی، نہ اُسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ جب تک اس سے وفادار رہے گا وہ ایسا کرے گی۔ تونوچو نے اُسے مہینوں سے اس کے حال پر چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ اگر اس نے گنجی کو ذرا سا بھی کسی اور طرف جھکتے دیکھا تو اس کا انجام بُرا ہوگا۔

آٹھویں مہینے کی پندرھویں رات تھی۔ صاف آسمان سے پورے چاند کی روشنی چھت کے بے جوڑ تختوں سے ہو کر آ رہی تھی اور کمرہ روشنی سے بھرا ہوا تھا۔ کمرے میں چاروں طرف نظر ڈال کر گنجی نے سوچا یہ رہنے کی عجیب جگہ ہے، میں نے تو اس سے پہلے کبھی ایسا کمرہ دیکھا نہیں ہے! اب تو صبح ہو گئی ہے پڑوس کے مکانوں میں لوگ چل پھر رہے تھے اور دیہاتیوں کی غیر شستہ آوازیں آ رہی تھیں: "اوہ! کیسی سردی ہے! مجھے یقین نہیں ہے کہ ہم اس سال کچھ اچھی فصل کاٹیں گے" ایک دوسری آواز آئی:

"سمجھ میں نہیں آتا کہ میرے پھیری کے بیوپار کا کیا حال ہوگا! حالات بڑے خراب معلوم ہو رہے ہیں۔" پھر کسی نے دیوار پر زور سے ہاتھ مار کر کہا: "پڑوسی! اٹھو! چلنے کا وقت آ گیا ہے، تمہارا کیا خیال ہے اس نے سُنا بھی؟" یہ باتیں کرتے ہوئے وہ لوگ اٹھے اور روزی حاصل کرنے کے لیے چھوٹے چھوٹے کاموں پر روانہ ہو گئے۔

قریب ہی اتنے شور و غل سے خاتون بہت پریشان ہو گئی۔ ایسی نازک اور محتاط طبیعت کے انسان کے دل میں ایسے ذلیل مکان میں رہنے سے ایسی باتیں ضرور آئی ہوں گی جس سے اس کے دل میں زمین کے اندر سما جانے کی خواہش پیدا

ہو جائے۔ لیکن کیسی ہی تکلیف دہ، ناخوشگوار اور غصہ دلانے والی باتیں کیوں نہ پیش آئیں وہ اس کا اندازہ بھی نہیں ہونے دیتی تھی کہ وہ ان کی طرف متوجہ بھی ہے۔ اس کے اس قدر نازک ہونے اور لئے دیئے رہنے کے باوجود چاروں طرف کے تکلیف دہ شور وغل اور کھٹ پٹ کو بغیر شکوہ و شکایت کے برداشت کرنے سے وہ بہت متاثر ہوا اور اُسے یہ بات بہ نسبت اس کے زیادہ اچھی معلوم ہوئی کہ وہ ہر آواز پر خوف سے چونک جایا کرتی۔ لیکن اب غلّہ کوٹنے والی مشینوں کی گرج دار آوازیں اتنے قریب سے آنے لگیں جیسے تکیئے کے اندر سے ہی نکل رہی ہیں، گنجی کو محسوس ہوا کہ اس کے کان پھٹ جائیں گے۔ یہ شور کرنے والی اتنی زیادہ آوازیں کہاں سے آرہی تھیں وہ سمجھ نہ سکا لیکن وہ بہت ہی عجیب اور چونکا دینے والی تھیں ساری فضا انہیں گھڑگھڑاہٹوں اور دھماکوں سے بھر گئی تھی۔ کبھی کبھی اِدھر اُدھر سے دھوبی کی مُنگری کی ہلکی سی آواز یا اُڑتے ہوئے جنگلی ہنسوں کی بولی سُنائی دے جاتی تھی۔ یہ ساری باتیں توجہ کو منتشر کرنے والی تھیں۔

ان کا کمرہ مکان کے سامنے والے حصّے میں تھا، گنجی نے اٹھ کر کھڑکیوں کے گھومنے والے پٹ کھول دیئے، وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے ہو کر باہر دیکھنے لگے، ان کے قریب ہی صحن میں چینی بانسوں کی ایک کوٹھی تھی، ان کے کونوں پر اوس کی بوندیں تھیں وہ یہاں بھی اسی طرح چمک رہی تھیں جیسے ان باغوں میں، گنجی جن کے دیکھنے کا عادی تھا۔ کیڑوں مکوڑوں کے بولنے کی ملی جلی آوازیں آرہی تھیں، دیواروں میں جھینگر بول رہے تھے، اس نے یہ آوازیں اکثر سنی تھیں لیکن دور سے۔ آج وہ اتنے قریب ریں ریں کر رہے تھے تو ان کی آواز نامانوس لیکن ان گانوں سے زیادہ میٹھی معلوم ہو رہی تھیں جنہیں وہ سُنا کرتا تھا۔ اس طرح چونکہ اس مکان میں ایک چیز اسے بہت عزیز تھی، نقائص کے باوجود ہر چیز میں اسے دلچسپی

اور خوبصورت نظر آنے لگی۔ وہ ایک سفید شلوکہ پہنے ہوئے تھی اور اس کے اوپر ایک بھورے رنگ کا ملائم لبادہ تھا۔ یہ لباس معمولی تھا لیکن وہ اس میں خوبصورت اور ممتاز دکھائی دیتی تھی، حالانکہ اس کی صورت میں ایک طرح کی نزاکت اور رعنائی کے سوا اور کوئی خاص بات نہ تھی۔ ہاں اس کے انداز میں کچھ ایسا غم اور خلوص تھا کہ جب وہ باتیں کرتی تھی تو البتہ حسین نظر آنے لگتی تھی۔ کاش اس میں تھوڑی سی گرمجوشی اور ہوتی! لیکن اس کے باوجود وہ جیسی بھی تھی اس کے لئے بے پناہ کشش رکھتی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ وہ اس کو لے کر کہیں ایسی جگہ لے جائے جہاں کوئی دخل نہ دے سکے۔ اس نے کہا: "میں تمہیں ایک ایسی جگہ لے جانا چاہتا ہوں جو یہاں سے کچھ ایسی دور نہیں ہے، وہاں ہم رات آرام سے بسر کریں گے۔ یہ سلسلہ ہمیشہ نہیں چل سکتا کہ صبح ہوتے ہی ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں!" اس نے اطاعت گذاری کے لہجہ میں پوچھا: "آپ نے اچانک یہ فیصلہ کیوں کر لیا؟" گنجی نے اس سے قسم کھائی کہ وہ اس جنم میں اور آنے والے جنموں میں اس سے محبت کرے گا اور اس نے اس محبت بھرے جوش سے جواب دیا کہ وہ بالکل بدلی ہوئی نظر آنے لگی، اب وہ ویسی سرد مہر عورت نہ تھی جیسی اس نے اسے دیکھا تھا اور یہ یقین کرنا بھی مشکل تھا کہ اس طرح کے عہد و پیمان اس کے لئے یکسر نئے نہ تھے۔

ساری احتیاطوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس نے کورن خادمہ کو بلوایا اور حکم دیا کہ نوکروں سے کہو گاڑی لائیں۔ بات کی بات میں صورت حال گھر بھر کو معلوم ہو گئی اور شروع میں عورتیں اپنی مالکہ کے اس طرح لے جائے جانے پر پریشان ہوئیں لیکن انھیں یہ خیال نہیں ہوا کہ ایسا آدمی اسے کوئی نقصان پہونچائے گا۔ صبح ہو رہی تھی، مرغوں نے بانگ دینا بند کر دیا تھا۔ کسی بوڑھے آدمی کی آواز (ایک زائر کی جو مقدس پہاڑ پر چڑھنے کی تیاری کر رہا تھا) کہیں

قریب سے آرہی تھی اور جب وہ ہر دعا کے بعد اپنی پیشانی سے زمین کو چھونے کے لئے جھکتا تھا تو اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کتنی تکلیف سے راستہ طے کر رہا تھا۔ یہ بوڑھا آدمی جس کی زندگی صبح کی شبنم کی طرح حقیر تھی، اپنی دعاؤں میں کیا چیز مانگ رہا تھا؟ اب اس کے الفاظ بھی سنائی دے رہے تھے "نامو تورائی نو روشی" (آنے والے نجات دہندہ کی جے ہو) گنجی نے آہستگی سے کہا: "سنو! کیا یہ اس بات کی فال نیک نہیں ہے کہ ہماری محبت مختلف آنے والی زندگیوں میں بھی قائم رہے گی؟" پھر اس نے یہ نظم پڑھی: "اس زائر کے بھجن کے شگون کو غلط نہ ہونے دو، آنے والے جنموں میں بھی ہماری محبت تبدیل ہوئے بغیر باقی رہے گی۔"

پھر "دائمی گناہ" نامی نظم کے عاشقوں کے برعکس جنھوں نے دعا مانگی تھی کہ وہ ان جڑواں چڑیوں کی طرح ہو جائیں جن کے ایک ہی پنکھ ہو (کیونکہ انھیں یاد آیا کہ یہ کہانی ایک المیہ پر ختم ہوئی ہے) انھوں نے یہ دعا مانگی: "خدایا ہماری محبت اس وقت تک قائم رہے جب تک کہ میتریا بدھ کے روپ میں زمین پر نہیں آتا۔" لیکن وہ چونکہ اب تک مشکوک تھی اس نے یہ شعر پڑھا: "میں نے اس دنیا میں اتنے غم دیکھے ہیں کہ مجھے دوسرے آنے والے جنموں سے بھی کوئی امید نہیں رہ گئی ہے۔" اس کی یہ شاعری ابھی کچھ قبل از وقت معلوم ہوتی تھی [۵]

وہ خوش خوش یہ سوچ رہی تھی کہ ڈوبتا ہوا چاند ان کی راہ روشن کرے گا اور گنجی یہی کہہ بھی رہا تھا کہ اچانک چاند بادلوں کے ایک جھرمٹ کے پیچھے چھپ گیا۔ لیکن پو پھٹتی ہوئی صبح میں بڑی دلآویزی تھی۔ اجالا ہو جانے سے پہلے ہی

---

[۵] ہمیں بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف انیس سال کی تھی۔

چلے جانے کے خیال سے وہ اسے جلدی سے گاڑی تک لے گیا اور یوکون کو اس کے پہلو میں بٹھا دیا۔

وہ ایک غیر آباد مکان میں پہونچے جو کچھ زیادہ دور نہیں تھا، ابھی وہ مکان کے مہتمم کے باہر آنے کا انتظار ہی کر رہا تھا کہ اس نے پھاٹک کو دیکھا جو ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا اس کے ارد گرد گھنی روشنی بد گھاس اگ رہی تھی۔ اس نے ایسا اجاڑ دروازہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ گہری کہر چھائی ہوئی تھی اور اوس اتنی گری تھی کہ جب اس نے گاڑی کی کھڑکی کھولی تو اس کی آستینیں بھیگ گئیں۔ گنجی نے کہا: "مجھے آج تک کبھی اس قسم کے واقعہ سے دوچار نہیں ہونا پڑا ہے اس لئے جیسا کہ تم سمجھ سکتی ہو، میں کس قدر پریشان ہوں" اور اسی وقت اس نے ایک نظم کہہ ڈالی جس میں کہا گیا تھا کہ جب سے دنیا بنی ہے اس میں عشق احمق بناتا رہا ہے لیکن کبھی کسی نے اس طرح صبح سویرے بے سوچے سمجھے ایسی انجان جگہ میں قدم نہ رکھا ہوگا۔" لیکن تمہارے لئے تو یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی؟" وہ شرما گئی اور اس نے بھی ایک نظم کہہ ڈالی: "میری حالت اس چاند کی سی ہے جو آسمان میں بغیر یہ سوچے ہوئے سفر کرتا ہے کہ ظالم پہاڑیاں اس کے لئے کیا خطرے مہیا کر رہی ہیں۔ اگرچہ وہ بہت بلندی پر چلتا ہے لیکن کسی وقت بھی اس پر پردہ ڈالا جا سکتا ہے۔"

وہ بہت زیادہ پریشان اور افسردہ معلوم ہوتی تھی۔ اس کو وہ اس بات پر محمول کرتا تھا کہ وہ اب تک چھوٹے تنگ مکانوں میں رہی ہے جہاں ہر چیز ایک دوسرے پر آ پڑتی ہے اور اسے اس بات میں لطف آ رہا تھا کہ یہ وسیع مکان اسے متاثر کر رہا ہے۔ ان کی گاڑی اندر داخل ہوئی اور جب تک کمرہ ٹھیک کیا جاتا رہا وہ گاڑی کے اندر ہی بیٹھے رہے جو ہٹا کر برآمدے کی دیواری کے قریب کھڑی کر دی گئی تھی۔ یوکون جو دیکھنے میں بڑی معصوم سی نظر آ رہی تھی اور دل ہی دل میں

اپنی مالکہ کے دوسرے سفروں سے اس سفر کا مقابلہ کرتی رہی۔ اس نے دیکھا کہ مہتم اس کے اس آخری عاشق سے کس ادب سے پیش آیا اور اس نے کچھ نتیجے بھی اخذ کیے۔

کہرا آہستہ آہستہ چھٹ رہا تھا۔ وہ گاڑی سے اتر کر اس کمرے میں گئے جو ان کے لئے آراستہ کیا گیا تھا۔ اگرچہ سب کچھ بہت جلدی میں ہوا تھا لیکن ان کی جائے قیام بہت صاف ستھری تھی اور ضرورت کی تمام چیزیں مہیا تھیں کیونکہ مہتم کا لڑکا پہلے گنجی کا ایک قابل اعتماد ملازم رہ چکا تھا اور بڑے محل میں بھی کام کر چکا تھا۔ ان کے کمرے کے قریب آ کر اس نے خیال ظاہر کیا کہ گنجی کے کچھ ملازموں کو بلوایا جائے کیونکہ اسے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا تھا کہ وہ یوں بغیر ملازموں کے رہے۔ گنجی نے کہا "نہیں ایسی کوئی بات نہ کرو۔ میں تو یہاں اسی لئے آیا ہوں کہ سکون سے رہ سکوں۔ دیکھو تمہارے سوا اور کوئی اس بات کو نہ جانے کہ یہ مکان میرے استعمال میں ہے۔ اس نے مکمل رازداری کا وعدہ اس سے لے لیا۔ باقاعدہ کھانا تیار نہیں کیا گیا تھا لیکن اس نے ان کے لئے تھوڑی سی چاول کی کھیر مہیا کر دی۔ اس کے بعد وہ دونوں پہلی بار اس عجیب اور نامانوس مکان میں سونے کے لئے لیٹ گئے۔

جب وہ سو کر اٹھے تو آفتاب بلند ہو چکا تھا، گنجی نے خود اٹھ کر کھڑکیوں کے پردے ہٹا دیئے۔ باغ کیسا ویران تھا! یقیناً کوئی ان کی جاسوسی کرنے والا نہیں تھا، اس نے دور دور تک نظر ڈالی، گھنے درختوں کے جھنڈ جنگل سے نظر آ رہے تھے مکان کے قریب نہ کوئی جھاڑی تھی نہ پھول، صرف خزاں رسیدہ اور بے ترتیب گھاس کے میدان تھے اور ایک تالاب تھا جو گھاس سے گھر گیا تھا۔ ایک عجیب ویران اور وحشت خیز جگہ تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مہتم اور اس کے ساتھ کے لوگ کہیں باہر، اس مکان سے دور رہتے ہیں کیونکہ قریب میں زندگی کی کوئی علامت نہیں تھی۔ گنجی نے کہا: "میں مانتا ہوں کہ جہاں ہم آئے ہیں یہ بہت ہی عجیب اور اجاڑ مقام

ہے لیکن جب تک میں یہاں ہوں کوئی بھوت پریت تمہارے قریب نہیں آسکتا۔"

اس بات کا اُسے بہت دکھ تھا کہ وہ اب تک اپنے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے ہے[1]، اب وہ جس منزل پر پہنچ گئے تھے درحقیقت اس میں یہ احتیاط بالکل بے محل تھی۔ آخر کار اُس نے ایک نظم پڑھی جس میں یہ بات ظاہر کی گئی تھی کہ ان کی خروبیلے اس وقت تک کی ساری محبت، جب کہ کلیاں، شام کی شبنم کے لئے اپنے دہن کھول دیتی ہیں، راستے سے دیکھے ہوئے ایک جلوہ گریزاں کا نتیجہ تھی۔ نظم پڑھتے ہوئے وہ تھوڑا سا اس کی طرف مڑا اور اسے بغیر نقاب کے اپنے کو دیکھ لینے کا موقع دیا۔ گنجی نے پوچھا اس نے اپنے پنکھے پر "شبنم درخشاں" کے جو الفاظ لکھ رکھے تھے ان کا مطلب کیا تھا اس نے رک رک کر دھیمی آواز میں ایک نظم کے ذریعہ اس کا جواب دیا جس میں کہا گیا تھا "جس نے دھندلکے میں قیاس اندیشہ سے کام لیا تھا اس کے حسن کے متعلق مجھے کتنا معلوم تھا۔۔۔!" اُسے ڈرنا نہیں چاہیئے تھا کیونکہ نظم جیسی کچھ بھی معمولی تھی، گنجی کو اچھی معلوم ہو رہی تھی، اس کے بے نقاب چہرے کا حسن، جو اس ویران اور تباہ حالی مقام پر اچانک اس کے سامنے ظاہر ہوا تھا، ان سب سے بازی لے گیا تھا جس کا وہ خواب میں بھی تصور کر سکتی تھی۔ گنجی نے کہا: "مجھے اس میں کوئی تعجب نہیں کہ جب میں نے ہی درمیان میں ایک دیوار کھڑی کر دی ہے تو تم نے بھی مجھے اپنے متعلق کوئی بات نہیں بتائی جس کے جاننے کے لئے میں بے چین تھا لیکن اب اگر تم اپنا نام نہ بتلاؤ گی تو یہ مجھ پر ظلم ہوگا۔" اس نے جواب دیا: "میرا حال گیت[2] والے چہرے کی لڑکی کا ہے، میرا نہ کوئی نام ہے نہ گھر۔" اپنا پتہ اس نے نہیں بتایا، بس اس سے مطمئن معلوم ہوتی تھی کہ

---

[1] جاپان کے عہد وسطیٰ میں ناجائز طور پر عشق کرنے والے اپنے چہرے پر رومال یا ایسی ہی کوئی چیز ڈالے رہتے تھے۔ [2] شن کوکن کے گیت کی طرف اشارہ ہے۔

اس نے اپنی صورت دکھا دی۔ آخرکار گنجی نے کہا: "جو مناسب سمجھو وہی کرو" لیکن کچھ دیر تک اس کا مزاج کچھ برہم سا رہا۔ پھر وہ بہت جلد من گئے اور دن گذر گیا۔ تھوڑی دیر میں کوری متسو بیل اور کھانے کی چیزیں لئے ہوئے آگیا۔ وہ اندر نہیں آرہا تھا اسے خیال تھا کہ یہ کون اپنی مالکہ کے اس طرح اغوا کر لئے جانے کا انتظام کرنے پر اسے آڑے ہاتھوں لے گی۔ اس نے اب یہ نتیجہ نکالا تھا کہ اس خاتون میں ایسی کشش ضرور ہوگی جس نے گنجی کو اتنی تکلیفیں اٹھانے پر مجبور کیا اور جسے اس نے نظر انداز کیا تھا اس کے دل پر اپنی اس فراخ حوصلگی کا اثر تھا کہ جو دولت اس کے ہاتھ لگ سکتی تھی وہ اس نے اپنے آقا کو سونپ دی۔ حیرت خیز شام تھی، گنجی بیٹھا ہوا آسمان کو تک رہا تھا۔ خاتون جہاں بیٹھی تھی وہ کمرہ بہت تاریک اور افسردہ سا تھا، اس نے سامنے کے کمرے کی کھڑکیاں کھول دیں اور اس کے قریب آکر بیٹھ گیا، غروب آفتاب کی آخری چمک ایک دوسرے کی آنکھ میں دیکھتے رہے اور اس کے قابل پرستش حسن کی حیرت میں کھو کر وہ اپنا خوف و ہراس بھول گئی۔ پھر اس کی شرم بھی نکل گئی اور اس نے محسوس کیا کہ اس کی یہ نئی جرات اور خوش دلی اس پر بہت اچھی معلوم ہو رہی ہے۔ وہ رات تک اس کے پہلو میں رہی پھر اس نے دیکھا کہ اس پر ایک سہمے ہوئے بچے کی سی غم آگیں کیفیت پھر چھا رہی ہے۔ اس نے جلدی سے درمیانی دروازے کو بند کر دیا اور لیمپ کے ٹرالیمپ اٹھلاتے ہوئے بولا۔ "بظاہر تو تم اب بے جھجک ہو گئی ہو لیکن تمہارے دل کی گہرائیوں میں اب بھی کہیں بے اعتمادی اور شک کی تلچھٹ ہے۔ میرے ساتھ یہ برتاؤ بڑی بے رحمی ہے" یہ کہہ کر وہ اس سے پھر روٹھ گیا۔

وہاں محل میں لوگ کیا سوچ رہے ہوں گے؟ کیا کوئی اسے تلاش کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوگا؟ ڈھونڈھنے والے اسے کہاں اور کب تک ڈھونڈھتے رہیں گے؟ یہ سوچ کر وہ بہت الجھن میں مبتلا ہو گیا۔ پھر چھٹے حلقے والی

خاتون* کا بھی خیال تھا، وہ کس قدر غصہ میں ہو گی! اس دفعہ تو واقعی اس کے رشک و حسد کے لئے کافی وجہ موجود تھی، یہی خیالات اس کے دماغ میں ہلچل مچائے ہوئے تھے کہ یکایک اس کی نظر اس لڑکی پر پڑی جو اس کے پہلو میں اس کے خیالات سے بے خبر لیٹی ہوئی تھی اور اس کا دل اس کی محبت سے بھر گیا وہ دوسری عورت (رُوکوجو) شک، حسد اور رشک کے مستقل اظہار سے کس قدر تھکا دینے والی تھی! اس نے طے کیا کہ کچھ دنوں کے لیے اس سے ملنا ہی بند کر دیا جائے جب رات زیادہ گذری تو وہ کبھی کبھی اونگھنے لگی۔ اچانک گنجی کو ایک قد آور پُرشکوہ عورت اپنے سرہانے کھڑی ہوئی نظر آئی: "تم جو اپنے کو اتنا اچھا سمجھتے ہو، تم نے یہ کیا کیا کہ رہگذر پر پڑی ہوئی اس معمولی اور ناکارہ عورت کو اپنے کھیل کے لئے یہاں لے آئے؟ مجھے حیرت بھی ہے اور غصہ بھی!" یہ کہہ کر گویا اس نے اسے گنجی کے پہلو سے گھسیٹ لیجانا چاہا۔ یہ سوچ کر کہ یہ کوئی بُرا خواب یا فاسد خیال ہے وہ اٹھ بیٹھا لیمپ گل ہو چکا تھا، گھبراہٹ میں اس نے اپنی تلوار کھینچ کر پہلو میں رکھ لی اور یوکون کو آواز دی، وہ بہت زیادہ ڈر سے کانپتی ہوئی فوراً آئی۔ گنجی نے کہا: "ادھر برآمدے کے پہرے دار کو جگا دو اور کہو کہ ایک شمع لے کر آئے" اس نے جواب دیا: "اس اندھیرے میں یہ سب کیسے کروں گی؟" گنجی نے سختی سے کہا: "بچوں کی سی باتیں نہ کرو" اور اس نے نوکر کو بلانے کے لئے تالی بجائی جو خالی مکان میں گونج کر سناٹا سا پیدا کر گئی کسی نے نہیں سنا۔ اسی حالت میں اس نے دیکھا کہ اس کی محبوبہ سر سے پاؤں تک کانپ رہی ہے۔ اُسے کیا کرنا چاہیئے وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس کے جسم سے ٹھنڈا پسینہ پھوٹ پڑا اور وہ بیہوش ہونے لگی۔ یوکون نے کہا: "جناب گھبرائیے نہیں، ساری عمر ایسے دورے پڑتے رہے ہیں۔" اُسے اب یاد آیا کہ واقعی وہ صبح کو کتنی تھکی ہوئی معلوم ہو رہی تھی اور اس کی آنکھیں اوپر کی طرف کس طرح ٹنگی ہوئی تھیں،

---

* روکوجو

جیسے وہ سخت درد میں مبتلا ہو۔ اس نے کہا: "میں خود جاکر کسی کو جگاؤں گا۔ میں تالی بجاتے بجاتے تھک گیا ہوں، ان کا جواب تو صرف بازگشت سے ملتا ہے۔ دیکھو! اس کے پاس سے ہٹنا نہیں۔" یوگون کو بستر کے قریب کرکے وہ مغرب کے صدر دروازے کی طرف گیا۔ لیکن جب اس نے اسے کھولا تو برآمدے کا لیمپ بھی بجھا ہوا نظر آیا۔ ہوا تیز چل رہی تھی، وہ چند نوکر چاکر جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا، سونے کے لئے جا چکے تھے صرف مہتمم کا لڑکا (جو کبھی اس کا ملازم خاص رہ چکا تھا) اور ایک نوعمر درباری جو ایسی مہموں میں ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا، جاگ رہے تھے۔ اس نے آوازیں دیں تو وہ بولے اور اٹھ کھڑے ہوئے اس نے مہتمم کے لڑکے سے کہا: "ایک شمع لے کر آؤ اور میرے آدمی سے کہو کہ وہ اپنی کمان لے لے اور اس کے تار جتنے زور سے بھی جھنجھنا سکے جھنجھناتا رہے مجھے حیرت ہے کہ ایسی سنسان اور اجاڑ جگہ پر کوئی ایسا بے خبر کیسے سو سکتا ہے! کورے متسو کہاں ہے؟" لڑکے نے جواب دیا: "وہ کچھ دیر تک یہاں ٹھہرا اور جب اسے یہ اندازہ ہوا کہ آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہوگی تو وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ صبح کو واپس آئے گا۔"

گنجی کا آدمی شاہی کماندار رہ چکا تھا، اپنی کمان سے زبردست جھنکار کی آواز پیدا کرتے ہوئے وہ نگراں کی قیام گاہ کی طرف "آگ، آگ!" چیختا ہوا بڑھا۔ کمان کی جھنجھناہٹ سے گنجی کو محل کا خیال آیا۔ اب رات کے درباریوں کی حاضری ہو چکی ہوگی، ابھی زیادہ رات نہیں گئی تھی۔

وہ راستہ ٹٹولتا ہوا اپنے کمرے میں واپس آیا۔ اسے جیسا چھوڑ گیا تھا وہ اسی طرح ملی، یوگون البتہ اس کے قریب منہ کے بل پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چیخ کر کہا۔ "یہ تم کیا کر رہی ہو! کیا ڈر کی وجہ سے پاگل ہو گئی ہو؟ تم جانتی ہو کہ ایسی سنسان جگہوں پر لومڑیوں کی روحیں لوگوں پر جادو کرتی ہیں۔ لیکن یہ ڈرنے کی بات نہیں ہے میں واپس آگیا ہوں اور کسی کے ہاتھوں تمہیں تکلیف نہ پہونچنے دوں گا۔" یہ کہہ کر

اس نے یوکون کو بستر سے کھینچ کے الگ کیا۔ "حضور! میں اس قدر خوفزدہ ہو گئی کہ منہ کے بل گر پڑی۔ بیچاری مالکہ پر کیا گذری ہو گی میں سوچ بھی نہیں سکتی۔" گنجی نے کہا: "اچھا اس کے خوف میں اضافہ نہ کرو۔" اسے ایک طرف ہٹا کر وہ اپنی محبوبہ پر جھک پڑا۔ لڑکی سانس بھی مشکل سے لے رہی تھی۔ اس نے اسے چھوا تو بالکل بے جان معلوم ہوئی۔ وہ اسے پہچانتی بھی نہیں تھی۔

شاید کسی خبیث یا عفریت نے اس کی روح کھینچنے کی کوشش کی۔ وہ کس قدر بے بس اور خوفزدہ تھی۔ اتنے میں شمع آ گئی۔ یوکون اب تک اتنی ڈری ہوئی تھی کہ حرکت بھی نہیں کر رہی تھی۔ گنجی نے ایک پردہ ڈال دیا اور شمع لانے والے کو اندر بلا لیا وہ اندر آنے میں ہچکچا رہا تھا کیونکہ یہ عام مراسم تہذیب کے خلاف تھا کہ وہ خود وہاں جائے۔ گنجی نے بے صبری سے کہا: "اندر آ جاؤ۔ ذرا عقل سے کام لو۔" ہچکچاتے ہوئے اس نے شمع گنجی کو دے دی۔ اس نے جو شمع مسہری کی طرف بڑھائی تو ایک لمحے کے لئے اسے پھر وہی صورت تکیے کے قریب نظر آئی جو اس نے ابھی خواب میں دیکھی تھی اور غائب ہو گئی۔ اس نے پرانے قصوں میں ایسے آسیبوں کا حال پڑھا تھا اور وہ بہت زیادہ خوف محسوس کر رہا تھا لیکن اس وقت وہ اپنی محبوبہ کے لئے جو بے حس و حرکت پڑی تھی اس قدر پریشان تھا کہ اس نے اس خوفناک خیال کو بالکل ذہن سے نکال دیا اور اس کے پہلو میں لیٹ کر اس کے اعضا کو نرمی سے حرکت دینے لگا۔ وہ بالکل ٹھنڈے تھے، سانس بالکل رکی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اب وہ کیا کرے؟ کسے مدد کے لئے بلائے؟ خیال ہوا کہ کسی مذہبی پیشوا کو بلانا چاہیئے۔ اس نے اپنے اوپر قابو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ابھی وہ بہت کم عمر تھا اور اپنی محبوبہ کو اس طرح خاموش اور بے جان پڑا ہوا دیکھ کر ضبط نہ کر سکا۔ روتے ہوئے اس نے کہا: "واپس آ میری محبوبہ واپس آ! مجھے اس طرح حیرت سے نہ دیکھ!" یہ کہہ کر اس نے اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا لیکن اب وہ بالکل

جیسے وہ سخت درد میں مبتلا ہو۔ اس نے کہا: "میں خود جا کر کسی کو جگاؤں گا۔ میں تالی
بجاتے بجاتے تھک گیا ہوں، ان کا جواب تو صرف بازگشت سے ملتا ہے۔ دیکھو! اس
کے پاس سے ہٹنا نہیں۔" یوکون کو بستر کے قریب کر کے وہ مغرب کے صدر دروازے
کی طرف گیا۔ لیکن جب اس نے اسے کھولا تو برآمدے کا لیمپ بھی بجھا ہوا نظر آیا۔ ہوا
تیز چل رہی تھی، وہ چند نوکر چاکر جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا، سونے کے لئے جا چکے تھے
صرف مہتمم کا لڑکا (جو کبھی اس کا ملازم خاص رہ چکا تھا) اور ایک نو عمر درباری جو ایسی
مہموں میں ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا، جاگ رہے تھے۔ اُس نے آواز دی تو وہ
بولے اور اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس نے مہتمم کے لڑکے سے کہا: "ایک شمع لے کر آؤ اور میرے
آدمی سے کہو کہ وہ اپنی کمان لے لے اور اس کے تار جتنے زور سے بھی جھنجھنا سکے جھنجھناتا رہے
مجھے حیرت ہے کہ ایسی سنسان اور اجاڑ جگہ پر کوئی ایسا بے خبر کیسے سو سکتا ہے۔ اکورے
متسو کہاں ہے؟" لڑکے نے جواب دیا: "وہ کچھ دیر تک یہاں ٹھہرا اور جب اسے یہ اندازہ ہوا کہ
آپ کو اس کی ضرورت نہیں ہوگی تو وہ یہ کہہ کر چلا گیا کہ صبح کو واپس آئے گا۔"

گنجی کا آدمی شاہی کماندار رہ چکا تھا، اپنی کمان سے زبردست جھنکار کی آواز
پیدا کرتے ہوئے وہ نگراں کی قیام گاہ کی طرف "آگ، آگ!" چیختا ہوا بڑھا۔ کمان کی
جھنجھناہٹ سے گنجی کو محل کا خیال آیا۔ اب رات کے درباریوں کی حاضری ہو چکی ہوگی،
ابھی زیادہ رات نہیں گئی تھی۔

وہ راستہ ٹٹولتا ہوا اپنے کمرے میں واپس آیا۔ اُسے جیسا چھوڑ گیا تھا وہ اسی
طرح ملی، یوکون البتہ اس کے قریب منہ کے بل پڑی ہوئی تھی۔ اس نے چیخ کر کہا۔
"یہ تم کیا کر رہی ہو! کیا ڈر کی وجہ سے پاگل ہو گئی ہو؟ تم جانتی ہو کہ ایسی سنسان جگہوں
پر لومڑیوں کی روحیں لوگوں پر جادو کرتی ہیں۔ لیکن یہ ڈرنے کی بات نہیں ہے اب میں
واپس آگیا ہوں اور کسی کے ہاتھوں تمہیں تکلیف نہ پہنچنے دوں گا۔" یہ کہہ کر

اس نے یوکون کو بستر سے کھینچ کے الگ کیا۔ "حضور! میں اس قدر خوفزدہ ہو گئی کہ منہ کے بل گر پڑی۔ بیچاری مالکہ پر کیا گزری ہو گی میں سوچ بھی نہیں سکتی۔" گنجی نے کہا: "اچھا اس کے خوف میں اضافہ نہ کرو۔" اسے ایک طرف ہٹا کر وہ اپنی محبوبہ پر جھک پڑا۔ لڑکی سانس بھی مشکل سے لے رہی تھی۔ اس نے اسے چھوا تو بالکل بے جان معلوم ہوئی۔ وہ اسے پہچانتی بھی نہیں تھی۔

شاید کسی خبیث یا عفریت نے اس کی روح کھینچنے کی کوشش کی۔ وہ کس قدر بے بس اور خوفزدہ تھی۔ اتنے میں شمع آگئی۔ یوکون اب تک اتنی ڈری ہوئی تھی کہ حرکت بھی نہیں کر پائی تھی۔ گنجی نے ایک پردہ ڈال دیا اور شمع لانے والے کو اندر بلا لیا وہ اندر آنے میں ہچکچا رہا تھا کیونکہ یہ عام مراسم تہذیب کے خلاف تھا کہ وہ خود وہاں جائے۔ گنجی نے بے صبری سے کہا: "اندر آجاؤ۔ ذرا عقل سے کام لو۔" ہچکچاتے ہوئے اس نے شمع گنجی کو دے دی۔ اس نے جو شمع مسہری کی طرف بڑھائی تو ایک لمحے کے لئے اسے پھر وہی صورت تکیے کے قریب نظر آئی جو اس نے ابھی خواب میں دیکھی تھی اور غائب ہو گئی۔ اس نے پرانے قصوں میں ایسے آسیبوں کا حال پڑھا تھا اور وہ بہت زیادہ خوف محسوس کر رہا تھا لیکن اس وقت وہ اپنی محبوبہ کے لئے جو بے حس و حرکت پڑی تھی اس قدر پریشان تھا کہ اس نے اس خوفناک خیال کو بالکل ذہن سے نکال دیا اور اس کے پہلو میں لیٹ کر اس کے اعضا کو نرمی سے حرکت دینے لگا۔ وہ بالکل ٹھنڈے تھے، سانس بالکل رکی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اب وہ کیا کرے؟ کسے مدد کے لئے بلائے؟ خیال ہوا کہ کسی مذہبی پیشوا کو بلانا چاہئے۔ اس نے اپنے اوپر قابو حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ابھی وہ بہت کم عمر تھا اور اپنی محبوبہ کو اس طرح خاموش اور بے جان پڑا ہوا دیکھ کر ضبط نہ کر سکا۔ روتے ہوئے اس نے کہا: "واپس آ میری محبوبہ واپس آ! مجھے اس طرح حیرت سے نہ دیکھ!" یہ کہہ کر اس نے اسے اپنے بازوؤں میں لے لیا لیکن اب وہ بالکل

مردہ ہو چکی تھی۔ اس کے چہرے پر مردنی چھاگئی تھی اور آنکھیں پتھرائی ہوئی اسے دیکھ رہی تھیں۔

یوکون جو اپنے ہی خوف و ہراس کا شکار تھی، اچانک ہوش میں آئی اور چیخ کر رونے لگی۔ اُس نے اس طرف توجہ نہیں کی، اُسے کچھ یاد آ گیا۔ قصہ مشہور تھا کہ جنوبی محل سے گذرتے ہوئے کسی وزیر کو ایک بری روح نے بہکا دیا تھا، گنجی کو یاد آیا کہ وہ دیر تک منہ کے بل پڑا رہا پھر ہوش میں آیا اور بھاگ گیا۔ نہیں وہ ابھی مری نہیں ہے۔ اس نے یوکون کی طرف متوجہ ہو کر ذرا خود اعتمادی سے کہا: "ادھر چلو، ہم تمہیں آدھی رات کو ایسی بھیانک آوازیں نکالنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔" لیکن وہ خود غم سے مبہوت سا ہو رہا تھا اور گو اس نے یوکون کو مضطربانہ حکم دے دیا تھا لیکن وہ خود بمشکل ہی یہ سمجھتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اس نے مہتم کے بیٹے کو بلوایا اور کہا: "یہاں ایک شخص بالکل ڈر گیا ہے اور اس کی حالت خراب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کورے متسو کے گھر جاؤ اور اس سے کہو کہ جس قدر جلد آسکے آجائے۔ اگر اس کا وہ بھائی بھی موجود ہو جو پروہت ہے تو چپکے سے الگ لے جا کر کہنا کہ میں ابھی اس سے ملنا چاہتا ہوں لیکن اتنے زور سے نہ کہنا کہ ان کی راہبہ ماں یہ سب کچھ سننے پائے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ میرے اس معاملہ کا سُنے۔" اگرچہ اس نے یہ الفاظ ادا کر دیئے لیکن اس کا دماغ برابر منتشر رہا کیونکہ اس دردناک حال خیال کے علاوہ کہ وہی اس کی موت کا سبب ہے وہ خوف و ہراس بھی اس پر طاری تھا جس سے اسے ساری فضا مملو معلوم ہوتی تھی۔

آدھی سے زیادہ رات بیت چکی تھی کہ ایک زبردست طوفان شروع ہو گیا مکان کے چاروں طرف جو شاہ بلوط کے جھنڈ تھے ان میں طوفان کی خوفناک آوازیں آہیں بھرتی گذر رہی تھیں۔ ایک عجیب طائر غالباً اُلّو، مسلسل اپنی بھیانک آوازمیں بول رہا تھا۔ ہر طرف عجیب اجاڑ سی کیفیت تھی، نہ کہیں سے انسان کی آواز آتی تھی، نہ

کسی ہمدرد کی صدا! اس نے یہ بھیانک جگہ کس لیے پسند کی تھی؟

یو کون بےہوش ہو گئی تھی اور اپنی مالک کے پہلو میں پڑی ہوئی تھی۔ کہیں خوف سے وہ بھی مرنے والی تو نہیں ہے؟ نہیں نہیں، وہ اپنے دماغ میں ایسے خیالات نہیں آنے دے گا۔ وہاں اب وہی ایک ایسا شخص تھا جو کچھ کر سکتا تھا۔ کیا کوئی ایسا کام نہیں تھا جو وہ کر سکے؟ شمع بہت خراب جل رہی تھی، اس نے اسے ٹھیک کیا۔ پردے کے ادھر، کمرے کے کونے میں کوئی چیز حرکت کر رہی تھی۔ کبھی ادھر تھی کبھی دوسرے کونے میں۔ احتیاط سے چلتے ہوئے قدموں کی چاپ بھی سنائی دے رہی تھی، برابر وہی آواز، اب وہ اس کے پیچھے معلوم ہوتی تھی۔

کاش اس وقت کورے متسو آجاتا! لیکن کورے متسو ایک سرگشتی کرنے والا انسان تھا، اس کے انتظار میں بہت وقت صرف ہو گیا۔ کیا اب صبح کبھی نہیں ہو گی؟ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ رات ہزار سال کی ہو گئی ہے! لیکن اس وقت کہیں دور ایک مرغ نے بانگ دی۔

مقدر نے اس کے ساتھ اس طرح کا کھیل کیوں کھیلا؟ اس نے خیال کیا کہ یہ ناقابل بیان مصیبت ان تمام ناجائز اور عجیب و غریب عشق بازیوں کی سزا ہے جس میں وہ گزشتہ سالوں میں ملوث رہا ہے۔ ایسی باتیں چاہے کوئی کتنا ہی پوشیدہ رکھے آخر کار ظاہر ہو ہی جاتی ہیں۔ اسے جس بات کی سب سے زیادہ فکر تھی وہ یہ کہ جلد یا بدیر شہنشاہ کو بھی اس کی یہ اور دوسرے معاملات معلوم ہو جائیں گے پھر جو شبہہ عوام میں ہوگا اس کا تو پوچھنا ہی کیا! ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا۔ سڑک پر آوارہ پھرنے والے لڑکے اس پر ہنسیں گے۔ اب وہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا کبھی نہیں، ورنہ اس کا وقار خاک میں مل جائے گا۔

آخر کورے متسو آ گیا۔ اسے اس بات پر فخر تھا کہ دن ہو یا رات وہ اپنے آقا کے

احکام فوری طور پر بجا لاتا ہے اور گنجی کی اس بات پر اسے غصہ آیا کہ بس ایک دفعہ جب وہ اتفاقاً موجود نہیں تھا اُسے بلوایا گیا اور اب جب وہ آ گیا تھا تو وہ اُسے کوئی حکم نہیں دے رہا تھا بلکہ اس کے سامنے خاموش کھڑا تھا۔

یہ کون، اکورے متسو آواز سن کر ہوش میں آ گئی۔ اور یہ سوچ کر کہ کیا ہو گیا ہے وہ رونے لگی۔ گنجی جو ابھی تک تنہا ہونے کی وجہ سے اس کنیز کی دلجوئی کر رہا تھا، کورے متسو کے آجانے سے بوجھ کی کمی محسوس کر کے اب اپنے قابو میں نہ رہا اور جو کچھ گذرا تھا اسے یاد کر کے بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ آخرکار اس کی زبان سے نکلا: "یہاں ایک بڑا خوفناک واقعہ ہو گیا ہے، ایسا خوفناک واقعہ ہو گیا ہے، ایسا خوفناک کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ میں نے سُنا ہے کہ جب ایسی کوئی بات ہو تو مقدس کتابیں پڑھی جانی چاہئیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ بھی پڑھی جائیں اور دعائیں بھی۔ اسی لئے میں نے کہلایا تھا کہ اپنے بھائی کو بھی لانا۔"

کورے متسو نے کہا: "وہ کل پہاڑ پر چلے گئے۔ لیکن میں تو دیکھتا ہوں کہ یہاں بڑی خوفناک باتیں ہوئی ہیں۔ کیا یہ کوئی جنون کا دورہ تھا جس میں آپ نے یہ کیا؟" گنجی نے سر ہلایا۔ کورے متسو اپنے آقا کو روتے دیکھ کر اتنا متاثر ہوا کہ خود بھی سسکیاں بھرنے لگا۔ اگر اس کی عمر زیادہ ہوتی اور اسے دنیا کا تجربہ ہوتا تو ایسی حالت میں اس کی موجودگی کچھ مفید ہوتی لیکن دونوں کم عمر تھے اور حیران و پریشان۔ آخر کورے متسو نے کہا: "ایک بات بہت صاف ہے، مہتمم کے لڑکے کو کچھ نہیں معلوم ہونا چاہئے کیونکہ اس پر تو بھروسہ کیا جا سکتا ہے لیکن وہ ایسا آدمی ہے کہ اپنے رشتہ داروں سے ضرور ذکر کرے گا اور وہ اس معاملہ میں بری طرح دخل دیں گے۔ اچھا یہ ہو گا کہ ہم جس قدر خاموشی سے ممکن ہو یہاں سے نکل چلیں۔" گنجی نے کہا: "ہاں شاید تم ٹھیک کہتے ہو لیکن اس سے زیادہ سنسان جگہ اور کون سی ملے گی؟" کورے متسو بولا: "بہرحال

ہم اسے اس کے گھر تو نہیں لے جا سکتے کیونکہ اس کے گھر کی عورتیں جو اس سے بہت محبت کرتی ہیں، رونا دھونا شروع کر دیں گی اور پاس پڑوس کے لوگ اکٹھا ہو جائیں گے، اس طرح بات سب پر ظاہر ہو جائے گی۔ اگر مجھے کسی پہاڑی مندر کا علم ہوتا تو وہاں چلتے کیونکہ وہاں یہ باتیں عام طور سے ہوتی رہتی ہیں اور کوئی ان پر توجہ نہیں کرتا۔" اس نے رک کر کچھ سوچا: "میں ایک عورت کو جانتا ہوں جو راہبہ ہو گئی ہے اور ہنگاشی یاما میں رہتی ہے۔ وہ میرے باپ کی دودھ پلائی تھی اور اب بوڑھی ہو چکی ہے۔ وہ اکیلی تو نہیں رہتی لیکن باہر کا کوئی اس کے یہاں نہیں جاتا۔"

جب کورے متسو گاڑی لے کر آیا تو صبح کی ہلکی سپیدی نمودار ہو رہی تھی یہ سوچ کر گنجی لاش کو خود ہاتھ نہیں لگائے گا اس نے جلدی سے اسے ایک سینٹھے کی چٹائی میں لپیٹا اور گاڑی کی طرف لے آیا۔ اٹھانے میں وہ کتنی ہلکی تھی؛ اس کا چہرہ مطمئن اور خوبصورت تھا۔ اسے ذرا بھی گھن نہیں معلوم ہوئی، وہ اس کے بالوں کو نہ سمیٹ سکا اور جب لے کر چلا تو وہ زمین کی جانب لٹک رہے تھے، گنجی نے یہ دیکھا اور اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ ایک تکلیف دہ قسم کی پریشانی نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔

وہ چاہتا تھا کہ لاش کے ساتھ جائے لیکن کورے متسو نے یہ کہہ کر اسے روک دیا کہ: "آپ جس قدر جلد ہو سکے اپنے محل واپس پہونچ جائیے بس اب اتنا ہی وقت ہے کہ وہاں جاگ ہونے سے پہلے آپ پہونچ جائیں۔" یوکون کو گاڑی میں بٹھا کر اس نے اپنا گھوڑا گنجی کے حوالے کیا، پھر اپنے پاجامے گھٹنوں تک چڑھا کر وہ پیدل گاڑی کے ساتھ ہو لیا۔ یہ ایک انوکھا جلوس تھا لیکن اپنے آقا کی پریشانی دیکھ کر کورے متسو تھوڑی دیر کے لئے اپنی شان اور وقار کو بھول گیا اور دھیمی چال سے چلتا رہا۔ بغیر اس کا

ؔ ایسے مندروں میں لاشیں لے جانا عام تھا اور یہ مرگھٹ کے طور پر کام میں لائے جاتے تھے۔

احساس کئے ہوئے کہ اس کے گرد و پیش کیا ہو رہا ہے۔ گنجی آخر کار بھوتوں کی سی وحشت لئے ہوئے اپنے گھر پہونچا۔

"حضور! آپ کہاں سے آرہے ہیں؟" "کیسے بیمار معلوم ہو رہے ہیں" طرح طرح کے سوالات اس سے پوچھے گئے لیکن وہ جلدی سے اپنے کمرے میں چلا گیا اور جا کر پردے کے پیچھے لیٹ رہا۔ اس نے سکون سے پڑے رہنا چاہا لیکن وحشتناک خیالات اسے ستاتے رہے۔ اس نے لاش کے ساتھ جانے پر اصرار کیوں نہیں کیا! کیا ہو اگر وہ مری نہ ہو اور جاگ کر یہ دیکھے کہ اسے چھوڑ دیا گیا ہے؟ ادھر تو خیالات اس کے ذہن میں چکر لگا رہے تھے ادھر ایک بڑی خوفناک قسم کی دم گھٹا دینے والی کیفیت کا احساس اسے ہوا۔ اس کے سر میں شدید درد ہونے لگا اور ایسے معلوم ہوا کہ اس کا جسم آگ میں ڈال دیا گیا ہے۔ اسے کچھ ایسا عجیب سا لگ رہا تھا کہ اس نے سوچنا شروع کیا۔ شاید وہ بھی اسی کی طرح اچانک اور ان جانے طور پر مرنے جا رہا ہے؟ سورج بلند ہو چکا تھا لیکن وہ نہیں اٹھا۔ اس کے مصاحبوں نے حیرت کا طرح طرح سے اظہار کر کے اسے بیدار کرنا چاہا۔ وہ کھانے پینے کی جو چیزیں لائے اس نے واپس کر دیں اور تاریک خیالات میں غرق گھڑیوں پر گھڑیاں گذار دیں۔ شہنشاہ کا پیغام آیا۔

"بزرگان عالی کل سے پریشان ہیں کہ ان کے قاصدوں نے حضور کو تمام تلاش کیا لیکن بے سود رہا۔"

"بڑے محل سے نوجوان امراء آ گئے۔" اس نے کسی سے ملاقات نہیں کی۔ صرف تو نو چو سے باتیں کیں اور وہ بھی اس طرح کہ اسے پردے کے باہر ہی کھڑا رکھا۔

"میری آیا پانچویں مہینے سے سخت بیمار تھی، اس نے اپنے بال منڈا دئیے تھے اور دوسری تپسائیں بھی کی تھیں۔ اس کے اثر سے (یا کم سے کم ایسا معلوم ہوتا ہے) اسے کچھ افاقہ ہو گیا اور وہ اٹھ بیٹھی لیکن بہت کمزور ہو گئی۔ اس نے مجھے اطلاع بھیجی کہ وہ مرنے

سے پہلے مجھے ایک بار اور دیکھ لینا چاہتی ہے۔ میں بچپن میں اس سے بہت مانوس تھا۔
اس لئے انکار نہ کر سکا۔ جب میں وہاں تھا اسی زمانے میں وہاں ایک نوکر بیمار ہوا اور
اچانک مر گیا۔ میرے خیال سے انہوں نے اس کا جنازہ رات کو اٹھایا۔ لیکن جیسے ہی
مجھے اس واقعہ کی اطلاع دی گئی مجھے یاد آگیا کہ نویں مہینے کا روزہ نزدیک آگیا ہے
اور میں نے خیال کیا کہ ایسی صورت میں اپنے پدر عالیجاہ شہنشاہ کی خدمت میں حاضر
نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ آج صبح سے مجھے کھانسی آرہی ہے اور سر میں سخت
درد ہے، اس لئے اس وقت میں تم سے جس طرح مل رہا ہوں اسے معاف کرنا۔"

"میں شہنشاہ عالی کی خدمت میں آپ کا پیغام پہنچا دوں گا لیکن اتنا ضرور عرض
کرنا چاہتا ہوں کہ رات جب آپ موجود نہیں تھے تو عالی جاہ نے آپ کی تلاش میں
آدمی بھیجے اور اگر کہنے کی اجازت ہو تو یہ بھی عرض کروں کہ بہت ناراض معلوم ہوتے
تھے۔" اتنا کہہ کر توتوجو جانے کے لئے مڑا لیکن پھر ایک لمحہ کے لئے ٹھہر کر گینجی کی مسہری
کے قریب آیا اور بولا: "رات آخر ہوا کیا تھا؟ آپ نے مجھ سے جو کچھ کہا وہ ٹھیک
معلوم نہیں ہوتا۔" گینجی نے بے صبری سے کہا: "تمہیں اس طرح تفصیلات میں جانے
کی ضرورت نہیں۔ بس اتنا ہی کہہ دینا کہ غلطی سے مجھے چھوت لگ گئی ہے اور جتنی
اچھی طرح میری طرف سے معذرت کر سکو کر دینا۔" اس نے یہ باتیں تیزی سے کہیں
لیکن اس کے دل میں ایک ناقابل بیان غم تھا اور وہ بہت تھکا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

دن بھر وہ لوگوں کی نگاہوں سے دور رہا۔ ایک بار اس نے توتوچوجہ کے
بھتیجے کوروہ روجن کو بلوایا اور شہنشاہ کے پاس باقاعدہ ایک پیام معذرت بھیج
دی۔ معذرت اس نے بڑے محل اور دوسرے ان مقامات سے بھی مناسب
سمجھی جہاں اس کے جانے کی امید کی جا سکتی تھی۔
شام کے وقت کورے متسو آیا [illegible] کی خبر تمام پھیل گئی اور

تمام لوگ اس کے دروازے تک آ کر واپس گئے۔ کورے متسو کو سارا محل بہت سنسان معلوم ہوا۔ گنجی نے اسے بلوا کر پوچھا: "کیا ہوا؟ تمہیں یقین ہے کہ وہ مر گئی؟" اور آنکھوں پر آستین رکھ کر وہ رونے لگا۔ کورے متسو نے بھی آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا: "سب کچھ ختم ہو گیا! اس کا اب کوئی شبہ نہیں۔ چونکہ وہ لوگ لاش کو زیادہ دیر تک نہیں رکھ سکتے اس لئے میں نے ایک بوڑھے پروہت سے یہ طے کر لیا ہے کہ کل ہی اس کی تجہیز و تکفین ہو جائے کیونکہ اتفاق سے کل ایک اچھا دن بھی ہے۔" گنجی نے پوچھا: "اور اس کے ساتھ کی عورت کا کیا ہوا؟" کورے متسو نے جواب دیا: "میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ بھی زندہ نہیں رہے گی، وہ برابر یہ کہتی رہتی ہے کہ وہ بھی اپنی مالک کے ساتھ جائے گی اور آج صبح کو اگر میں نے پکڑ نہ لیا ہوتا تو اس نے خود کو ایک چٹان سے نیچے گرا دیا ہوتا۔ اس نے یہ بھی دھمکی دی کہ وہاں کے نوکروں سے ساری داستان کہہ دے گی لیکن میں نے بہت سمجھا بجھا کر اسے اس پر راضی کیا کہ ایسا کرنے سے پہلے وہ ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور کر لے۔" گنجی نے کہا: "ہا! بیچاری! اگر وہ اس طرح پریشان ہے تو کوئی تعجب نہیں۔ میں خود کچھ بے ترتیبی سی محسوس کر رہا ہوں اور سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ کیا ہو گا!" کورے متسو بولا: "آپ اب زیادہ پریشان نہ ہوں۔ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ میں آپ کے لئے یہ سارا کام ایسی ہوشیاری سے کروں گا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی!"

گنجی نے کہا: "یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو کہ جو ہونا ہوتا ہے، وہ ہوتا ہے۔ میں بھی یہی کہہ کر اپنے کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن فاسد خواہشات کی تسکین کے لئے کسی کو نقصان پہونچانا یہاں تک کہ آدمی اس کی موت کا سبب بن جائے، ایک نفرت انگیز جرم ہے، اس دنیا میں مجھے اس زبردست گناہ کا بوجھ اٹھائے رہنا ہے۔ اپنی بہن سے بھی اس کا ذکر نہ کرنا۔ پھر اپنی ماں کے سامنے اور بھی کچھ ظاہر نہ کرنا کیونکہ اگر

اُسے معلوم ہو جائے گا کہ میں نے کیا کیا ہے[1] تو مجھے اس سے شرمندگی ہوگی۔" کورے متسو نے جواب دیا: "آپ بالکل بے خوف رہیے۔ میں نے تو پروہتوں سے بھی جنھیں کسی حد تک رازدار بنانا ضروری ہوتا ہے ایک طویل من گھڑت قصہ بیان کر دیا ہے۔" گنجی کو اس سے کچھ سکون ہوا۔

اس کے محل کی کنیزیں عجب الجھن میں تھیں کہ پہلے تو اس نے کہا کہ اسے چھوت لگ گئی ہے اور اب ٹھنڈی سانس بھر رہا ہے۔ ان باتوں کا مطلب کیا ہے؟ گنجی نے کہا: "میں تم سے پھر یہی التجا کرتا ہوں اس کا خیال رکھنا کہ ہر چیز ایسی ٹھیک رہے جیسی ہونی چاہیے۔" اس کا خیال برابر سرکاری قسم کے دفن و کفن کی رسموں کی طرف جاتا... جو اس نے دیکھی تھیں (در حقیقت یہ ہے کہ اس نے اور کوئی موت دیکھی ہی نہ تھی) اور وہ سمجھتا تھا کہ کورے متسو بھی سارے پیچیدہ مراسم اسی طرح ادا کرے گا۔ کورے متسو نے کہا: "مجھ سے جو کچھ بن پڑے گا، کروں گا۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔" اور جانے کے لیے مڑا۔ یکایک گنجی کے لیے یہ خیال ناقابل برداشت ہو گیا کہ وہ اسے اب کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ اس نے کہا "تمھیں یہ بات احمقانہ معلوم ہوگی، لیکن میں تمھارے ساتھ چلوں گا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو لوں گا۔" کورے متسو نے کہا: "اگر آپ نے یہ طے کر لیا ہے تو میں بحث نہیں کروں گا۔ ہمیں ابھی چل دینا چاہیے تاکہ رات ختم ہونے سے پہلے ہی واپس ہو جائیں۔" اس نے پھر وہی شکاری لباس اور دوسری چیزیں پہن لیں جو بھیس بدلنے کے لیے پہنی تھیں اور کمرے سے نکل گیا۔

وہ ایک زبردست کرب میں تو مبتلا ہی تھا اور اب جو اس عجیب سفر کے لیے نکلا تو ان تاریک خیالات میں جو اس کے دماغ میں بھرے ہوئے تھے اس

---

[1] یعنی ناجائز عشق بازی۔

خوف کا بھی اضافہ ہو گیا کہ کہیں وہ پراسرار طاقت جس نے اس کی محبوبہ کو تباہ و برباد کیا، اس کے یہاں آنے سے اور زیادہ برانگیختہ نہ ہو جائے۔ وہ جائے یا نہ جائے؟ اسے کچھ تذبذب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہاں جانا اس کے غم کا علاج نہیں ہے لیکن اگر اس نے اسے اس وقت نہ دیکھا تو پھر کسی آنے والی زندگی میں بھی وہ اس چہرے اور جسم کو نہ دیکھ سکے گا۔ جس سے اس نے اتنی محبت کی ہے۔ اس طرح کورے متسو اور بیلچے والے سائیس کے ساتھ سڑک پر چل نکلا۔

راستہ لامتناہی معلوم ہوتا تھا۔ سترھویں رات کا چاند نکل آیا تھا اور اس کی کرنوں نے سارے کامو میدان کو روشن کر دیا تھا۔ مشعلوں کی روشنی میں توری بیو کا قرب و جوار دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا لیکن گنجی نے اپنی الجھن اور پریشانی میں کسی طرف دھیان نہ دیا اور جب اپنے عالم محویت سے باہر نکلا تو معلوم ہوا کہ منزل آ گئی۔

راہبہ کا حجرہ ایک عجیب مکان کی دیوار سے ملا کر بنائے ہوئے ایک مندر میں تھا۔ یہ ایک ویران جگہ تھی لیکن خود مندر بڑا خوبصورت تھا۔ آنے والوں کے مشعلوں کی روشنی کھلے ہوئے دروازوں سے چمک رہی تھی۔ اندرونی کمرے میں سوائے ایک عورت کے رونے کی آواز کے اور کوئی آواز نہیں تھی۔ باہری کمرے میں کچھ پروہت دبی ہوئی آواز میں باتیں (یا شاید عبادت) کر رہے تھے۔ قریب کے دوسرے مندروں میں شام کی عبادت ختم ہو چکی تھی اور مکمل خاموشی طاری تھی، صرف کیومی زو کی طرف روشنیاں نظر آ رہی تھیں اور پہاڑی کے پاس کچھ لوگ چل پھر رہے تھے[۱۱]۔

بوڑھی راہبہ کے بیٹے نے جو ایک بڑا پروہت تھا، پراثر آواز میں مذہبی ستائیں پڑھنا شروع کیں جنھیں سن کر گنجی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ اندر گیا۔ یوکون ایک پردے کے پیچھے تھی جب اس نے اس کے قدموں کی آہٹ

۱۱؎ کیومی زو میں لوگ سترھویں کو عبادت کے لئے جاتے تھے۔

سنی تو لیمپ کا رخ دیوار کی طرف کر دیا۔ وہ کون سی خطرناک چیز اس سے چھپا رہی تھی؟ لیکن جب وہ قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کی مرنے والی محبوبہ بالکل تبدیل نہیں ہوئی ہے بلکہ اسی طرح حسین اور پرسکون لیٹی ہوئی ہے۔ بغیر ڈرے اور جھجکے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا: "ایک بار اور مجھ سے بات کر لو! اور مجھے بتاؤ کہ تم اتنے مختصر وقفے کے لئے میری زندگی میں کیوں آئیں، اسے خوشی سے بھر دیا اور پھر مجھے، جو تم سے اتنی محبت کرتا تھا چھوڑ کر چلی گئیں؟" پھر وہ دیر تک اس کے پہلو میں پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا۔

پرو ہتوں کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے لیکن وہ اس کی تکلیف سے بہت متاثر تھے اور خود بھی رو رہے تھے۔ اس نے یوکون سے اپنے ساتھ واپس چلنے کو کہا۔ لیکن اس نے جواب دیا: "میں نے اس کی خدمت بچپن ہی سے کی ہے اور کبھی ایک گھنٹہ کے لئے بھی اس سے الگ نہیں ہوئی ہوں۔ میں کس طرح اچانک اسے چھوڑ کر دوسروں کی خدمت کر سکتی ہوں؟ مجھے واپس جا کر اس کے گھر والوں کو بتانا چاہیئے کہ کیا ہوا کیونکہ (اس کی موت جس طرح واقع ہوئی ہے) اگر میں جلد ہی اس کا ذکر نہیں کروں گی تو پھر لوگ مجھی کو مجرم ٹھہرائیں گے اور حضور! یہ بات میرے لئے بہت خطرناک ہوگی۔" یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی اور کہنے لگی۔ "میں اس کے ساتھ چتا پر جل جاؤں گی اور میرا دھواں اس کے دھوئیں میں مل جائے گا۔"

گنجی نے کہا۔ "افسوس! بیچاری عورت! مجھے تمہاری اس مایوسی پر تعجب نہیں ہے لیکن یہی دنیا کا کارخانہ ہے۔ دیر سویر ہم سب کو وہیں جانا ہے جہاں وہ گئی ہے؛ صبر کرو اور مجھ پہ بھروسہ کرو۔" اس نے اسے تسلی دی لیکن ایک لمحہ بعد پھر کہا: "میں جانتا ہوں کہ یہ کھوکھلے الفاظ ہیں۔ مجھے بھی اپنی زندگی کی فکر نہیں ہے اور بخوشی اس کے ساتھ مرنا چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے پھر اسے کوئی تسلی بھی

نہیں دی۔

کورے متسو نے کہا: "رات کافی گزر چکی ہے، ہمیں اب واپس ہو جانا چاہیے۔" اس طرح بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے بھرے ہوئے دل کے ساتھ وہ رخصت ہوا۔ زبردست اوس گری تھی اور گہرے کہرے کی وجہ سے راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ راستہ میں اسے یاد آیا کہ وہ (محبوبہ) اب بھی وہی سرخ لباس پہنے ہوئے تھی جو اس نے آخری رات کو ساتھ لیٹتے وقت اُسے دیا تھا۔ ان کی زندگیاں کتنی زیادہ ایک دوسرے میں گتھ گئی تھیں!

اس کا خیال کر کے وہ گھوڑے کی زین پر مشکل سے نہ بیٹھ سکا۔ کورے متسو جو اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا لیکن جب وہ ایک بلندی پر پہنچے تو وہ اس کو سنبھال نہ سکا اور گنجی زمین پر آ رہا۔ وہ وہاں بڑی تکلیف اور حیرت میں پڑا ہوا تھا، اس کے دل نے کہا "شاید میں یہ سفر ختم کرنے کے لئے زندہ نہیں رہوں گا۔ مجھ میں اتنی دور جانے کی طاقت نہیں رہ گئی ہے۔" کورے متسو بھی بہت پریشان تھا وہ محسوس کر رہا تھا کہ گنجی کے اصرار کے باوجود اسے اس تکلیف دہ سفر پر جانے نہیں دینا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اسے بخار بھی تھا۔ سراسیمگی کی حالت میں اس نے اپنے ہاتھ ندی کے پانی میں ڈال دیئے اور کیومی زو کی کوانن دیوی سے دعا مانگی۔ گنجی نے بھی خود کو سنبھالا اور دل ہی دل میں بدھ سے دعا مانگنے لگا۔ اس طرح وہ پھر اپنے سفر پر روانہ ہوئے اور کورے متسو کی مدد سے کسی طرح وہ اپنے محل میں واپس آیا۔

اچھی خاصی رات میں یکایک یہ سفر اس کے محل والوں کو نازانی اور بے احتیاطی کی انتہا معلوم ہوتا تھا۔ وہ کچھ دنوں سے یہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ راتوں کو اکثر مارا مارا پھرتا ہے لیکن کبھی کبھی پریشان اور کھوئے کھوئے رہنے کے باوجود اس صبح کو وہ جس قدر وحشت زدہ نظر آ رہا تھا، اتنا کبھی نظر نہیں آیا تھا۔ ان مسلسل افتادوں کا مطلب

کیا تھا؟ یہ سوچ سوچ کر وہ اپنا سر معنی خیز طور پر ہلاتے تھے۔ گنجی مسہری پر گر پڑا اور کئی دن بخار اور درد میں مبتلا رہا۔ وہ بہت کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی خبر شہنشاہ کو پہونچائی گئی، اُسے بہت دکھ ہوا اور حکم دیا کہ تمام بڑے بڑے مندروں میں اس کے لئے مسلسل دعائیں مانگی جائیں در حقیقت اس سے زیادہ دعائیں، عبادتیں اور صحت پانے کی رسمیں ادا کی گئیں جتنی بیان کرنے کی گنجائش ہے۔ جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ شہزادہ گنجی جو اپنے حسن و جمال کے لئے اس قدر مشہور ہے، مرنے کے قریب ہے تو ساری سلطنت میں کھلبلی مچ گئی۔

اگرچہ وہ بیمار تھا مگر یوکون کو بلاکر اپنی کنیزوں میں داخل کرنا وہ نہیں بھولا کورے متسو نے جو اپنے آقا کی بیماری کی الجھنوں سے اپنے آپ میں نہیں تھا، یوکون کے آنے پر اپنے کو قابو میں رکھا اور اس کے نئے فرائض کے متعلق اسے ضروری ہدایتیں دیں کیونکہ وہ جس بے چارگی کی حالت میں تھی اُس سے وہ بہت متاثر تھا۔ جب کبھی اس کی طبیعت بحال ہوتی گنجی بھی اسے خطوط اور پیغامات وغیرہ لے جانے کے کام میں لگا دیتا، یہاں تک کہ وہ جلد ہی اس کی خدمت میں حاضر رہنے کی عادی ہو گئی۔ وہ گہرا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھی اور اگرچہ ذرا بھی خوبصورت نہ تھی لیکن دیکھنے میں قبول صورت معلوم ہوتی تھی۔

"مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس شومئی قسمت نے تمہاری مالکہ کا رشتۂ حیات منقطع کر دیا، وہی ... مجھ کو بھی چاہتی ہے کہ میں اس دنیا میں بس تھوڑے دن اور رہوں میں اسے سمجھتا ہوں کہ تم اس سے جدا ہو کر کس زبردست رنج والم کا شکار ہو گئی ہو جو سالہا سال تک تمہاری مالکہ اور دوست رہی۔ اس لئے میرا برابر یہ مقصد رہا کہ تمہارے اس غم میں تمہیں تسلی دوں اور اس کے لئے لطف و کرم کے جو ذریعے بھی اختیار کر سکوں، اختیار کروں۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ میں بھی اس کے بعد بہت

کم دن کا مہمان ہوں۔" گنجی نے یہ باتیں کسی قدر بانکپن سے کہہ دیں۔ میرے دوکان
سے کہیں اندر چونکہ وہ بہت کمزور ہو گیا تھا اس لئے اپنے آنسو نہ روک سکا۔ اس
سے قطع نظر کہ اس کے مرنے سے وہ بالکل ہی بے سہارا ہو جائے گی اب وہ اس سے
بہت مانوس ہو گئی تھی اور اس کا مر جانا اس کے لئے بہت تکلیف دہ ہوتا۔

اس کے نوکر چاکر پریشان حال ادھر اُدھر دوڑتے رہتے تھے۔ شہنشاہ کے ہرکاروں
کا تانتا اس طرح بندھا رہتا تھا جیسے بارش کے قطرے۔ اپنے باپ کی پریشانی اور
تشویش کی خبریں سن کر گنجی اس کی بڑی کوشش کرتا کہ اپنی صحت میں کچھ بہتری اور
ترقی ظاہر کر کے اسے تسلی دے۔ اس کا خسر بھی بہت فکر مند رہتا اور ہر روز اس کی خبر
لینے اور طرح طرح کی دعا تعویذ کرنے کا حکم دینے کے لئے آتا اور شاید اسی کا نتیجہ تھا کہ
بیس دن تک خطرناک طور پر بیمار رہنے کے بعد وہ رو باصلاح ہوا اور جلد ہی بیماری
کی ساری علامتیں رفع ہونے لگیں۔ جس رات کہ اُسے صحت حاصل ہوئی اسی دن
اس کی چھوت کا زمانہ بھی ختم ہوا۔ یہ سن کر کہ اس کا باپ یعنی شہنشاہ اب بھی اس
کے لئے پریشان ہے، اس نے طے کیا کہ دربار کو اپنی صحت کا یقین دلانے کے لئے وہ
شاہی محل کی اپنی خاص قیام گاہ میں واپس جائے گا۔ اس کا خسر اپنی گاڑی لے کر
خود آیا کہ وہاں پہونچا دے اور کسی تکلیف دہ حد تک ہر طرح کے علاج اور پرہیز کے
متعلق اصرار کرتا رہا۔

کچھ دنوں تک تو اسے اس دنیا کی ہر چیز عجیب معلوم ہوتی رہی جس میں وہ
واپس آیا تھا، یہاں تک وہ خود اپنے کو نہیں پہچانتا تھا لیکن نویں مہینے کے بیسویں
دن تک اس کو مکمل صحت ہو گئی تھی یہاں تک کہ اب اس کے چہرے کی زردی اور
لاغری بھی بالکل بری نہیں معلوم ہوتی تھی۔

کبھی کبھی وہ اپنے سامنے خلا میں گھورتا رہتا اور زور زور سے رونے لگتا،

اس بات کو دیکھ کر یہ کہنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی کہ اس پر آسیب کا سایہ ہے۔

اکثر یوکون کو باتیں کرنے کے لئے بلوا لیتا۔ ایک بار جب وہ شام کے سناٹے میں گفتگو کر رہے تھے اس نے کہا: "ایک بات مجھے اب تک الجھن میں ڈالے ہوئے ہے۔ اس نے کبھی یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ تھی کون؟ اگر وہ واقعی، جیسا کہ اس نے ایک دفعہ کہا بھی، کسی مچھیرے کی لڑکی تھی، تو بھی اس سے، جو اس سے محبت کرتا تھا، اس بات کو یوں چھپانا ایک عجیب ذہنیت تھی!"

یوکون نے کہا: "آپ یہ پوچھتے ہیں کہ اس نے اپنا نام آپ سے کیوں پوشیدہ رکھا، اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ آپ کس وقت اس سے اس کا نام سننے کی امید کر سکتے تھے؟ (یہ اور بات ہے کہ اگر آپ یہ جان بھی لیتے تو کیا فائدہ ہوتا!) کیونکہ آپ نے شروع ہی سے اس کے ساتھ ایک طرح کی بے اعتمادی کا برتاؤ کیا اور رات کو ایسے پُراسرار اور خفیہ طریقے سے آئے کہ اسے یہ شک جائز طور پر ہو سکتا تھا کہ آپ اس دنیا کے انسان ہیں بھی یا نہیں! اور اگرچہ آپ نے کبھی نہیں بتایا لیکن وہ جانتی تھی کہ آپ کون ہیں! اور یہ خیال اس کے لئے بہت زیادہ تکلیف دہ تھا کہ اگر آپ اسے محض ایک کھلونا نہ سمجھتے تو اس طرح رازداری کیوں برتتے؟"

گنجی نے کہا: "اوہ! غلط فہمیوں کا کیسا المناک سلسلہ ہے! جہاں تک میرا تعلق ہے میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ باہم اتنی دوری رہے۔ لیکن مجھے ایسے معاملات کا کوئی تجربہ نہ تھا۔ مجھ جیسے لوگوں کے راستہ میں بہت سی مشکلیں حائل ہوتی ہیں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ تو میں اپنے باپ یعنی شہنشاہ کے غصہ سے خوفزدہ تھا، پھر جگ ہنسائی کا احمقانہ خیال تھا۔ میں اپنے کو درباری قاعدوں اور بندھنوں میں بندھا ہوا محسوس کرتا تھا لیکن اس تھکا دینے والی رازداری کے باوجود اپنے مرتبہ کی وجہ سے مجھ کو برتنا ضروری تھا، پہلی ہی شام سے میرا دل بیا

گردیدہ ہوگیا تھا کہ اگرچہ عقل مجھے روکتی رہی میں اپنے کو روک نہ سکا۔ درحقیقت مجھے کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر کی زبردست کشش نے مجھے وہ کرنے پر مجبور کر دیا جس کے لئے میں اب بہت پچھتاتا ہوں لیکن اس کے متعلق مجھے کچھ اور بتاؤ! کیونکہ اب تو رازداری کی کوئی ضرورت باقی نہیں معلوم ہوتی ہر ساتویں دن جب میں اس کی روح کی تسلی کے لئے مہاتما بدھ کے نام لکھواتا ہوں اس سلسلہ میں اپنی دلی دعاؤں میں کس کا نام لوں؟"

یوکون نے کہا: "اس کے بتانے میں مجھے کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ اگر مجھے اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ جو باتیں میں آپ سے کہہ رہی ہوں، وہ زندہ ہوتی اور مجھے نہ کہنے دیتی، تو میں پہلے ہی کہہ چکی ہوتی۔ اس کا باپ بھی چوجو سے بہت چاہتا تھا لیکن ہمیشہ یہ محسوس کرتا تھا کہ اس کی خوبصورتی کے مطابق وہ اسے کوئی آرام یا فائدہ نہ پہونچا سکے گا۔ اس کے مستقبل کے لئے پریشان اور اس کے لئے کچھ کرنے کی فکر میں وہ دنیا سے چل بسا۔ تھوڑے دنوں بعد کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ تو نو چوجو[۱۲] کے پاس پہونچ گئی، وہ اس وقت صرف لیفٹیننٹ تھا۔ تین سال تک اس نے اسے بہت خوش رکھا لیکن پچھلے سال کے موسم خزاں میں یمین السلطنۃ[۱۳] کے محل سے پریشان کن خطوط آنے لگے اور طبعاً بہت زیادہ ڈرپوک ہونے کی وجہ سے اس بات سے اس پر بڑی وحشت کی سراسیمگی طاری ہوئی اور وہ شہر کے اس مغربی حصہ میں بھاگ آئی جہاں اس نے خود کو اپنی آیا کے گھر میں پوشیدہ کر لیا۔ وہاں وہ بڑی تکلیف میں تھی اور سوچ رہی تھی کہ ایک پہاڑی گاؤں میں چلی جائے

۱۲؎ چوجو لفظ کے معنی ہیں کپتان۔

۱۳؎ یعنی تو نو چوجو کی بیوی کے یہاں سے جو یمین السلطنۃ کی بیٹی تھی۔

لیکن اسے معلوم ہوا کہ سال کے شروع ہی سے ستارے کچھ ایسے ہیں کہ اس وقت میں جانا منحوس ہوگا اور (گو اس نے کبھی مجھ سے کہا نہیں) حضور! میرا خیال ہے کہ اُسے اس سے بہت زیادہ تکلیف تھی کہ آپ اس کے پاس اس وقت پہونچے جب وہ اتنے حقیر مکان میں رہتی تھی لیکن دنیا میں کوئی میری اللکہ کی طرح دل کی بات دل میں نہیں رکھ سکتا تھا، وہ اس کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ جو کچھ اس کے ذہن میں ہے لوگ اُسے جان لیں۔ اس میں شک نہیں کہ کبھی کبھی اس نے آپ سے عجیب طرح کا برتاؤ کیا، اسے تو آپ نے خود ہی دیکھا ہوگا۔"

ہاں، یہ سب کچھ بالکل ویسا ہی تھا جیسا تو نو جو جو نے بیان کیا تھا۔ گنجی نے ذرا اور دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا: "مجھے خیال آتا ہے کہ جو جو نے کسی بچے کا بھی ذکر کیا تھا جس کے غائب ہو جانے سے وہ بہت پریشان تھا، کیا میرا خیال ٹھیک ہے؟" یوکون نے جواب دیا: "ہاں بالکل ٹھیک ہے، گذشتہ سال موسم بہار میں ایک بڑی خوبصورت لڑکی پیدا ہوئی تھی۔" گنجی نے پوچھا: "وہ اب کہاں ہے؟ کیا تم اسے میرے پاس لا سکتی ہو اور اس طرح کہ کوئی یہ نہ جانے کہ کہاں لئے جا رہی ہو؟ اس پریشانی میں اس کی کوئی یادگار اپنے پاس رکھنا میرے لئے بڑی تسکین کا باعث ہوگا، میں یہ بات جو جو سے بھی کہہ دوں لیکن خواہ مخواہ جو کچھ ہوا ہے اس کے متعلق ایک لمبی گفتگو چھڑ جائے گی۔ میں کسی نہ کسی تدبیر سے اسی محل میں اس کی پرورش کا انتظام کر دوں گا۔ میرے خیال میں اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے، تمہارے لئے یہ کچھ ایسا مشکل نہ ہوگا جو لوگ اس کے ذمہ دار ہوں ان سے کوئی قصہ گڑھ کر بیان کر دو۔" یوکون نے کہا: "مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ کو اس کا خیال پیدا ہوا۔ جہاں وہ اس وقت پل رہی ہے وہ اس کے لئے بہت غیر معقول ہے۔ وہاں نہ تو کوئی اس کا ہے اور نہ شہر کا وہ حصہ

مناسب ہے...“

شام کے سناٹے میں، غیر معمولی حسن سے بھرے ہوئے آسمان کے نیچے، محل کے احاطے کے سامنے کہیں کہیں بعض کیڑے اپنا راگ چھیڑے ہوئے تھے۔ پتیاں مٹنے والی تھیں۔ اس کی نظر جب اس دلفریب منظر پر گئی تو اسے اپنے محل کی فضا کے مقابلہ میں، لوگاؤ کی معمولی سی قیام گاہ کا خیال بہت شرمندہ کرنے والا معلوم ہوا، اتنے میں بانس کے جھنڈ میں سے اچانک الّو چڑیئے کی تیز آواز سنائی دی۔ اسے یاد آیا کہ اس منحوس مکان کے باغ میں اس چڑیئے کی آواز پر جب وہ چونک پڑی تھی تو کیسی عجیب معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے یوکون کی طرف مڑتے ہوتے اچانک پوچھا ”اس کی عمر کیا تھی؟ کیونکہ اگرچہ اپنی بے چارگی اور شرم و حیا سے وہ بچوں سی معلوم ہوتی تھی لیکن ہوسکتا ہے یہ اس بات کی علامت رہی ہو کہ وہ اس دنیا میں بہت تھوڑے دن رہنے کے لئے آئی ہے۔“ یوکون نے جواب دیا: ”وہ انیس سال کی رہی ہوگی۔ جب میری ماں یعنی اس کی پہلی آیا کا انتقال ہوگیا اور میں بے ماں کے رہ گئی تو میری مالکہ کے باپ نے میری خبر لی اور مجھے اپنی لڑکی کے ساتھ پالا۔ حضور! اب میں اس بات کا خیال کرتی ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بغیر اس کے میں کیوں کر جیوں گی کیونکہ اگرچہ یہاں لوگ بڑی مہربانی سے پیش آتے ہیں لیکن میں ان سے مانوس نہیں ہوئی ہوں۔ شاید یہ اس لئے ہو کہ میں اس کے عادات و اطوار سے واقف تھی، برسوں وہ میری مالکہ رہی تھی۔“

پرانی یادوں کی وجہ سے گنجی کو دھوبیوں کی موگری کی آواز بھی اچھی معلوم ہونے لگی تھی اور مسہری میں لیٹ کر وہ پو چوائی کے یہ اشعار دہرایا کرتا تھا:
”آٹھویں مہینے میں اور نویں مہینے میں، جب راتیں لمبی ہوتی ہیں، دھوبی کی موگری

ہزار مرتبہ، دس ہزار مرتبہ ڈیکیرے کو اٹھتی ہے۔"

نوعمر لڑکا (اتسو سیمی کا بھائی) اب بھی اس کی ملازمت میں تھا لیکن جیسے خط (بہن کے پاس) لایا کرتا تھا اب نہیں لاتا تھا۔

اتسو سیمی نے خیال کیا کہ اس نے اس کے غیر دوستانہ رتاؤ کو ناقابل برداشت سمجھ لیا ہے اور اس خیال سے پریشان بھی تھی۔ پھر اچانک اسے گنجی کی بیماری کی خبر ملی اور اس کی پریشانی تکلیف اور فکر میں تبدیل ہو گئی۔ اسے جلدی ہی اپنے طویل سفر پر جانا تھا لیکن اس سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ گنجی اسے بالکل ہی تو بھول نہیں گیا ہے اس نے اس کے پاس ایک پیغام بھیجا جس میں کہا تھا کہ اس کی بیماری کی خبر سن کر جو رنج ہوا ہے اس کے اظہار کے لئے اس کے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اسی کے ساتھ اس نے یہ نظم بھی بھیجی "اتسو سیمی نے آپ کا حال جو نہیں پوچھا اور آپ نے یہ دریافت نہیں کیا کہ میں کیوں خاموش تھی۔ اس طرح دن گذرتے گئے اور میں غم اور ناامیدی میں گرفتار رہی۔"
وہ اسے بھولا نہیں تھا، اپنی ساری مصیبتوں میں بھی نہیں۔ اس نے جواب میں لکھا "ہائے یہ زندگی، یہ اتسو سیمی، ٹڈی کے انڈے کی طرح نازک ہے! میں تھک چکا تھا کہ تمہارا پیام ملا۔ مجھ میں جینے کی نئی طاقت پیدا ہو گئی۔" یہ نظم کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کچھ ٹیڑھی لکھی گئی تھی لیکن اس نے سوچا خط بہت اچھا معلوم ہوتا اور اسے بڑی خوشی ہوئی کہ وہ یہ نہیں بھولا ہے۔ اس نے کیسے ٹڈی کے پر کی طرح اپنی اور تمہی گرہ دی تھی۔ اس طرح خط و کتابت میں کوئی نقصان نہ تھا لیکن وہ اس سے ملاقات کا انتظام کرنے کے لئے آمادہ نہ تھی۔ اس نے سوچا کہ آخر یہ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آئی ہے کہ اس میں کسی قسم کا فائدہ نہیں ہو سکتا۔

جب تک اتسو سیمی کی سہیلی کا تعلق ہے ابھی اس کی شادی نہیں ہوئی

تھی۔ گنجی نے سنا کہ وہ تونوچوجہ کے بھائی، کوروددونو شوشو کی داشتہ بن گئی ہے اور اگرچہ اسے اس کا ڈر تھا کہ شوشو کو جب یہ معلوم ہوا ہوگا کہ وہ اس کے عاشقوں میں پہلا نہیں ہے تو وہ بہت خفا ہوا ہوگا اور وہ اُسے خفا کرنا بھی نہیں چاہتا تھا تاہم اسے اس لڑکے کے بارے میں تجسس سا تھا اس لئے اس نے تسوسیمی کے بھائی کے ذریعہ پوچھوایا کہ اس کو اس کی بیماری کی خبر ملی ہے یا نہیں اور یہ نظم لکھ بھیجی: "اگر میں نے اپنے تکیے کے لئے ایک مٹھی چھجے کے کنارے اُگنے والی گھاس[۱] جمع نہ کی ہوتی تو میرے اس پیام کے لئے بہانے کا ایک پہلو بھی نہیں تھا" یہ ایک چیستان تھی جس سے کئی معنی نکلتے تھے۔ اس نے اس خط کو ایک لمبے سرکنڈے میں باندھ کر اُسے حکم دیا کہ چھپا کر پہونچا دے لیکن بعد میں اُسے بڑی پریشانی تھی کہ کہیں خط اِدھر اُدھر نہ ہو جائے۔ اس نے خیال کیا: "اگر یہ خط شوشو کے ہاتھ میں پڑ گیا تو وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ اس سے پہلے میری پہونچ ہو چکی ہے" لیکن اس نے اپنے پندار میں یہ بھی سوچا کہ غالباً شوشو اس کو بہت برا نہیں مانے گا۔

لڑکے نے خط اس وقت پہونچایا جب شوشو کہیں دور تھا۔ اسے تھوڑی سی تکلیف ضرور پہونچی لیکن یہ بات بھی بہت تھی کہ اس نے اسے یاد رکھا اور اس بات کا بہانا بنا کر کہ اس وقت اس سے زیادہ وہ اور کچھ نہیں کر سکتی، اس نے لڑکے کے ہاتھ یہ شعر جواب میں روانہ کیا: "آپ کے التفات کے ہلکے سے جھونکے نے جو ایک لمحہ کے لئے ہی ادھر آیا چھجے پر اگنے والی گھاس کو کسی حد تک غم کے پلڑے سے ڈھک دیا ہے" شعر بہت بد خط لکھا ہوا تھا، اس میں حسن پیدا

---

[۱] اس سے مراد ہے نوکی بانواگی۔ جس نام سے وہ لڑکی موسوم تھی۔

کرنے کے لئے غلط سلط لکیریں شامل کر دی گئی تھیں، تحریر میں پختگی نہ تھی۔ بہرحال اس نے اسے وہ چہرہ یاد دلا دیا جسے اس نے لیمپ کی روشنی میں دیکھا تھا اور دوسری عورت جو اس کے مقابل ایک خاص آن سے بیٹھی تھی اس کے چہرے میں کیسا عزم تھا اور اس کا ارادہ کتنا قوی تھا کہ اس نے اس کی ذرا بھی ہمت افزائی نہیں کی!

اس چھتے کی گھاس والی خاتون کے ساتھ اس کا معاملہ کچھ ایسا اتفاقیہ اور سرسری تھا کہ اسے چھچھورا اور بے احتیاط نظر آنے کے باوجود کچھ زیادہ نقصان دہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اگر اس نے اپنے اوپر قابو نہ رکھا تو وہ پھر کسی ایسے ہی معاملہ میں پھنس کر اپنی شہرت اور عزت کو برباد کرے گا۔

یوگاؤ کے مرنے کے انچاسویں دن اس کے حکم سے خفیہ طور پر کوہ ہیئے آئی کے مندر ہوکے ڈو میں اس کی روح کے لئے پوجا پاٹ کیا گیا۔ جو مراسم بجالائے گئے وہ بہت ہی پیچیدہ قسم کے تھے، جس چیز کی ضرورت ہوئی وہ سب شہزادے کے صرف خاص سے دی گئی، یہاں تک کہ مورتیوں اور مذہبی کتابوں کی آراستگی کا کام بھی بڑی توجہ سے کیا گیا۔ کورے متسو کا بھائی جو اپنے زہد و تقویٰ کے لئے مشہور تھا مراسم بجالانے کے لئے نگراں مقرر کیا گیا اور ہر کام قاعدے سے ہوا۔ اس کے بعد گنجی نے اپنے پسندیدہ خطاط استاد کو بلا بھیجا جو لکھنے میں ماہر تھا اور اسے مرنے والی کے لئے دعائیں لکھنے کا حکم دیا۔ "لکھئے کہ جس بے نام سے میں محبت کرتا تھا لیکن جسے میں نے بُری طرح کھو دیا، اسے بُدھ میدا کو سونپتا ہوں۔" اس نے یہ مسودہ لکھ کر اپنے استاد کو دیا کہ اس میں ترمیم کر دے لیکن استاد نے بڑے پُراثر انداز میں کہا: "اس میں نہ کچھ بڑھانا ضروری ہے نہ ترمیم۔" اس نے اپنے دل میں سوچا کہ وہ کون ہے جس کے لئے شہزادہ اس قدر رنجیدہ ہے؟ کیونکہ گنجی کوشش کے باوجود اپنے آنسو نہیں روک سکا تھا۔

جب وہ پوشیدہ طور پر اپنے توشہ خانہ میں ہو کے ڈو کے پروہتوں کو انعام میں

دینے کے لئے کوئی خاص چیز تلاش کر رہا تھا تو اس کی نظر ایک لباس پر پڑی، اسے تہہ کرتے ہوئے اس نے یہ نظم کہی "آج پرنم آنکھوں کے ساتھ میں جو کمربند باندھ رہا ہوں کیا ہم کسی نئی زندگی میں کھو لیں گے؟"

اب تک اس کی روح ایک خلا میں بھٹک رہی ہے[۵]۔

لیکن اب وہ نئی زندگی کے جادے پر روانہ ہو چکی ہو گی، یہ سوچ کر اس نے بڑے خلوص سے اس کی حفاظت کے لئے دعا مانگی۔ اس کی ملاقات تونوچوجو سے ہوئی اور اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا کیونکہ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ یوگاؤ کی بچی کے متعلق اس سے کہے اور اس کی پرورش کے متعلق باتیں کرے۔ لیکن اسے خوف تھا کہ باقی واقعات اسے خواہ مخواہ غم و غصہ میں مبتلا کر دیں گے۔ اس لئے اس نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اس دوران میں یوگاؤ کے نوکر چاکر بڑی حیرت میں تھے کہ انھیں اس کی خبر نہیں۔ یوکون نے کوئی اطلاع نہیں دی، اس لئے وہ بے حد پریشان تھے۔ ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ تھا کہ گینجی اس کا عاشق تھا لیکن ان میں سے بعض کہتے تھے کہ انھوں نے اسے پہچان لیا تھا اور سرگوشیوں میں اس کا نام برابر آتا تھا۔ انھیں یقین تھا کہ یہ راز کورے متسو کو ضرور معلوم ہو گا۔ لیکن وہ ہمیشہ یہی ظاہر کرتا رہا کہ اُسے یوگاؤ کے عاشق کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں، اس نے ان کے ہر سوال کے جواب سے بچنے کا ایک طریقہ نکال لیا اور چونکہ وہ اپنی غرض سے اب بھی اس گھر میں آتا جاتا رہتا تھا اس لئے انھیں آسانی سے یہ یقین آگیا کہ ان کی مالکہ کے معاملہ میں اس کا ہاتھ نہیں تھا۔ غالباً یہ کسی زوریو (صوبائی عہدہ دار) کے لڑکے کی حرکت تھی جس نے تونوچوجو کی دخل اندازی کے خوف سے

---

[۵] ابھی دھرم کوش شاستر میں یہ عجیب بیان کی گئی ہے کہ انچاس دنوں تک روح عالم برزخ میں رہتی ہے، پھر نیا جسم لیتی ہے۔

لے کے کسی دور دراز صوبہ میں پہونچا دیا۔ مکان کی اصل مالک یوگاؤ کی دوسری آیا کی لڑکی تھی جس کے تین اولادیں تھیں۔ یوکون کی پرورش انھیں کے ساتھ ہوئی تھی۔ وہ یہ سوچتی تھیں کہ چونکہ یوکون ان کی حقیقی بہن نہیں ہے اس لئے وہ ان کی مالکہ کو خبر نہیں بھیجتی، اس لئے وہ بہت رنجیدہ اور پریشان تھیں۔

یوکون اس ڈر سے اس گھر میں نہیں جاتی تھی کہ وہ ایسے سوالات کی بوچھار کر دیں گی گنجی نے جن کا جواب دینے سے اُسے روک دیا ہے۔ بسے اپنی مالکہ کی بچی کی خبر حاصل کرنے کی جرات بھی نہیں ہوتی تھی۔ بچی کو کہیں پرداخت کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا لیکن اسے اسے کا بڑا رنج تھا کہ وہ جگہ اب اس کے ذہن میں نہیں تھی۔

گنجی کی بڑی تمنا تھی کہ ایک دفعہ اور خواب ہی میں سہی وہ اس کا چہرہ دیکھ لے لیکن کوہ ہیئے آئی پر ادا کی جانے والی رسموں کے بعد والی رات میں اس نے اس سے ایک بالکل ہی مختلف خواب دیکھا، جس کے لئے اس نے دعا کی تھی۔ ایک بار اور اس کے سامنے ایک عورت کی وہی خوفناک شکل آئی جو اس نے اس بدقسمت رات کو دیکھی تھی۔ اس خیال نے اسے خوفزدہ کر دیا کہ کوئی خبیث روح جو اس ویرانے میں رہا کرتی ہے شاید اسی دن اس کے اندر بھی داخل ہوگئی اور وہ آسیب زدہ ہے۔

آیو نوسو کے بے خدا مہینے[16] کے شروع میں جانے والا تھا۔ اس نے یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ اس کی بیوی دُتسو سیمی، اس کے ساتھ جائے گی۔ گنجی نے بہت اچھے وداعی تحفے بھیجے اور ان میں ایک مقصد سے کئی بہت اچھے پنکھے اور کنگھے بھی رکھ دیئے اس کے علاوہ وہ ریشمی پٹیاں بھی تھیں جو سفر کے دیوتا کو چڑھائی جاتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اوڑھنی بھی تھی جو اس نے گرا دی تھی۔ اس میں گنجی نے ایک نظم بیت دی

---

[16] جاپانی سال کا نواں مہینہ۔

تھی جس میں لکھا تھا کہ اس نے اس وقت تک اس یادگار کو اپنے پاس رکھا جب تک کہ ملنے کی کوئی امید تھی لیکن اب بے سود بہائے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ اسے واپس کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ایک طویل خط بھی تھا لیکن اس میں کوئی خاص بات نہ تھی اس لئے اس کا ذکر بیکار ہے۔ اتسو بیمی نے اس شخص کے ہاتھ اس خط کا کوئی جواب نہیں بھیجا جو یہ تحفے لایا تھا لیکن اپنے بھائی کے ہاتھ یہ نظم روانہ کی: "اس بدلی ہوئی ٹڈی کے گرمی والے پر آپ نے واپس کر دیئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی بدل گئے ہیں۔ اس سے اس کیڑے کا دل غم سے بھر گیا ہے۔"

وہ بہت دیر تک اس کے متعلق سوچتا رہا۔ اگرچہ وہ ایک عجیب اور ناقابل بیان ارادے کے ماتحت آخر وقت تک اپنے دل کو پتھر کئے رہی لیکن جب بھی اس بات کا خیال آجاتا کہ وہ ہمیشہ کے لئے چلی گئی تو اس کا دل اداس ہو جاتا تھا۔

دسویں مہینے کا پہلا دن تھا اور گویا یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ جاڑے شروع ہوئے ہیں، زبردست بارش ہوئی۔ گنجی دن بھر طوفانی فضا کو دیکھتا رہا۔ موسم خزاں نے اُسے سوگ دیا تھا اور موسم سرما نے اس سے اسے دور کر دیا جس کو وہ دل سے پیار کرتا تھا۔

اس مسافر کی طرح جو دو راستوں پر چلنے کی بے سود کوشش کرتا ہے۔
میں پریشان و حیران کھڑا ہوں جہاں یہ افسردہ موسم ملتے ہیں۔

اب ہمیں کم سے کم یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ اس کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا تھا کہ ایسی پوشیدہ عشق بازیاں تکلیف دہ ہوتی ہیں۔

جن باتوں کو پوشیدہ رکھنے کی اس نے اتنی تدبیریں کیں، ان کے اس طرح مفصل بیان کرنے کی مجھے بھی خوشی نہیں لیکن اگر آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ میں نے کچھ چھپایا ہے تو آپ فوراً ہی پوچھتے کہ یہ اس لئے تو نہیں کہ وہ ایک شہنشاہ کا بیٹا

کہا جاتا تھا اور میں نے اُس کے عیوب کو نظر انداز کر کے صرف اس کے کردار کی اچھائیاں ظاہر کی ہیں پھر آپ یہ کہنے کہ یہ تو تاریخ نہیں بلکہ کچھ من گھڑت قصے ہیں جن کا مقصد آئندہ نسلوں کو متاثر کرنا ہے اور کچھ نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے، اس کی وجہ سے میں گندگیاں اچھالنے والی قرار دی جاؤں گی لیکن میں مجبور ہوں۔

پانچواں باب

موراساکی

اسے لرزہ بخار آگیا، جب ہر طرح کی دعا تعویذ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور بخار بار بار دہرا تا رہا تو کسی نے کہا کہ کوہ شمالی کے ایک مندر میں ایک بہت ہی مقدس اور عاقل شخص رہتا ہے جس نے گذشتہ سال گرمیوں میں (جب اس بیماری کا بڑا زور تھا اور عام جھاڑ پھونک سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا) لوگوں کو بڑے عجیب و غریب طریقوں سے اچھا کیا، مشورہ دینے والے نے کہا "وقت ضائع نہ کیجیے کیونکہ جب آپ ایک غیر مفید علاج کے بعد دوسرا کرتے رہیں تو اس دوران میں بیماری کی گرفت اور مضبوط ہو جاتی ہے۔" اس نے فوراً ہی ایک شخص کو بھیجا کہ وہ اس مقدس شخص کو بلا لائے۔ اس نے کہلا بھیجا کہ بڑھاپے کی مجبوریاں اسے کہیں آنے جانے کی اجازت نہیں دیتیں۔ گنجی نے سوچا "اب کیا کیا جائے؟ مجھے اس کے پاس خفیہ طور سے جانا چاہیے۔" وہ تین چار با اعتماد نوکروں کو ساتھ لے کر وہ صبح ہونے سے پہلے ہی روانہ ہو گیا۔ وہ مقام دور پہاڑیوں کے درمیان تھا۔ تیسرے مہینے کا آخری دن تھا، دارالسلطنت کے تمام پھول گر چکے تھے، جنگلی بیروں میں ابھی پھل نہیں

تھے لیکن جب وہ کھلے میدانوں میں پہنچا تو کہرا بڑی عجیب اور حسین ہیئت اختیار کر گیا۔ اس سے وہ بہت خوش ہوا کیونکہ اس کے بلند مرتبہ کی وجہ سے اس کی نقل و حرکت میں بڑی پابندیاں لگی ہوئی تھیں اور اس نے ایسے خوبصورت منظر کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اتنے سندر بھی بڑے اچھے معلوم ہوتے۔ مقدس بزرگ ایک گہرے غار میں رہتا تھا جو چٹان کی ایک اونچی دیوار میں کاٹ دیا گیا تھا۔ گنجی نے اپنے نام کی اطلاع نہیں دی اور اچھی طرح بھیس بدلے رہا لیکن اس کا چہرہ بہت مشہور تھا اس لئے پروہت نے فوراً ہی پہچان لیا۔

اس نے کہا: "معاف کیجئے گا، کل آپ ہی نے مجھے بلا بھیجا تھا؟ افسوس اب مجھے اس دنیا کی باتوں کا بالکل خیال ہی نہیں آتا اور میں بھول گیا ہوں کہ بیماری کو کیسے اچھا کیا جاتا ہے۔ مجھے واقعی بے حد افسوس ہے کہ آپ کو اتنی دور آنے کی زحمت ہوئی۔" اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ بہت الجھن میں ہے، اس نے ہنستے ہوئے گنجی کی طرف دیکھا۔ لیکن یہ بات فوراً ہی ظاہر ہو گئی کہ وہ بہت ہی عالم اور متقی انسان ہے۔ اس نے چند تعویذ لکھ کر اسے پہنائے پھر کچھ منتر پڑھے۔ جب تک یہ سب ختم ہو سورج نکل آیا تھا، گنجی کچھ دور باہر گیا اور غار کے چاروں طرف نظر دوڑانے لگا جس اونچے مقام پر وہ کھڑا تھا، وہاں سے اس کو نیچے ادھر ادھر پھیلی ہوئی خانقاہیں دکھائی دیں۔ ایک بل کھاتی ہوئی پگڈنڈی نیچے ایک حسین جھونپڑی کے پاس پہنچتی تھی، جو چاروں طرف انھیں جھاڑیوں سے گھری ہوئی تھی جن سے دور، لیکن ذرا وسیع تر معلوم ہوتی تھی۔ اس سے ہو کر ایک سایہ دار راستہ باہر نکلا تھا جس کے ادھر ادھر کاٹ چھانٹ کر پودے درست کئے گئے تھے۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ کس کا مکان ہے، اس کے ملازموں میں سے ایک نے بتایا کہ اس میں دو سال سے ایک سادھو رہتا ہے۔ سادھو کا نام سن کر گنجی نے کہا: "اور میں اسے خوب

جانتا ہوں۔ لیکن میں جس لباس میں اور جس طرح ہوں، اس حالت میں اس سے ملنا مناسب نہ ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ وہ میرے آنے کا حال سنے گا کبھی نہیں...."
ٹھیک اسی وقت اچھے کپڑوں میں ملبوس بچوں کی ایک جماعت اس مکان سے نکلی اور ایسے پھول چننے لگی جو عبادت گاہوں اور مورتیوں کے آراستہ کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ گنجی کے آدمیوں میں سے کسی نے کہا: "اس میں کچھ لڑکیاں بھی ہیں۔ ہم یہ تو سوچ نہیں سکتے کہ یہ مقدس بزرگ کے پاس رہتی ہوں گی، پھر یہ ہیں کون؟ اور اپنے ذوقِ تجسس کو آسودہ کرنے کے لئے وہ شخص کچھ نیچے اُدھر گیا اور انھیں بغور دیکھنے لگا۔ واپس آکر اس نے کہا: "ہاں ان میں کچھ بڑی خوبصورت لڑکیاں بھی ہیں، بعض بڑی ہیں اور بعض بالکل بچیاں۔"
صبح کا زیادہ حصہ گنجی نے دوا علاج میں صرف کیا۔ آخر جب اس کا سلسلہ ختم ہوا تو اس کے نوکر اس ڈر سے کہ اس کے بخار کا وقت قریب آرہا ہے، اس کے ذہن کو اِدھر اُدھر متوجہ کرنے کے لئے پہاڑوں کے اوپر ایک ایسے مقام پر لے گئے جہاں سے دارالسلطنت دیکھا جا سکتا تھا۔ گنجی خوشی سے بول اٹھا "یہ کہرے کی دھند میں غرق فاصلے اور چمکتے ہوئے درختوں کے دھندلے نقوش جو ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں کیسے حسین ہیں! جو شخص ایسی جگہ رہے بھلا وہ ایک لمحہ کے لئے بھی کیونکر رنجیدہ رہ سکتا ہے!" اس کے نوکروں میں سے ایک نے کہا "یہ تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ اگر میں دوسرے علاقوں کے پہاڑ اور جھیل دکھا سکتا تو آپ کو خود ہی اندازہ ہو جاتا کہ یہ جو آپ کو پسند آگئے ہیں وہ ان سے کتنے بڑھے ہوتے ہیں۔" اور اس نے سب سے پہلے اسے کوہ فوجی اور دوسری مشہور چوٹیوں کا حال سنایا پھر مغربی علاقے کا ذکر کیا جس میں خوبصورت خلیج اور ساحل ہیں، یہاں تک کہ وہ بالکل بھول گیا کہ اُسے اسی وقت بخار آیا کرتا تھا۔ اس شخص نے اپنا سلسلۂ

کلام جاری رکھا اور سمندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اُدھر، ہم سے بالکل قریب ہی ہریما میں خلیج آکاشی ہے۔ اسے خوب غور سے دیکھ لیجئے کیونکہ اگرچہ یہ جگہ کچھ بہت زیادہ الگ نہیں ہے لیکن یہاں پہونچ کر سمندر کے علاوہ تمام مقامات سے کٹ کر الگ ہو جانے کا جو احساس پیدا ہوتا ہے وہ جتنی جگہیں میں جانتا ہوں اس کو ان میں سب سے زیادہ عجیب اور سنسان جگہ بنا دیتا ہے اور وہیں پر ایک ہنگم طور سے وسیع اور شاندار محل میں ایک غیر پیشہ ور سنیاسی کی اکلوتی لڑکی رہتی ہے جو پہلے کبھی کسی صوبہ کا گورنر تھا۔ وہ وزیر اعظم کے خاندان سے ہے اور امید تھی کہ دنیا میں بڑا نام کرے گا لیکن اس کا مزاج عجیب ہے اور مجلسی زندگی سے نفرت کرتا ہے۔ کچھ دنوں تک وہ محل کے محافظوں کا افسر تھا لیکن اس نے اسے چھوڑ کر ہریما کا صوبہ پسند کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہاں کے لوگوں سے اس کی ان بن ہو گئی۔ اس نے ظاہر کیا کہ اس کے ساتھ بہت برا برتاؤ کیا گیا ہے اور وہ دار الحکومت کو واپس جائے گا لیکن اس نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کی بلکہ سر منڈوا کر سنیاسی بن گیا۔ پھر بجائے اس کے کہ وہ عام رواج کے مطابق کسی غیر آباد پہاڑ پر رہتا اس نے سمندر کے کنارے یہ محل بنوایا۔ یہ بات آپ کو عجیب معلوم ہوگی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ اس علاقہ میں بہت سے سادھوؤں نے یہاں دراہ اپنی قیامگاہیں بنائی ہیں تاہم یہ پہاڑی علاقہ بہت بے رنگ اور الگ تھلگ سا معلوم ہوتا ہے، یہاں اس کی جوان بیوی اور بچی کو بڑی الجھن ہوتی اس لئے اس نے ساحل کو پسند کر کے درمیانی راستہ اختیار کیا۔ ایک دفعہ جب میں ہریما کے علاقہ میں سفر کر رہا تھا میں نے اس مکان میں جانے کا موقع نکالا اور دیکھا کہ وہ دار الحکومت میں تو بہت سادہ طریقے سے رہتا تھا لیکن یہاں بڑی شان سے رہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوا ہے اس کے باوجود (اب اس کو صوبے کے انتظام کی الجھن نہیں تھی) وہ

زندگی کے باقی دن مکمل آرام سے گذار دینا چاہتا ہے، لیکن اس صورت میں بھی وہ آنے والی زندگی کی بڑی تیاری کر رہا ہے۔ کوئی باقاعدہ پروہت بھی مشکل ہی سے ایسی سخت ریاضت کرتا اور پاکیزہ زندگی گذارتا ہوگا۔"

گنجی نے کہا: "اور تم نے اس کی کسی لڑکی کا بھی تو ذکر کیا؟" اس نے جواب دیا: "وہ دیکھنے میں اچھی خاصی ہے اور بے وقوف تو کسی حیثیت سے بھی نہیں معلوم ہوتی۔ صوبے کے کئی گورنر اور حاکم اس کے مشتاق ہیں اور شادی کا پیام بھیج چکے ہیں لیکن اس کے باپ نے ان سب کو واپس کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ وہ اپنے لئے دنیوی شان و شکوہ سے بے نیازی ظاہر کرتا ہے لیکن یہ طے کئے ہوئے ہے کہ اس کی اکلوتی لڑکی اس کی گدی کی تلافی کرے گی اور اس بات کا عہد کیا ہے کہ اگر اس نے کبھی اس کی مرضی کے خلاف کسی کو پسند کیا یا اس کے مرنے کے بعد اپنی کسی بے جا خواہش کی تسکین کے لئے اس کے احکام اور ہدایات کی خلاف ورزی کی تو سمندر سے اس کا بھوت اٹھے گا اور اسے غرق کر دے گا۔"

گنجی نے یہ باتیں بڑی توجہ سے سنیں۔ "کیوں نہیں، اس کا حال تو ان "ابدی کنواریوں" کا سا ہے جنہیں سمندر کے اژدر بادشاہ کے سوا کوئی شوہر نصیب نہیں ہوتا" اور وہ بوڑھے مستعفی گورنر کے احمقانہ خیال پر خوب ہنسے۔ اس قصہ کا بیان کرنے والا ہریما کے موجودہ گورنر کا بیٹا تھا جو گذشتہ سال خزانے کی ایک محرری سے اٹھا کر پانچویں درجے کا عہدہ دار بنا دیا گیا تھا۔ وہ اپنی عشق بازیوں کے لئے مشہور تھا۔ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے کہ یہ اکاشی کے ساحل پر اسی لئے گیا تھا کہ اس لڑکی کو اپنے باپ کے احکام کی خلاف ورزی پر آمادہ کرے۔

ایک نے کہا: "میرا گمان تو یہ ہے کہ اس کی پرورش بہت کچھ دیہاتی ڈھنگ سے ہوئی ہوگی۔ اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ اس کو اپنے پرانے خیال کے والدین کے

سوا اور کسی کے ساتھ زندگی گذارنے کا موقع ہی نہیں ملا ہے کوئی اور رائے قائم ہی کیسے کی جا سکتی ہے حالانکہ یہ معلوم ہوا ہے کہ اس کی ماں کچھ اچھی حیثیت کی عورت ہے۔" گورنر کے لڑکے یوشی کی یو نے کہا: "ہاں اور کیا! اسی وجہ سے اسے دارالحکومت کے تمام بہترین گھروں سے کم عمر لڑکے لڑکیاں بلا لینے میں کامیابی ہوئی تاکہ وہ وہاں اس کی کمسن بچی کے ساتھ کھیلیں۔ اس طرح اس کی تربیت بہت ہی نستعلیق انداز میں ہوئی۔" ایک دوسرے ساتھی نے کہا "اگر کوئی غیر محتاط شخص وہاں پہنچ جائے تو مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے مرحوم باپ کی بددعا کے باوجود اس کی دلکشی کا مقابلہ کرنا اس کے لئے مشکل ہوگا!"

گنجی کے خیالات پر اس قصہ کا گہرا اثر پڑا۔ اس کے مصاحب اچھی طرح جانتے تھے کہ جہاں کسی شخص یا کسی موقع میں انوکھا پن یا ندرت ہو وہاں اس کے لئے بڑی کشش ہوتی ہے۔ اس لئے انہیں اس بات پر تعجب نہیں ہوا کہ وہ سب کچھ توجہ سے سن رہا ہے ان میں سے ایک نے کہا: "اب تو دوپہر سے بھی زیادہ ہو چکے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اب بغیر بیماری کے دہرائے ہوئے دن اچھا کٹ جائے گا اس لئے ہمیں جلد ہی واپس چلنا چاہیئے۔" لیکن پروہت نے تھوڑی دیر اور رک جانے پر اصرار کیا۔ کہا: "نحس اثرات ابھی یکسر زائل نہیں ہوئے ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ایک بار رات کو مراسم عبادت پھر بجالائے جائیں، مجھے امید ہے کہ آپ کل صبح تک روانہ ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔" اس کے تمام مصاحبوں نے اصرار کیا کہ وہ ٹھہر جائے، اسے بھی اس خیال سے اختلاف نہیں تھا کیونکہ اس جگہ کی ندرت اس کا دل کھینچ رہی تھی۔ اس نے کہا: "اچھا پھر صبح کو۔" اور چونکہ بستر خواب تک جانے کے پہلے کوئی اور کام نہیں تھا اور اس میں ابھی بہت دیر تھی اس لئے وہ پہاڑی کی طرف نکل گیا اور شام کی گھڑی بھر میں ایک گھنی جھاڑیوں والی ٹٹی کے پاس ٹہلنے لگا۔ اس کے نوکر جا کر سونے کے لئے پروہت کے غار میں

جا چکے تھے صرف کورے متسو اس کے ساتھ تھا۔ جہاں وہ کھڑا تھا اس کے مقابل مغربی پہلو میں ایک راہبہ اپنی ریاضت میں مصروف تھی۔ کھڑکی قدرے کھلی ہوئی تھی۔ اسے اندازہ ہوا کہ وہ کسی مورتی کے سامنے پھول چڑھا رہی ہے۔ وسطی ستون کے قریب جہاں ایک تپائی سے ٹیک لگا کر ایک مذہبی کتاب رکھی ہوئی تھی ایک دوسری راہبہ بیٹھی تھی۔ وہ زور زور سے کچھ پڑھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے بڑی پریشانی ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کی عمر چالیس سال کے قریب معلوم ہوتی تھی لیکن وہ کوئی عام عورت نہیں تھی۔ اس کا رنگ بہت ہی صاف اور چہرہ بہت ہی نرم تھا اور اگرچہ وہ بہت تباہ حال معلوم ہوتی تھی لیکن اس کے گال بھرے بھرے تھے۔ اس کے بال آنکھوں کے برابر کٹے ہوئے تھے اور ابروؤں کے پاس سے اس طرح مڑ کر لٹک رہے تھے کہ وہ اپنے اس راہبانہ لباس میں گنجی کو اس کے مقابلہ میں زیادہ خوبصورت بلکہ آراستہ معلوم ہوتے تھے جتنے وہ اگر لمبے ہوتے تو نظر آتے۔ دو بہت ہی صاف ستھری کنیزیں اس کی خدمت میں حاضر تھیں۔ کئی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں کھیلتی کودتی کمرے میں آجا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک دس سال کی معلوم ہوتی تھی۔ وہ ایک پرانی سفید فراک جس میں گہرے زعفرانی رنگ کی گوٹ لگی ہوئی تھی، پہنے ہوئے کمرے میں آئی۔ اس نے کبھی کوئی ایسی لڑکی نہیں دیکھی تھی، یہ بڑی ہو کر کیسی حیرت انگیز ہو جائے گی! اس کے بال جو گھنے اور گھونگھر والے تھے، پنکھے کی طرح تھے۔ وہ بہت مشتعل معلوم ہوتی تھی اور اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ راہبہ نے سر اٹھا کر پوچھا: "کیوں کیا ہوا؟ کیا تم ان بچیوں میں سے کسی سے لڑی ہو؟" لڑکی نے اسے دیکھا تو اندازہ ہوا کہ اس میں اور لڑکی میں کچھ مشابہت ہے۔ اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اس کی ماں ہے۔ لڑکی نے بہت رنجیدہ انداز میں کہا: "انو نے میری چڑیا اڑا دی۔ میں نے اس کو کپڑوں کی ٹوکری میں رکھ چھوڑا تھا۔" دونوں کنیزوں میں سے ایک نے کہا: "انو کیا شریر لڑکا ہے! ایسی بیہودہ

حرکت کے لئے اس کی ذہانت پھٹکار ضروری ہے۔ نہ جانے وہ چڑیا کہاں گئی ہوگی۔ ہم لوگوں نے کتنی محنت سے اسے پالا، ورسدھایا تھا! خدا کرے اسے کوؤں نے نہ دیکھ لیا ہو۔" یہ کہتی ہوئی کمرے کے باہر نکل گئی۔ وہ ایک قبول صورت عورت تھی، اس کے بال لمبے اور گھونگھر والے تھے، لوگ اسے شوناگون دایہ کہتے تھے اور وہی اس لڑکی کی نگراں تھی۔ راہبہ نے لڑکی سے کہا: "ادھر آؤ تمہیں ایسی لڑکی نہیں بننا چاہیئے تم ہر وقت انھیں باتوں پر دھیان دیتی ہو جن کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ذرا سوچو تو! اب بھی جب میں اس قدر بیمار ہوں کہ کسی وقت ختم ہو سکتی ہوں، تمہیں میری ذرا فکر نہیں ہے بلکہ ایک چڑیے کا غم کر رہی ہو۔ یہ بڑی بیرحمی ہے اور خاص کر جب میں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ زندہ چیزوں کو پنجرے میں بند رکھنا بڑی بات ہے۔ چلو ادھر آؤ!" لڑکی اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ اس کے خط و خال بہت ہی دلکش تھے لیکن اس پر بالا اس کے خوبصورت بال تھے جو دونوں کنپٹیوں پر گھنے بادلوں کی طرح چھائے ہوئے تھے لیکن بچوں کے انداز میں پیشانی سے ہٹے ہوئے تھے۔ یہ انداز اسے بہت ہی اچھی معلوم ہوتی تھی۔ جب وہ اسے اس طرح دیکھ کر سوچ میں تھا کہ بڑی ہو کر وہ کیسی ہوگی تو اسے اچانک محسوس ہوا کہ وہ اس[1] سے بہت مشابہ ہے جس سے اس نے اپنے پورے وجود سے محبت کی تھی، اور یہ سوچ کر وہ چپکے چپکے رونے لگا۔

راہبہ نے لڑکی کے بال پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "بالوں کا یہ بہت اچھا گچھا ہے لیکن تم بڑی شریر ہو جو اس طرح کنگھی کرتی ہو۔ مجھے اس کی بڑی فکر ہے کہ تم میں ابھی تک اس قدر بچپن ہے۔ تمہاری ماں کے باپ کا جب انتقال ہوا تو وہ صرف بارہ سال کی تھی پھر بھی اس میں اپنا سارا کام سنبھال لینے کی صلاحیت تھی۔ لیکن اگر آج میں تم کو چھوڑ کر اٹھ جاؤں تو میں نہیں سمجھتی کہ تم کیا کروگی، بالکل

---

[1] فوجیت سوبو سے جو درحقیقت اس لڑکی کی پھوپی تھی۔

میری سمجھ میں نہیں آتا" یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ گنجی کبھی جو اس منظر کو دور سے دیکھ رہا تھا بہت متاثر ہوا۔ لڑکی نے جواب تک راہب کے چہرے کی طرف ایک غیر طفلانہ جذبہ سے دیکھ رہی تھی، اب بڑی الجھن سے اپنا سر جھکالیا۔ اس نے جو ایسا کیا تو اس کے بال رخساروں پر دو کالی لہروں کی طرح بہہ پڑے۔ راہبہ نے بڑے پیار سے اس کی طرف دیکھ کر یہ شعر پڑھا: "شبنم کے قطرے اس سے بے خبر کہ کوئی ایسا شخص آئیگا جوان نازک پتیوں کی دیکھ بھال کرے گا جن پر وہ ٹھہرے ہوتے ہیں، گرم ہوا میں مجبوراً اڑ جاتے ہیں!" کنیز نے اس کے جواب میں کہا: "اے قطرۂ شبنم تو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ نئی پتی یہ ظاہر نہ کردے کہ وہ کس حسین روپ میں کھلنا چاہتی ہے"۔

ٹھیک اسی وقت وہ سنیاسی جو مکان کا مالک تھا دوسری طرف سے کمرے میں داخل ہوا اور بولا: "خواتین! کیا تم نے خود کو ہوا کی زد پر نہیں رکھا ہے؟ کھڑکی کے سامنے کھڑے ہونے کے لئے یہ مناسب دن نہیں ہے۔ میں نے ابھی سُنا ہے کہ شہزادہ گنجی اس سنیاسی کے پاس لرزہ بخار سے صحت حاصل کرنے کے لئے آیا ہے لیکن اس نے خود کو ایسے بھیس میں چھپا رکھا ہے کہ میں نے پہچانا نہیں اور نہ اس کے سلام کے لئے جاسکا، حالانکہ میں دن بھر اس کے قریب ہی رہا ہوں"۔ راہبہ خوف سے چونک پڑی "غضب ہوا! شاید وہ ادھر سے گذرا ہو اور ہمیں دیکھا بھی ہو۔۔۔" یہ کہہ کر اس نے جلدی سے کھڑکی کے پٹ بند کر دیئے۔ بوڑھے سنیاسی نے کہا: "مجھے اس کی واقعی خوشی ہے کہ شہزادہ گنجی کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ہے جس کی اتنی شہرت ہے۔ وہ اتنا خوبصورت بتایا جاتا ہے کہ مجھ جیسے خشک مزاج بوڑھے سنیاسی بھی اس کے سامنے پہونچ کر اس زندگی کے غم اور گناہ بھول جاتے ہیں جو انھوں نے تج دی ہے اور ان میں کچھ دن اور اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کا ولولہ پھر سے پیدا ہو جاتا ہے

دنیا میں جواتنی حسین ہے۔ خیر تم لوگ اس کے متعلق سب کچھ سنوگی ...“

قبل اس کے کہ وہ وہاں سے روانہ ہو گنجی مقدس بزرگ کے غار کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ اس نے کیسی دل موہ لینے والی چیز دیکھی تھی! اس برساتی رات میں اس کے دوستوں نے بھی کتنی سچی بات کہی تھی کہ ایسے عجیب وغریب سفر میں کبھی کبھی حسن ایسے مقامات سے جھانکتا ہوا نظر آجاتا ہے جہاں اس کی توقع کبھی نہیں ہوتی! اس طرح اچانک نکل پڑنے اور ایسی نادر چیز کا پتہ پا جلنے میں بھی کتنا لطف ہے! یہ حسین لڑکی کس کی ہو سکتی ہے؟ کیا اچھا ہوتا اگر وہ ہمیشہ اس کے قریب رہ سکتی اور وہ ہر لمحہ اس سے دل بہلا سکتا جیسا کہ وہ محل کی اس خاتون سے کیا کرتا تھا!

وہ مقدس بزرگ کے غار میں پہونچ کر لیٹ بھی چکا تھا۔ جب (وہاں ہر چیز کے ایک دوسرے کے نزدیک ہونے کی وجہ سے) اس نے سنا کہ بوڑھے سنیاسی کا شاگرد کورے متسو کو آواز دے رہا ہے۔ شاگرد کہہ رہا تھا کہ ”میرے آقا نے ابھی سنا ہے کہ آپ لوگ اس قدر قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اگرچہ انھیں اس بات کا رنج ہے کہ آتے جاتے بھی آپ نے انھیں سرفراز نہیں کیا تو بھی وہ اسی وقت شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوتے اگر انھوں نے یہ نہ سوچا ہوتا کہ شہزادہ گنجی کو تو یہ معلوم ہی ہوگا کہ میں یہیں قریب ہی رہتا ہوں، شاید وہاں آنے کی زحمت انھوں نے اس لئے گوارا نہ فرمائی ہو کہ وہ اپنے موجودہ سفر کے مقصد کو ظاہر نہ کرنا چاہتے ہوں لیکن میرے بزرگ آقا نے فرمایا ہے کہ ہم بھی اپنے غریب خانہ میں آپ لوگوں کیلئے گھاس پھوس کے بستر فراہم کر سکتے تھے اور انھیں رنج ہوگا اگر آپ انھیں سرفراز کئے بغیر یہاں سے چلے گئے ...“

گنجی نے اندر ہی سے جواب دیا ”دس روز سے میں لرزہ بخار میں مبتلا تھا جو بار بار اس طرح پلٹ آتا تھا کہ میں مایوس ہو گیا تھا، اس وقت کسی نے مجھے اس پہاڑی

سنیاسی سے مشورہ لینے کی رائے دی اور میں یہاں آ گیا لیکن یہ سوچ کر کہ اگر میسکر جیسے معاملہ
میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ان کا علاج ناکام رہا تو اتنے بڑے سنیاسی کے لئے یہ بات
بہت ناخوشگوار ہو گی۔ اس لئے میں نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ اپنے کو پوشیدہ
رکھوں۔ اگر میں کسی معمولی شعبدہ باز کے پاس آیا ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔ مہربانی کر کے اپنے
آقا سے کہیے کہ میرے اس عذر کو قبول کریں اور غار کے اندر تشریف لائیں۔" ایسی
ہمت افزا بات سن کر سنیاسی اندر آ گیا۔ گنجی کو اس سے کچھ خوف سا معلوم ہوا کیونکہ
ویسے تو وہ ایک مذہبی آدمی تھا لیکن زبردست ذہن رکھتا تھا اور مذہبی دنیا کے
باہر بھی اس کی عزت تھی۔ گنجی نے محسوس کیا کہ اس معمولی پرانے لباس میں، جو اس
نے بھیس بدلنے کے لئے پہن رکھا تھا، اس سے ملنا مناسب نہ تھا۔ دارالحکومت
چھوڑنے کے وقت سے اس پہاڑ کے دامن میں گوشہ نشینی اختیار کرنے کے وقت
تک کے کچھ حالات بیان کرنے کے بعد اس نے گنجی سے استدعا کی کہ وہ اس کے ساتھ چل کر
اس کے جھونپڑے کے باغیچہ میں ٹھنڈے پانی کے چشمے کو دیکھ لے۔ ایک ایسا موقع پھر
ہاتھ لگ رہا تھا کہ وہ ان لوگوں کو دوبارہ دیکھ لے جن سے اس کو اتنی دلچسپی پیدا ہو گئی
تھی۔ لیکن اس خیال نے اسے کسی قدر الجھن میں ڈال دیا کہ سنیاسی نے ان لوگوں سے
اس کے متعلق نہ جانے کیا کیا باتیں کہی ہوں گی۔ اونہہ! اس سے کیا ہوتا ہے! اچھی کچھ بھی ہو
مجھے اس خوبصورت لڑکی کو پھر دیکھنا چاہیے، یہ سوچ کر وہ بوڑھے سنیاسی کے ساتھ
اس کی کٹی میں آ گیا۔ پہاڑی کے ڈھلوان پر خودرو پودوں کو بڑی خوبی سے باغ کے لئے
کام میں لایا گیا تھا۔ چاند نہیں نکلا تھا اس لئے کھائی کے کنارے مشعلیں روشن
کر دی گئی تھیں اور درختوں میں قندیلیں لٹک رہی تھیں۔ سامنے کی بیٹھک بڑی نفاست
سے سجی ہوئی تھی۔ چھپا کر رکھے ہوئے عود دانوں سے نفیس خوشبوؤں کی مہک پھوٹ
رہی تھی اور کمرے کو لطیف خوشبوؤں سے معطر بنا رہی تھی۔ گنجی ان خوشبوؤں سے مانوس

تھا، اس کا اندازہ تھا کہ اندر کمرے میں بیٹھی ہوئی عورتوں نے یہ خوشبوئیں تیار کی ہوں گی اور اس میں انھوں نے کافی جدت سے کام لیا ہو گا۔

سنیاسی اس زندگی کی ناپائیداری اور آنے والی دنیا کی سزا جزا کے متعلق قصے بیان کرنے لگا۔ گنجی یہ سوچ کر پریشان ہو گیا کہ ابھی سے اس کے گناہوں کا بوجھ کتنا زیادہ ہو گیا ہے۔ یہ سوچنا اس کے لئے بہت تکلیف دہ تھا کہ اس کے ضمیر پر ان کا بوجھ ساری عمر رہے گا۔ اُسے کتنی سخت سزا کا انتظار کرنا ہے! جب تک سنیاسی باتیں کرتا رہا، گنجی اپنی سیاہ کاریوں پر غور کرتا رہا۔ یہ کیسا رہے گا اگر وہ بھی سنیاسی ہو جائے اور ایک ایسی ہی جگہ پر رہے۔۔۔! لیکن فوراً ہی اس کے خیالات اس خوبصورت چہرے کی طرف بہک گئے جو اس نے شام کو دیکھا تھا اور اس خواہش میں کہ اس کے متعلق کچھ اور معلوم ہو، اُس نے پوچھا، "یہاں آپ کے ساتھ اور کون رہتا ہے۔ مجھے اس سے اس لئے دلچسپی ہے کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں یہ جگہ دیکھی تھی اور آج جب میں یہاں آیا تو اسے پہچان کر متعجب ہوا۔" سنیاسی اس بات پر ہنسا اور بولا "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خواب اچانک گفتگو کے درمیان دیکھ لیا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ نے اپنی پوچھ گچھ جاری رکھی تو آپ کو اپنی امیدوں کے خلاف مایوسانہ جواب ملیں گے۔ آپ نے 'ازیچی نو دینا گون' کا نام شاید ہی کبھی سُنا ہو، ان کو مرے ہوئے بہت دن ہو گئے۔ انھوں نے میری بہن سے شادی کی اور ان کے مرنے کے بعد میری بہن نے ترک دنیا کر دیا۔ ٹھیک اسی زمانہ میں بعض مشکلات میں پھنسا ہوا تھا اور دارالحکومت نہ جا سکا اس لئے وہ بھی یہیں میری کُٹی میں آکر میرے ساتھ رہنے لگی۔"

گنجی نے اندازے سے کہا، "میں نے سنا تھا کہ دینا گون کے کوئی لڑکی تھی کیا یہ بات ٹھیک ہے؟ مجھے یقین ہے کہ آپ یہ رائے نہیں قائم کریں گے کہ میں یہ بات کسی خراب نیت سے پوچھ رہا ہوں۔۔۔" سنیاسی نے جواب دیا: "ان کے صرف ایک ہی لڑکی تھی

دس سال ہوئے اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے باپ کی ہمیشہ یہی خواہش رہی کہ وہ اسے دربار میں پیش کر دے۔ لیکن اس نے یہ بات نہیں مانی لیکن جب باپ کا انتقال ہوا اور میری راہبہ بہن اس کی دیکھ بھال کے لئے رہ گئی تو کسی بدمعاش دلال نے اس کا تعارف شہزادہ میو کیو سے کرا دیا اور وہ اس کی داشتہ بن گئی۔ شہزادے کی بیوی جو بڑی مغرور اور سخت گیر عورت تھی شروع ہی سے اسے پریشان اور ذلیل کرتی رہتی تھی۔ رات دن اسی طرح مسلسل سننے کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وہ دل شکستہ ہو کر ختم ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ ناچرمانی سے کوئی مر نہیں سکتا لیکن میں اسے تسلیم نہیں کر سکتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میری عزیزہ اسی سبب سے بیمار ہوئی اور مر گئی۔"

گنجی نے سمجھ لیا کہ یہ لڑکی اسی خاتون کی بیٹی ہو گی۔ یہی سبب تھا کہ وہ محل والی خاتون[۲] سے اس قدر مشابہ تھی۔ اس کا دل پہلے سے بھی زیادہ اس کی طرف کھنچ گیا۔ وہ ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتی ہے جس سے کبھی کوئی برائی نہیں ہوتی۔ اگر وہ اس کی نگرانی میں آگئی تو اس کی دہقانی سادگی باقی رہے گی۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ یہی ہونا چاہیے۔ یہ بات اس کے لئے اور مفید ہو گی۔ کیونکہ اس طرح اس کے نرم طفلانہ مزاج کو وہ اپنی پسند کے سانچے میں آسانی سے ڈھال سکے گا۔ "جس خاتون کی دردناک کہانی آپ نے بیان کی اس نے اپنے پیچھے کوئی یادگار بھی چھوڑی؟" گنجی نے یہ بات اس امید میں پوچھی کہ اس طرح گفتگو براہ راست اسی لڑکی کے متعلق ہونے لگے گی۔ سنیاسی نے جواب دیا: "بچہ پیدا ہونے کے تھوڑے دن بعد ہی وہ مر گئی، یہ بھی لڑکی ہی تھی، اس کی دیکھ بھال کا بوجھ میری بہن کے سر پڑا جو اپنی گرتی ہوئی صحت کی وجہ سے خود کو اس ذمہ داری کے قابل نہیں پاتی۔"

اب ساری بات صاف ہو گئی تھی۔ گنجی نے کہا: "آپ کو شاید میری یہ تجویز عجیب معلوم

---

[۲] جو جست مرد جو میو بیو کی بہن تھی۔

ہو لیکن میری بڑی خواہش ہے کہ میں اس لڑکی کو گود لوں۔ غالباً آپ اس کا ذکر اپنی بہن سے بھی کریں گے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے مجھے کم عمر ہی میں شادی کے جنجال میں پھنسا دیا لیکن ان کی پسند میرے لئے بہت ناخوشگوار ثابت ہوئی اور چونکہ مجھے لوگوں کی صحبت میں کچھ زیادہ مزا نہیں آتا اس لئے بالکل تنہا ہی رہتا ہوں۔ میں اسے اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ وہ ابھی بالکل ہی بچی ہے اور شادی کی میں تجویز نہیں پیش کر رہا ہوں۔۔۔" اتنا کہہ کر وہ رک گیا اور سنیاسی نے جواب دیا: "میں آپ کی اس تجویز کے لئے بے حد شکر گذار ہوں، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ آپ نے اس بات کا بالکل خیال نہیں کیا لڑکی ابھی بالکل بچی ہے۔ وہ آپ کی وقتی دلچسپی کا سامان بھی فراہم نہیں کر سکے گی، لیکن یہ درست ہے کہ جب بڑی ہونے لگے تو لڑکی کے لئے دنیا میں اپنی جگہ بنانے کے لئے با اثر دوستوں کی پشت پناہی ضروری ہوتی ہے اگرچہ میں اس کا وعدہ نہیں کر سکتا کہ اس کا کچھ نتیجہ نکلے گا تاہم اس کی نانی سے اس کا تذکرہ کرنا ضروری ہے۔" اس کی گفتگو کے انداز میں اچانک کچھ بے رخی اور سختی سی پیدا ہو گئی۔ گنجی نے محسوس کیا کہ اس نے کسی قدر بے احتیاطی سے کام لیا۔ اور گھبراہٹ کی حالت میں خاموش ہو گیا۔ سنیاسی نے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھا: "مجھے امیدا دیوتا کے مندر میں جا کر کچھ مراسم بجالانے ہیں اس لئے میں، کچھ دیر کے لئے آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ ابھی مجھے شام کی دعائیں بھی پڑھنی ہیں لیکن میں آپ سے پھر ملوں گا۔" یہ کہہ کر وہ پہاڑ پر چڑھنے لگا۔ گنجی کو بے اطمینانی سی ہوئی۔ بارش شروع ہو گئی تھی، پہاڑوں میں ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی جس میں ایک آبشار کی آواز بھی شامل تھی، پہلے تو یہ آواز کچھ کچھ وقفوں کے بعد ایک نرم چھپاکے کے ساتھ آتی تھی بعد میں ایک گڑگڑاہٹ میں تبدیل ہو گئی۔ اس میں یکساں طور پر مذہبی کتابیں پڑھنے کی آوازوں کا خوابناک اتار چڑھاؤ بھی ملا ہوا تھا۔ ایک بے حس طبیعت رکھنے والا بھی ایسے ماحول میں افسردہ ہو جاتا تو شہزادہ گنجی جو اپنے بستر پر بے خواب پڑا ہوا

تدبیروں کے محل بنا اور بگاڑ رہا تھا! سنیاسی نے شام کی دعاؤں کا ذکر کیا تھا لیکن اب تو بڑی دیر ہو چکی تھی۔ یہ بات صاف تھی کہ راہبہ ابھی تک جاگ رہی تھی کیونکہ اگرچہ وہ کم سے کم آواز نکال رہی تھی لیکن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اس کی تسبیح تپائی سے ٹکرا کر ہلکی سی آواز پیدا کر دیتی تھی، اس ہلکی اور نازک ٹکر میں بڑی کشش تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آواز کہیں بالکل پاس سے آرہی ہے اس نے اس پردے میں جو سونے کے کمرے اور اندرونی کمرے کو جدا کرتا تھا ایک دراز سا بنا لیا اور اپنے پنکھے کو اس پر سرسرایا۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ کچھ تامل کے بعد کوئی کمرے میں اس پردے کے قریب آپ ہی آپ یہ کہتا ہوا آیا "ایسا نہیں ہو سکتا لیکن میں قسم کھا سکتی ہوں کہ میں نے سنا..." یہ کہہ کر وہ پیچھے ہٹ گئی گویا سوچ رہی تھی کہ: "شاید یہ محض میرا وہم تھا! جب گنجی نے محسوس کیا کہ وہ اندھیرے میں ٹٹول کر چل رہی ہے تو کسی قدر زور سے کہا: "مہاتما بدھ کی پیروی کرو، اگر تمہارا راستہ اندھیرا ہوگا تو بھی تم گمراہ نہیں ہوگے"۔ اچانک اندھیرے میں اس کی پرشباب اور صاف آواز سن کر پہلے تو خاتون نے بولنے کی جرأت نہیں کی لیکن آخر کار اس نے ہمت کر کے جواب دیا:

"یہ تو فرمائیے کہ آپ مجھے کدھر لا رہے ہیں؟ میں ٹھیک سے سمجھ نہیں رہی ہوں۔" گنجی نے کہا: "مجھے افسوس ہے کہ میں نے تم کو چونکا دیا۔ تم سے میری صرف اتنی استدعا ہے کہ یہ نظم اپنی مالکہ تک پہونچا دو: "جب سے مسافر نے نازک جھاڑی کی ہری پتی کو دیکھا ہے شوق کی شبنم اس کی آستینوں سے خشک نہیں ہوئی ہے۔" عورت نے کہا: "آپ کو اتنا تو جاننا چاہیئے کہ یہاں کوئی ایسا نہیں ہے جو ایسے اشعار کا مطلب سمجھ سکے، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ اشارہ کدھر ہے؟" گنجی نے جواب دیا: "میں ایک خاص وجہ سے یہ چاہتا ہوں کہ میرا پیام تمہاری مالکہ تک پہونچ جائے اور میں تمہارا ممنون ہوں گا اگر تم کسی طرح اسے پہونچا دو گی۔" راہبہ نے فوراً سمجھ لیا کہ اس نظم کا

اشارہ اس کی نواسی کی طرف ہے اور غالباً غلط اطلاع رکھنے کی وجہ سے وہ اس سے اظہار عشق کر رہا ہے لیکن اسے اس کی نواسی کے وجود کا ہی علم کیسے ہوا! کچھ دیر تک تو وہ غصہ اور الجھن میں سوچتی رہی پھر بڑی عقلمندی سے جواب میں یہ شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا " جو شخص صرف ایک رات کے لئے مسافروں کے نم دیدہ بستر پر بسر کر رہا ہے وہ مشکل ہی سے ان لوگوں کا حال جان سکتا ہے جنھوں نے ہمیشہ کے لئے پہاڑیوں کی بیخ بستہ کوئی پر اپنا گھر بنا لیا ہے " اس طرح اس نے اس نظم کو ایک بے ضرر مفہوم دے دیا۔ جب پیام کا جواب آ گیا تو گنجی نے کہا: " ان سے کہنا کہ میں اس طرح بالواسطہ گفتگو کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ وہ کتنی ہی شرمیلی ہوں میں اس وقت یہی چاہوں گا کہ وہ اس موقع پر سارے عوائد رسمیہ کو ترک کر کے مجھ سے اس مسئلہ پر سنجیدگی سے گفتگو کر لیں! " راہبہ نے سوچا کہ گنجی ضرور اس کی نواسی کو ایک جوان عورت سمجھتا ہے، اسے اتنی غلط خبر کہاں سے ملی؟ ایسی خاص شخصیت کے سامنے حاضر ہونے کا حکم اچانک سن کر وہ خوفزدہ ہو گئی اور سوچنے لگی کہ کیا بہانا بنانا چاہیئے۔ اس کی خادماؤں کا خیال تھا کہ اگر وہ اس کے سامنے نہ گئی تو گنجی بہت ناراض ہو گا اس لئے آخر کار زنانخانے سے باہر نکلتے ہوئے، راہبہ نے اس سے کہا: " اگرچہ اب میں جوان نہیں رہی ہوں پھر بھی مجھے اس میں شبہ ہے کہ مجھے اس طرح آنا چاہیئے تھا یا نہیں لیکن چونکہ آپ نے کہلا بھیجا تھا کہ کسی سنجیدہ اور اہم مسئلہ پر مجھ سے گفتگو کرنا ہے اس لئے میں انکار نہ کر سکی ..... "

گنجی نے کہا " شاید آپ کو میری تجویز مجبوری اور بے محل معلوم ہو لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اسے بہت اہم سمجھتا ہوں، بدھ اس کا انصاف کریں گے۔"

راہبہ کی عمر اور سنجیدگی سے مرعوب ہو کر وہ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ راہبہ نے کہا: " آپ نے واقعی میرے سامنے اپنی تجویز پیش کرنے کا عجیب طریقہ اختیار کیا ہے اور گو آپ نے

ابھی تک میرے سامنے وہ تجویز پیش نہیں کی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ اس کے متعلق سنجیدہ ہوں گے۔" اس طرح کچھ ہمت ہوئی تو گنجی نے کہا: "آپ کی طویل بیوگی اور لڑکی کے انتقال کا واقعہ سن کر مجھ پر بہت اثر ہوا۔ اس غریب بچی کی طرح میں بھی بچپن ہی میں اس کی محبت سے محروم ہو گیا جو مجھے دل سے چاہتی تھی اور میں نے تنہائی اور غم کے کئی سال گذارے ہیں۔ اس طرح ہم دونوں کی حالت یکساں ہے۔ اسی وجہ سے مجھے اس لڑکی سے گہری ہمدردی پیدا ہو گئی ہے اور میری دلی خواہش ہے کہ اس نے جو کچھ کھویا ہے اس کی تلافی کروں۔ مجھے آپ سے یہی پوچھنا تھا کہ کیا آپ اس پر رضامند ہوں گی کہ میں اس کے لئے ماں کا قائم مقام بن جاؤں۔ یہی پوچھنے کے لئے میں نے اس طرح ناوقت آپ کو زحمت دی ہے۔" راہبہ نے جواب دیا: "میں سمجھتی ہوں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ نیک نیتی پر مبنی ہے لیکن معاف فرمائیے آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے۔ ایک لڑکی ضرور میرے ساتھ میری نگرانی میں رہتی ہے لیکن ابھی وہ بالکل بچی ہے اور آپ کے لئے کسی طرح بھی دلچسپی کی چیز نہیں بن سکتی اس لئے میں آپ کی تجویز کو منظور نہیں کر سکتی۔" گنجی نے کہا: "اس کے برعکس مجھے اس لڑکی کے متعلق ساری تفصیلات معلوم ہیں لیکن اگر آپ سمجھتی ہیں کہ اس کے لئے میری ہمدردی محض جذباتی یا بے موقع ہے تو مہربانی فرما کر مجھے معاف کر دیجئے۔" یہ بات بالکل واضح تھی کہ اس نے جو تجویز پیش کی تھی اس کے غلط ہونے کا اسے ذرا بھی احساس نہیں تھا اس لئے اس نے اس مسئلہ پر اس سے اور زیادہ بات چیت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ سنیاسی اب واپس آ رہا تھا اور گنجی نے یہ کہہ کر پردے کا دراز بند کر دیا کہ اس کو ایسی امید نہیں تھی۔ وہ اس قدر جلد اس کی تجویز کو رد کر دے گی، اسے یقین تھا کہ وہ بہت جلد اس مسئلہ کو دوسری نظر سے دیکھے گی۔

رات ختم کے قریب تھی۔ قریب کے ایک مندر میں صبح کی خاص عبادتیں (ذاتی پھول کے چار مراقبے) شروع ہو چکی تھیں پوجا کرنے والے کاہنوں کی آوازیں جو جذبے تو بے پڑھ رہے تھے، تیز رفتار پہاڑی ہواؤں کے ساتھ بہتی ہوئی آ رہی تھیں اور ان سنجیدہ آوازوں میں بہتے ہوئے چشموں کا شور شامل ہو گیا تھا۔ گنجی نے بوڑھے سنیاسی کو ان الفاظ میں صبح کا سلام کیا: "پہاڑی ہوا کے ایک تیز جھونکے نے مجھے خواب سے چونکا دیا۔ میں نے آبشار کی آواز سنی اور اس کی موسیقی کے حسن پر رو دیا" اس نے نظم ہی میں جواب دیا: "جس پُرشور دھارے سے میں روزانہ اپنا پیالہ بھرتا ہوں اس کی آواز بھی مشکل ہی سے خوش یا خوفزدہ کر سکتی ہے!" پھر اس نے معذرت کے لہجہ میں اتنا اور کہا: "میں اس کا عادی ہو گیا ہوں۔"

گہرے کہرے نے صبح کے آسمان کو ڈھک لیا تھا، پہاڑی چڑیوں کی چہکار بھی دھیمی اور دبی دبی سی معلوم ہوتی تھی۔ اتنی طرح کے پھول اور پھولدار درخت پہاڑیوں میں اُگے تھے (جن کے نام بھی اسے معلوم نہیں تھے) کہ چٹانوں پر ایک رنگا رنگ کمخواب بچھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ سب سے زیادہ وہ پہاڑیوں کے ڈھلوانوں پر ہرنوں کے چلنے سے حیرت زدہ تھا جو کبھی آہستہ آہستہ نزاکت سے چلتے اور کبھی ٹھہر جاتے وہ انھیں دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے مرض کی آخری علامتیں بھی اس مسرت میں زائل ہو گئیں۔ اگرچہ بوڑھے سنیاسی کو اپنے اعضا سے کوئی کام بھی نہیں لینا تھا لیکن اس نے پھر بھی کسی نہ کسی طرح یوگ آسن[۳] کر ہی لئے اور اگرچہ اس کی بوڑھی آواز

---

[۳] یہ عبادت جسے "گوشن" کہتے تھے اس طرح کی جاتی تھی! پوجا کرنے والا اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اس طرح ملاتا ہے کہ بیچ کی انگلیاں ایک دوسرے سے چھو جائیں اور پھیلی رہیں پہلی انگلیاں الگ الگ اور جھکی ہوئی ہوں۔ چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کی نوکیں ایک دوسرے

بھاری اور غیر رواں تھی، اس نے مقدس کتابیں بڑے وقار اور جوش سے پڑھیں
گنجی کے کئی دوست اسے صحت مند ہونے پر مبارکباد دینے آگئے، ان میں محل کا
ایک قاصد بھی تھا نیچے والی کٹی کے سنیاسی نے اسے تحفہ میں عجیب شکل کی جڑیں لاکر
دیں جن کی تلاش میں وہ بہت دور وادیوں میں گیا تھا۔ اس نے معذرت کی کہ
وہ گنجی کو پہونچانے کے لئے نہ جاسکے گا۔ اور کہا "میں نے اس سال کے آخر تک کے
لئے ایک منت مانی ہے، اس لئے مجھے ایسی خوشبوؤں سے محروم ہونا ہی پڑے گا۔"
پھر اس نے گنجی کو جو پا در رکاب تھا رخصت کا پیالہ پیش کیا۔ گنجی نے پیالہ لیتے ہوئے
کہا "اگر میں اپنی خواہشات کے مطابق عمل کرسکتا تو میں ان پہاڑیوں اور چشموں کو
کبھی نہ چھوڑتا لیکن میں نے سنا ہے کہ شہنشاہ میرے متعلق پریشانی کا اظہار فرما
رہے ہیں۔ میں موسم بہار کے ختم ہونے سے پہلے ہی پھر آجاؤں گا۔" اس نے یہ شعر
بھی پڑھا "میں شہر کے باسیوں کے پاس جاؤں گا اور ان سے کہوں گا کہ وہ آنے
میں ذرا جلدی کریں قبل اس کے کہ تیز ہوائیں جو ان سے تیز رفتار ہیں شگوفوں کو
درختوں سے نوچ پھینکیں۔" بوڑھا پروہت گنجی کی شائستگی سے بہت خوش ہوا
اور اس کی آواز کی کشش سے مسحور ہوگیا، پھر اس نے شعر ہی میں جواب دیا "اس

سے گتھ جائیں۔ تیسری انگلی بیچ والی؛ انگلیوں کے سیدھ میں ہوں لیکن سامنے سے نظر آئیں۔ ہاتھ
اس مُدرا میں رکھ کر وہ پوجا کرنے والے کے ماتھے کو، بائیں اور داہنے کندھے کو، دل اور حلق
کو چھوتا ہے۔ ہر لمس کے ساتھ یہ منتر پڑھتا ہے "اوم، بسارا گوبگی ہرا چوہا تا سوہا کا" یہ سنسکرت
ہے جس کا مطلب ہے۔ "اے ہیرے کی طرح روشن، بلند بام ستارے! میں تجھ کو پکارتا
ہوں" یہاں جس دیوتا کو مخاطب کیا گیا ہے وہ ایک صوفی فرقہ کا خاص دیوتا "دیروچیا"
ہے۔

شخص کی طرح جسے پھولا ہوا ایلوے کا درخت مل گیا ہے، اب میں اپنی نظر پہاڑی شاہ دانے کے پھولوں کی طرف نہیں پھیرتا۔" گنجی نے مسکراتے ہوئے کہا" بہر حال میں اس قدر کمیاب نہیں ہوں جتنا کہ ایلوے کا پھول۔"

اس کے بعد پروہت نے اُسے جامِ رخصت دیتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

"اگرچہ میں شاذ و نادر ہی اپنے پہاڑی غار کا صنوبر کا دروازہ کھولتا ہوں لیکن میں نے اس پھول کو دیکھ لیا ہے جسے زندگی میں بہت کم لوگ دیکھتے ہیں۔" یہ کہہ کر جب اس نے گنجی کی طرف نگاہ کی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لیئے اسے ایک جادو کی چھڑی دی، اس کی دیکھا دیکھی راہب کے بھائی نے اسے ایک تسبیح دی جو شہزادہ شوتوکو، کوریا سے لایا تھا اس میں یشب کے نگینے تھے اور وہ اب تک چینی قسم کے اُسی ڈبے میں رکھی ہوئی تھی جس میں لائی گئی تھی۔ یہ ڈبہ ایک کھلے ہوئے تھیلے میں تھا جس کے ساتھ پانچ پتیوں کی صنوبر کی ایک شاخ بھی تھی۔ ایسے تحفوں کے علاوہ جو مقامی طور پر دستیاب ہو گئے تھے، اس نے گنجی کو دوائیں رکھنے کے لئے نیلے بلور کے کچھ مرتبان بھی دیئے۔ جن کے ساتھ شاہ دانے کے شگوفے اور وستاریا کی شاخیں تھیں گنجی نے دار الحکومت سے تحائف منگائے تھے تاکہ انھیں اس مہمان نوازی کا بدلہ ادا کر سکے۔ پہلے اس نے پروہت کو کچھ انعام دیئے پھر ان پجاریوں میں خیرات تقسیم کی جنھوں نے اس کے لئے دعائیں کی تھیں۔ اس نے قرب و جوار کے دیہاتیوں کو بھی مفید تحائف عطا کیئے۔ جس وقت گنجی مقدس کتاب سے کچھ دعائیہ منتر پڑھ رہا تھا، بوڑھا سنیاسی اندر گیا اور اپنی راہبہ بہن سے پوچھا کہ وہ شہزادے کو کوئی پیام تو نہیں دے گی۔ اس نے کہا:" اس وقت فوری طور پر کچھ کہنا تو مشکل ہے لیکن اگر چار پانچ دن بعد بھی اس کا یہی میلان رہا تو ہم لوگ اس مسئلہ پر غور

پر غور کریں گے۔" سنیاسی نے کہا: "یہی میں بھی سمجھتا ہوں۔"
گنجی کو اس بات سے رنج ہوا کہ اس کے معاملہ میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔
راہبہ کے پیام کے جواب میں اس نے اسی گھر کے ایک کمسن لڑکے کے ہاتھ یہ نظم بھیجی: "گذشتہ رات، اگرچہ شفق کا دھندلکا تھا۔ میں نے وہ حسین پھول دیکھا لیکن آج نفرت انگیز کہر نے اسے میری نظروں سے بالکل پوشیدہ کر دیا ہے۔" راہبہ نے جواب دیا: "یہ دیکھنے کے لئے کہ آپ کو اس پھول کے چھوڑنے کی اتنی تکلیف ہے، میں اس کہر آلود آسمان کے تغیرات کو غور سے دیکھتی رہوں گی۔" یہ شعر بہت ہی شاندار اور قابل لحاظ خط میں لکھا ہوا تھا لیکن اس میں صناعی کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی۔ اس کی واپسی کے لئے گاڑی تیار ہی کی جا رہی تھی کہ "بڑے محل" سے کئی نوجوان امراء آ گئے اور کہنے لگے ہمیں آپ کی تلاش میں بڑی دشواری ہوئی اور اب ہماری خواہش ہے کہ آپ کے ہمرکاب چلیں۔ ان آنے والوں میں تونوچوجو، ساچو بین اور دوسرے کم مرتبہ امراء تھے جو شہزادے کی محبت میں یہاں تک چلے آتے تھے۔ انھوں نے رنج کے ساتھ کہا: "ہمیں آپ کی خدمت کرنے سے زیادہ اور کوئی چیز زیادہ عزیز نہیں، آپ نے بڑا ظلم کیا کہ ہمیں چھوڑ کر چلے آئے۔" ان میں سے ایک نے کہا: "لیکن یہاں تک آنے کے بعد، کچھ دیر ان پھولدار درختوں کے سایہ میں آرام کئے بغیر واپس جانا بھی تو زیادتی ہے۔" اس کے بعد سب کے سب ایک اونچی چٹان کے نیچے ایک قطار میں سبزے پر بیٹھ گئے اور ایک مٹی کے آبخورے میں شراب کے دور چلنے لگے۔ قریب ہی چٹان کے اوپر ایک چشمہ ایک دلکش آبشار کی طرح اچھل رہا تھا۔ تونوچوجو نے اپنے کپڑوں کے اندر سے ایک مرلی نکال لی اور چند دھنیں اس پر بجائیں۔ ساچوبن اپنے پنکھے سے تال دے دے کر "تویورا مندر" نامی گیت گنگنانے لگا۔ نوجوان امراء جو اسے لینے کے لئے آئے تھے

ممتاز شخصیتوں کے مالک تھے لیکن گنجی جو بے اطمینانی سے چٹان سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اس کا چہرہ اس قدر نمایاں دلکشی رکھتا تھا کہ کوئی نظر ادھر ادھر جا ہی نہیں سکتی تھی۔ اس کے خادموں میں سے ایک نے بانسری بجائی، ایک دوسرا "شو"[۴] بجانے میں ماہر نکلا۔ اس وقت بوڑھا سنیاسی بربط لئے ہوئے باہر آیا اور گنجی کے ہاتھ میں دے کر منت سماجت کرنے لگا کہ وہ کوئی ایسی دھن بجائے "کہ پہاڑ کی چڑیاں بھی مست ہو جائیں۔" اس نے معذرت کی کہ اس وقت اس کی طبیعت اس کی طرف ذرا بھی مائل نہیں ہے لیکن سنیاسی کے اصرار سے مجبور ہو کر اس نے بربط بجایا اور ایسا بجایا جسے کسی طرح خراب نہیں کہا جا سکتا، اس کے بعد سب کے سب اٹھے اور گھر کے لئے روانہ ہو گئے۔ پہاڑ پر کے تمام لوگ جن میں چھوٹے سنیاسی اور سنیاسیوں کے نئے چیلے بھی شامل تھے، اس کے اس مختصر قیام پر بہت افسردہ تھے، بہت سے لوگوں نے آنسو بھی بہائے۔ اپنے گھر کے اندر راہبہ یہ سوچ کر رنجیدہ تھی کہ اس نے اس کی صرف ایک مختصر سی جھلک دیکھی اور ممکن ہے اب پھر کبھی نہ دیکھ سکے۔ پروہت نے کہا اس کا خیال ہے کہ "ابھرتے ہوتے سورج کا ملک[۵]" اس کا مستحق ہی نہیں تھا کہ اس کے زوال کے دنوں میں وہاں ایسا شہزادہ پیدا ہو، یہ کہہ کر اس نے اپنے آنسو پونچھے۔ لڑکی بھی اسے دیکھ کر خوش تھی اور کہتی تھی کہ یہ شہزادہ اس کے باپ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔ اس کی آیا نے کہا: "اگر ایسا ہے تو تم اس کی بیٹی کیوں نہ بن جاؤ۔" لڑکی نے سر ہلا کر یہ ظاہر کیا کہ یہ رائے معقول ہے۔ بعد میں اس نے جو تصویر بنائی اس میں سب سے زیادہ اچھے کپڑے پہنے ہوئے شخص کا نام شہزادہ گنجی رکھ دیا اور اسی نام سے اپنے سب سے

---

[۴] شو: ایک قسم کا باجا جو منہ سے بجایا جاتا ہے۔ [۵] جاپان کے لئے یہ نام استعمال کیا جاتا ہے۔
احتشام حسین

اچھی گرگے کو بھی منسوب کیا۔
دارالحکومت پہونچ کر گنجی سیدھے اپنے باپ کے پاس گیا اور اس سے اپنے دو دن کے تجربات بیان کئے۔ شہنشاہ کو اس کا چہرہ بہت دہشت زدہ معلوم ہوا اور اسے تشویش پیدا ہو گئی۔ اس نے پربت کی ساحرانہ قوتوں کے بارے میں بہت سی باتیں پوچھیں جن کا جواب گنجی نے تفصیل سے دیا۔ شہنشاہ نے کہا: اس کو بہت پہلے ہی "استاد ساحراں" بنا دینا چاہیئے تھا۔ اس کے کمالات برابر کامیابی سے ہمکنار ہوتے رہے ہیں لیکن کسی وجہ سے اب تک اسے قبول عام کی سند نہیں ملی ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اس کے متعلق ایک فرمان جاری کر دیا۔ جب وہ شہنشاہ کی حضوری سے واپس آ رہا تھا تو اس کا خسر وزیر یسار الدولہ اسے راستہ ہی میں ملا اور اپنے بیٹوں کے ساتھ اسے پہاڑ سے واپس لانے کے لئے نہ آسکنے کی معذرت کرنے لگا۔ اس نے کہا: "میں نے سوچا کہ چونکہ آپ وہاں خفیہ طور سے گئے ہیں اس لئے وہاں کسی کا لینے کے لئے جانا آپ کو پسند نہ آئے گا۔ لیکن اب مجھے امید قوی ہے کہ آپ کچھ دنوں کے لئے آکر ہمارے پاس خاموشی اور سکون سے رہیں گے۔ اس کے بعد میں آپ کو آپ کے محل تک پہونچانے کا فخر حاصل کروں گا۔" اس کا جی وہاں جانے کو بالکل نہ چاہتا تھا لیکن بچنے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔ اس کا خسر اسے اپنے ساتھ بڑے محل لے گیا اور جب بیلوں کی جوڑی گاڑی سے الگ کر دی گئی تو وہ اپنے ہاتھوں سے اسے کھینچ کر پھاٹک کے اندر لے گیا اس کا مطلب اظہار خلوص تھا لیکن گنجی کو ان ساری توجہات سے چڑھ ہونے لگی۔

گنجی کی آمد کی امید میں آؤئی کے کمرے خوب آراستہ کئے گئے تھے۔ جب وہ آخری دفعہ یہاں آیا تھا اس سے بعد کے لمبے وقفے میں اور بہت سی ترمیمیں ہوئی تھیں۔ ایک چھجا خاص طور سے بنوا دیا گیا تھا۔ اس باقاعدگی سے آراستہ کئے ہوئے

مکان میں کوئی چیز بے محل نہیں تھی۔ باپ کی بہت سی التجاؤں کے بعد وہ رضامند ہوئی کہ شوہر کے سامنے آئے۔ (سامنے آکر بھی) وہ اس طرح بے حس و حرکت بیٹھی جیسے شہزادیاں تصویر کھنچوانے کے لئے بیٹھتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ خوبصورت تھی (گنجی نے پھر خاموشی توڑی اور کہا) "اگر مجھے اس کی امید ہو کہ تم کو اس سے دلچسپی ہوگی یا کسی بات کا جواب دوگی تو میں تم سے اپنے پہاڑ کے سفر کا حال بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس طرح کے مستقل انداز سے نفرت ہے۔ تم کیوں اتنی مغرور، سرد مہر اور کھنچی کھنچی معلوم ہوتی ہو؟ سال پر سال گذرتے جارہے ہیں اور ہم کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کرسکے بلکہ تم مجھ سے پہلے سے بھی زیادہ دور ہوتی جارہی ہو۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی ہم لوگ عام آدمیوں کی طرح ملیں؟ یہ دیکھ کر کہ میں کس قدر بیمار رہا۔ مجھے حیرت ہے کہ تم نے میرا حال بھی پوچھنے کی کوشش نہیں کی۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے یہی توقع رکھنی چاہیئے لیکن بہر حال یہ میرے لئے بہت تکلیف دہ ہے۔"
آوائی نے جواب دیا: "ہاں جب کوئی کسی کی بات ہی نہ پوچھے تو ضرور تکلیف ہوتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے کنکھیوں سے اپنے شانوں کی طرف دیکھا، اس کے چہرے سے تنفر اور غرور ظاہر ہو رہا تھا لیکن اس وقت وہ غیر معمولی طور پر خوبصورت نظر آرہی تھی۔ گنجی نے کہا: "تم مشکل ہی سے کبھی بولتی ہو اور جب بولتی ہو تو کوئی تکلیف دہ بات ہی کہتی ہو یا کسی کے بے ضرر الفاظ کو اس طرح توڑ مروڑ دیتی ہو کہ وہ توہین آمیز معلوم ہونے لگتے ہیں۔ جب میں اس کی کوشش کرتا ہوں کہ کچھ ہی دیر کے لئے سہی تمہیں خوشگوار بننے میں مدد دوں تو تم پہلے سے بھی زیادہ مجھ سے دور ہوجاتی ہو۔ کیا کبھی ایسا دن بھی آئے گا جب میں تمہیں سمجھا سکوں گا.....؟" یہ کہہ کر وہ سونے کے کمرے میں چلا گیا۔ وہ اس کے ساتھ نہیں گئی۔ وہ کچھ دیر بڑی ناخوشی اور تکلیف کی حالت میں لیٹا رہا۔ لیکن چونکہ وہ غالباً خود بھی اس کو پسند نہیں کرتا تھا اس لئے

جلد ہی اُنہ [illegible] لگا اور اس کے ذہن میں طرح طرح کے خیال آنے لگے۔ اس کا دل چاہنے لگا کہ وہ کمسن لڑکی اسے پرورش کے لئے مل جائے اور وہ اس کو جوان ہوتے ہوئے دیکھے۔ لیکن اس کی بوڑھی دادی کا خیال بھی ٹھیک ہی تھا، وہ ابھی بالکل کمسن تھی، اس معاملہ پر پھر گفتگو چھیڑنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ کیا یہ کسی طرح ممکن نہیں ہو سکے گا کہ وہ کسی تدبیر سے دارالحکومت میں لائی جائے؟ اس وقت یہ آسان ہوگا کہ کسی بہلانے سے اسے یہاں لایا جائے اور ہو سکتا ہے کہ وہ ایک مستقل مسرت کا سامان بن جائے۔ اس کا باپ شہزادہ ہیو بوکیو بہت ہی امتیازی حیثیت رکھتا تھا لیکن خوبصورت بالکل نہیں تھا۔ یہ کیسے ہوا کہ وہ کسی اور سے نہیں اپنی پھوپھی سے مشابہ ہو گئی؟ اسے کچھ خیال آیا کہ فوجت سوبو اور شہزادہ ہیو بوکیو ایک ہی ماں کی اولاد تھے اور دوسرے سوتیلے بھائی بہن تھے۔ اس حقیقت نے کہ وہ ایک ایسی خاتون سے رشتہ رکھتی تھی جسے اس نے مدت تک دل و جان سے چاہا تھا، اس بات کو اور تحریک دی کہ وہ اس لڑکی کو حاصل کر لے اور پھر وہ اس فکر میں مبتلا ہو گیا کہ اس کی کیا تدبیر کرے۔

دوسرے دن اس نے سنیاسی کو شکریہ کا خط لکھا، اس میں اس کے متعلق بھی کچھ اشارے تھے۔ راہبہ کو اس نے لکھا: "یہ دیکھ کر کہ آپ میری تجویز کی اتنی سختی سے مخالف ہیں میں نے اپنے خیالات کا جواز اس طرح نہیں پیش کیا، جیسی میری خواہش تھی۔ لیکن اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جو چند الفاظ میں نے کہے ان سے آپ نے یہ محسوس کیا کہ یہ میرا وہم یا وقتی خیال نہیں تھا تو اس خبر سے مجھے کتنی خوشی ہوگی!"۔
ایک کاغذ کے ٹکڑے پر، جسے موڑ کر چھوٹا بنا دیا گیا تھا، اس نے یہ شعر لکھ کر اسی خط میں رکھ دیا: "اگرچہ میں نے اس کی پوری کوشش کی کہ اسے وہیں چھوڑ آؤں لیکن پہاڑی پھول کے خوبصورت تصور نے مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں چھوڑا ہے!"۔

اگرچہ وہ بہت دن پہلے عروجِ شباب کی منزلوں سے گذر چکی تھی لیکن اس خط کی دلکشی سے بہت خوش اور متاثر ہوئی کیونکہ یہ محض خوبصورتی سے لکھا ہی ہوا نہیں تھا بلکہ اس بے پروا اظہار کمال کے ساتھ موڑا گیا تھا کہ اسے بہت پسند آیا۔ اس لڑکے لئے اس کا دل بہت کڑھا، وہ بہت خوش ہوتی اگر اس کا ضمیر موافق جواب کی اجازت دیتا اس نے لکھا: "ہمیں اس سے خوشی ہوئی کہ ہمسایہ میں ہونے کی وجہ سے آپ نے ہمارے یہاں بھی قدم رنجہ فرمایا لیکن مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ جب آپ ہمارے ہی یہاں آئیں گے (اور اس کی مجھے بہت امید ہے) تو اس وقت بھی میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکوں گی جو میں آپ سے کہہ چکی ہوں۔ جو شعر آپ نے بھیجا ہے، اس کے متعلق یہ امید نہ رکھیئے کہ وہ اس کا جواب دے گی کیونکہ ابھی وہ حرف بہ حرف ابجد[1] بھی نہیں لکھ سکتی۔ اس لئے میں اس کی طرف سے جواب دیتی ہوں۔ "جتنے دنوں تک اونو کے ساحل پر، جہاں دہشت خیز ہوائیں چلتی ہیں شاہ دلانے کے پھول نہیں بکھرتے، اتنے دن تک آپ بھی ثابت قدم رہے ہیں! جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس معاملہ میں بہت پریشان ہوں۔"

سنیاسی نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔ گنجی کو بڑی مایوسی ہوئی اور دو تین دن کے بعد اس نے کورے متسو کے ہاتھ راہب کے نام ایک خط بھیجا اور اس سے بھی تاکید کر دی کہ اس لڑکی کی دایہ شوناگوں سے بھی جو کچھ معلوم کر سکے معلوم کرے۔ کورے متسو نے سوچا "گنجی کس قدر جلد اثر قبول کر لیتا ہے!" اس نے لڑکی کی صرف ایک جھلک دیکھی جس نے اسے یقین دلا دیا کہ وہ ابھی بالکل بچی ہے لیکن پھر بھی اسے خیال ہے کہ وہ اچھی خاصی حسین ہے۔ دیکھیں آئندہ اس کا دل اس کے ساتھ کیا مذاق کرتا ہے!

---

[1] "نانی وازو" ایک گیت کے ابتدائی الفاظ جن سے شروع میں لکھنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔

بوڑھا سنیاسی، ایک خاص اور راز دار قاصد کے خط آنے سے بہت متاثر ہوا خط دینے کے بعد کورے متسو نے دایہ کو تلاش کیا۔ گنجی نے جو کچھ اس سے کہنے کے لئے کہا اس نے وہ سب کچھ کہا اور اس کے علاوہ بھی اپنے آتلک کے متعلق بہت سی باتیں بتائیں۔ باتونی ہونے کے باعث وہ باتیں ہی کرتا رہا، جو بات بھی اسے ذرا سا تعلق معلوم ہوتی وہ اس میں جوڑ دیتا لیکن ان سب کے بعد شو ناگون بھی دوسروں کی طرح اسی الجھن میں پڑ گئی کہ اتنی چھوٹی بچی سے اسے اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ اس کا خط بہت ہی مہذب تھا، اس میں اس نے خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ اس کی وہ بچکانی تحریر دیکھنا چاہتا ہے جو راہب کے مطابق الگ الگ حرفوں لکھی ہوئی ہو۔ حسب معمول اس نے ایک نظم بھی لکھ بھیجی تھی: "کیا پہاڑی کوئیں میں پڑنے والے عکس نے تم سے یہ کہا کہ میرا مقصد ایک مذاق تھا؟"¹ اس کے جواب میں اس نے لکھا: "شاید کچھ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اس کنویں سے پیا اور بری طرح پچھتائے ہیں۔ کیا سلئے مجھے بتا سکتے ہیں کہ پھر ایسا ہی ہوگا؟" کورے متسو ایسا ہی جواب زبانی بھی لایا لیکن اس نے اتنا اور یقین دلایا کہ جیسے ہی راہبہ کی صحت بہتر ہوگی وہ دارالحکومت میں آئے گی اور اس سے پھر باتیں کرے گی۔ اس کے آنے کی امید نے اس کے دل میں طوفان سا بپا کر دیا۔

اسی زمانے میں فوجیت سوبو بیمار ہوگئی اور کچھ دنوں کے لئے محل سے باہر چلی گئی۔ شہنشاہ کو جو تکلیف اور تشویش تھی اسے دیکھ کر گنجی کا دل بھر آیا۔ لیکن وہ اس خیال سے باز نہ رہ سکا کہ اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئیے۔ سارا دن اس نے بڑی الجھن میں گذارا، نہ اپنے گھر میں اور نہ محل میں وہ کچھ اور سوچ سکا اور

---

¹ اس میں ایہام ہے اور مان یوشو کی نظم ۳۸۰۷ کی طرف اشارہ ہے۔

نہ کسی سے ملنے جا سکا۔ جب دن ختم ہوا تو وہ اپنی ایک خادمہ ازمیبو کو ایک پیغام لے جانے پر رضامند کر سکا۔ گو وہ خادمہ دونوں کے درمیان کسی قسم کی پیغامبری کو بڑی نادانی سمجھتی تھی لیکن اس کے چہرے میں ایک ایسی کیفیت دیکھ کر جو خواب میں چلنے والوں کو ہوتی ہے، اس پر مہربان ہو گئی اور پیغام لے گئی۔ شہزادی اس کے ساتھ اپنے پچھلے تعلقات کو بہت برا اور شر انگیز خیال کرتی تھی اور اس کی یاد اس کے لئے ایک مسلسل عذاب تھی۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ اب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

وہ اس سے (گنجی سے) روکھے اور رنجیدہ انداز میں ملی لیکن اس نے اس کی دلکشی پر پردہ نہیں ڈالا۔ اس بات کا احساس کر کے کہ وہ ضرورت سے زیادہ اس کی تعریف کر رہا ہے اس نے اس کے ساتھ سرد مہری اور تنفر کا برتاؤ شروع کر دیا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ اس میں کوئی نقص نکل آئے، یہ سمجھنے لگے کہ وہ غلطی پر تھا اور اسے سکون مل جائے۔

مجھے وہ سب بیان کرنے کی ضرورت نہیں جو گذری۔ رات جلد بیت گئی، اس نے فوجتسو بو کے کان میں یہ شعر سنایا: "اب جب ہم آخر کار مل گئے ہیں تو کاش ایسا ہو کہ ہم نے جو خواب آج کی رات دیکھا ہے اسی خواب میں ہمیشہ کے لئے کھو جائیں!" لیکن ضمیر کی خلش سے بے چین ہو کر اس نے کہا "اگر میں ابدی نیند کے اندھیرے میں چھپ جاؤں تو بھی میری سیاہ کاری ایک زبان سے دوسری زبان تک ہوتی ہوئی ساری دنیا میں پھیل جائے گی۔" گنجی کو بھی یہ معلوم تھا کہ اس پر اچانک جو شرمندگی اور خوف کا دورہ پڑ گیا ہے وہ بے سبب نہیں ہے۔ جب وہ وہاں سے چلا تو ازمیبو اس کے پیچھے اس کا لبادہ اور دوسری چیزیں لے کر دوڑی جو وہ وہاں چھوڑ آیا تھا۔ وہ سارے دن اپنے بستر پر بڑی اذیت ناک حالت میں پڑا رہا۔ اس نے ایک خط بھیجا لیکن وہ بغیر کھولے ہوئے واپس کر دیا گیا۔

ایسا ماضی میں کبھی بار ہا ہو چکا تھا لیکن اس بار اس نے ایسا پریشان کر دیا کہ وہ دو
تین دن تک اپنے کمرے ہی میں پڑا رہا۔ اس سارے وقت وہ اس اندیشے میں مبتلا
رہا کہ اس کا باپ شہنشاہ جو اس سے اتنی محبت کرتا ہے کہیں یہ نہ دریافت کرے
کہ اس پر اب کون سی نئی افتاد پڑی ہے۔

فوجتسو بو جسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس کی بربادی مکمل ہو گئی ہے، گہرے
غم میں مبتلا ہو گئی اور اس کی صحت روز بروز گرنے لگی۔ دربار سے روزانہ پیام آتے
کہ وہ بلا تاخیر واپس آ جائے لیکن وہ اپنے اندر اس کی سکت نہیں پاتی تھی۔ اس
کی بیماری نے ایک ایسی شکل اختیار کر لی تھی جس نے اس کے دل میں اپنی طرف سے
پُراسرار شک پیدا کر دیا تھا اور وہ دن بھر بیٹھی سوچا کرتی تھی کہ اس کا حشر کیا ہوگا
جب موسم گرما شروع ہوا تو اس نے بستر سے اٹھنا ہی چھوڑ دیا۔ تین مہینے گزر گئے اور
اب اس کی حالت کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہو سکتی تھی۔ بہت جلد یہ بات معلوم
ہو جائے گی اور ہر طرف اس کا چرچا ہوگا۔ اسے جس مصیبت نے آ لیا تھا اس سے
وہ بہت پریشان تھی۔ اس کے گھر والوں کو یہ تو معلوم نہیں تھا کہ وہ چھپا کیوں رہی
ہے، اس لئے وہ متعجب تھے کہ اس نے اس سے بہت پہلے ہی شہنشاہ کو اپنی حالت
کی خبر کیوں نہیں دی۔ قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں لیکن مسئلہ ایسا تھا کہ ملکہ کے
سوا کوئی اسے یقینی طور پر حل نہیں کر سکتا تھا۔ اومیوبو اور اس کی آیا کی لڑکی جو
اس کی آرائش اور غسل خانہ کی خدمت پر مامور تھیں، یہ تبدیلی دیکھ کر حیرت زدہ
رہ گئیں لیکن اومیوبو اس سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے ایک
خلش پیدا کرنے والا شک تھا کہ اس نے جو ملاقات کرائی تھی یہ اسی کا نتیجہ تھا، جو
غیر معمولی سرعت اور پابندی سے اس طرح ظاہر ہوا ہے۔ محل میں اعلان کر دیا گیا کہ [illegible]
قسم کی تکالیف نے اس کے قریب رہنے والوں کو گمراہ کر دیا اور اس کی صحیح حالت کیا

کا اندازہ نہیں لگانے دیا۔ تمام لوگوں نے اس بات کو تسلیم کرلیا۔
شہنشاہ کو بھی اس سے دلی تعلق تھا اور اگرچہ قاصد برابر اسے خبریں دیا کرتے تھے، بڑے بڑے شکوک اور خیالات اس کے ذہن میں آتے رہتے تھے۔ اسی زمانے میں گنجی نے بڑا عجیب اور خوفناک خواب دیکھا اس نے تعبیر بتلانے والوں سے پوچھا وہ کچھ زیادہ بتا نہ سکے، اس میں کچھ ایسے حصے تھے جن کے معنی وہ بالکل نہ نکال سکے لیکن ایک بات واضح تھی وہ یہ کہ خواب دیکھنے والے نے کوئی غلط قدم اٹھا لیا ہے اور اسے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے۔ گنجی نے کچھ خوفزدہ ہوکر کہا: "یہ میرا خواب نہیں تھا میں نے تو دوسرے کی طرف سے پوچھا تھا" وہ متعجب تھا کہ وہ "غلط قدم" کیا ہوسکتا ہے کہ اتنے میں ملکہ کے متعلق اسے اطلاع ملی۔ اچھا تو یہ خوفناک تباہی ہے جس کی طرف خواب میں اشارہ کیا گیا ہے! اس نے اسی وقت ایک طویل خط لکھا جو اپنے ملازموں اور اس کے لئے ڈھارس سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن اومیوبو نے یہ سوچ کر کہ اس سے اس کا خفقان اور بڑھے گا اس کے لے جانے سے انکار کیا اور اسے کسی دوسرے پیامبر پر اعتبار نہ تھا۔ چند نفرت انگیز سطریں جو وہ کبھی کبھی لکھ بھیجتی تھی اب ان کا آنا بالکل بند ہوگیا تھا۔

ساتویں مہینے میں وہ دربار میں پھر آئی، اس کی واپسی پر حد سے زیادہ خوش ہوکر شہنشاہ نے اس سے زبردست محبت کا اظہار کیا۔ اسے ایسا معلوم ہوا کہ اس کے بدن کے بھراؤ اور چہرے کی زردی اور دبلے پن نے اس میں ایک نئی اور بے نظیر دلکشی پیدا کردی ہے۔ پہلے ہی کی طرح اس کا سارا فاضل وقت اسی کے پاس گذرنے لگا۔ اس درمیان میں دربار کی کئی تقریبات آئیں جن میں گنجی کی موجودگی ضروری تھی۔ کبھی اس سے کوتو یا بانسری بجانے کو کہا جاتا اور کبھی کسی دوسری حیثیت سے باپ کی خدمت پر مامور کردیا جاتا۔ ایسے موقعوں پر وہ یہ ظاہر کرنے کی زبردست

کوشش کرتا کہ وہ پریشان یا الجھا ہوا نہیں ہے لیکن اسے یہ خوف لگا رہتا کہ اس
نے اپنے ساتھ غداری کی ہے۔ نوجت سوبو کے لئے ایسے مواقع زبردست
سوہان روح بن جاتے ہیں۔

راہبہ کی صحت کسی قدر بہتر ہو گئی تھی اور وہ دارالحکومت ہی میں رہنے
لگی تھی۔ اس نے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اس کا قیام کہاں ہے اور کبھی کبھی خط بھی بھیجتا
رہتا تھا جس کے جواب میں (جس کی اسے امید بھی تھی) بہت کم ہمت افزائی ہوتی
تھی۔ گذشتہ مہینوں میں اس کے یہاں لڑکی کے حاصل کرنے کی خواہش گھٹنے کے
بجائے بڑھی تھی لیکن دن گذرتے جاتے تھے اور اس کی سمجھ میں کوئی ایسی تدبیر
نہیں آتی تھی جس سے حالات بہتر ہوں۔ جب خزاں کا موسم ختم ہونے کے قریب
پہونچا تو اس پر زبردست مایوسی کی کیفیت طاری ہوئی۔ ایک خوبصورت چاندنی
رات میں جب اس نے اپنی طبیعت کے خلاف یہ طے کیا تھا کہ وہ خفیہ طور پر رڑکوجو
کے یہاں جائے گا، بارش کا چھینٹا پڑنے لگا۔ وہ محل سے نکلا اور جہاں جانا تھا
وہ چھٹے حلقے میں تھی تو اسے یہ خیال آیا کہ اتنی دور بارش میں جانا مناسب ہوگا۔ ابھی
وہ کچھ کرنے کو سوچ ہی رہا تھا کہ اسے ایک گرا پڑا مکان دکھائی دیا جو بڑے پرانے
درختوں کے جھنڈ میں تھا۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ ویران اور خستہ حال مکان کس
کا ہے، کورے متسو نے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا جواب دیا "یہ ! یہ ازیکی نو
دینگوں کا مکان ہے۔ دو ایک دن ہوئے میں نے جا کر حال دریافت کیا تو معلوم
ہوا کہ بیچاری راہبہ بڑی کمزور ہو گئی ہے اور یہ بھی نہیں سمجھتی کہ اس کے گرد و پیش
کیا ہو رہا ہے۔" گنجی نے بڑے دکھ سے کہا "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ میں ہمدردی
کے لئے ان کے گھر جاتا۔ براہ کرم ابھی جاؤ اور وہاں کی خبر پوچھو۔" کورے متسو نے
ایک نوکر کو خبر لینے کے لئے بھیجا اور اس سے کہا وہاں یہی کہنا کہ شہزادہ گنجی

خیر پوچھنے آیا ہے۔ جب نوکر نے یہ بتایا کہ اسے شہزادہ گنجی نے خیریت پوچھنے کے لئے بھیجا ہے اور خود باہر انتظار کر رہا ہے تو گھر میں بڑی ہلچل اور کھلبلی مچ گئی۔ نوکر نے کہا کہ ان کی مالکہ کئی دن سے بڑی نازک حالات میں پڑی ہوئی ہے اور غالباً کسی سے مل نہیں سکتی۔ لیکن ان میں یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ ایسے ممتاز آنے والے کو یوں ہی واپس کر دیں چنانچہ جلدی جلدی بیٹھنے کا جنوبی کمرہ صاف کیا گیا اور وہ یہ کہتے ہوئے اسے اندر لائے: "ہمیں معاف کیجئے گا کہ ہم آپ کو اس گندے کمرے میں لائے ہیں، ہم نے جس حد تک ممکن ہوا صاف کر دیا ہے۔ آپ اچانک آ گئے ہیں اس لئے ہمیں ایسی جگہ لانے کے لئے معاف کیجئے۔۔۔" یقیناً یہ ان کمروں سے بالکل مختلف تھا جن کا وہ عادی تھا۔ گنجی نے کہا "میں بہت دنوں سے یہاں آنے کا قصد کر رہا تھا لیکن چونکہ جو تجویز میں خطوں میں پیش کرتا تھا وہ بار بار رد کر دی جاتی تھی اس لئے میں نے اس کی ہمت نہیں کی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ راہبہ کی طبیعت اتنی خراب ہے تو۔۔۔۔" راہبہ نے کہلایا "میری طرف سے کہو کہ اس وقت میرا ذہن بالکل صاف ہے، ہو سکتا ہے کہ اس میں تاریکی پیدا ہو جائے مجھے اس کا شدید احساس ہے کہ شہزادے نے بستر مرگ پر مجھے دیکھنے کے لئے آنے کی زحمت گوارا کی ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں سامنے آ کر گفتگو نہیں کر سکتی یہ بھی کہہ دو اگر اتفاقاً انہوں نے اس معاملہ میں اپنی رائے نہ بدلی ہو، جس کے متعلق پہلے گفتگو ہو چکی ہے تو جب اس کا وقت آئے وہ بڑے شوق سے اسے لیجا کر اپنی کنیزوں میں شامل کر سکتی ہیں۔ میں بڑی تکلیف سے اسے اپنے بعد چھوڑ رہی ہوں۔ مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں دنیا کی یہ محبت اس زندگی کے حاصل کرنے میں رکاوٹ نہ بن جائے جس کے لئے میں دعا کرتی رہی ہوں۔"

اس کا کمرہ اس قدر قریب اور پردہ اتنا ہلکا تھا کہ جب وہ شونا گون کو

اپنا پیام دے رہی تھی تو اس نے بار بار اس کی دکھ بھری اور تھرتھراتی ہوئی آواز سنی۔ اس کے بعد اس نے نسی سے یہ کہتے ہوئے سنا "یہاں آکر اس نے کتنا کرم کیا ہے، کاش لڑکی کی عمر اتنی ہوتی کہ وہ اچھے الفاظ میں شکریہ ادا کر سکتی!" گنجی نے شوناگون سے کہا! "اس میں مہربانی اور کرم کا سوال بالکل نہیں ہے، یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ کوئی گہرا اور زبردست جذبہ ہے جس نے مجھے اتنے مستقل اصرار پر مجبور کیا ہے! جب میں نے پہلی دفعہ اس بچی کو دیکھا، اسی وقت سے میرے دل میں ایک عجیب محبت آمیز جذبہ اس کے لئے پیدا ہو گیا اور وہ ایک ایسی محبت میں تبدیل ہو گیا ہے جو صرف اس دنیا[ش] کی نہیں کہی جا سکتی۔ اگرچہ یہ محض ایک احمقانہ توہم ہے لیکن مجھے اس کی آواز سننے کا شوق ہے۔ کیا میرے رخصت ہونے سے پہلے آپ اسے بلوا نہیں سکتی ہیں؟" شوناگون نے کہا: "وہ بیچاری ہماری پریشانیوں سے بے خبر دوسرے کمرے میں پڑی سو رہی ہے لیکن جب وہ یہ کہہ رہی تھی زنانخانے میں کسی کے چلنے کی آہٹ معلوم ہوئی اور اچانک یہ آواز آئی: "نانی اماں! شہزادہ گنجی جو پہاڑ پر ہم سے ملنے آئے تھے، تشریف لائے ہیں آپ انھیں اندر بلا کر باتیں کیوں نہیں کرتیں؟" گھر کی تمام خادمائیں بے عزتی کے خیال سے کہنے لگیں: "بیٹی چپ رہو، چپ!" بچی نے جواب دیا: "نہیں نہیں! نانی اماں کہتی تھیں کہ اگر وہ اس شہزادے کو دیکھ لیں تو ان کی بیماری گھٹ جائے گی۔ میں نے بے وقوفی کی بات نہیں کہی۔" گنجی یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا لیکن گھر کی خادماؤں کو لڑکی کا یہ دخل در معقولات نامناسب اور تکلیف دہ معلوم ہوا اور انھوں نے کچھ ایسا ظاہر کیا کہ گویا آخری باتیں سنی ہی نہیں۔ گنجی نے

ش یعنی کسی گذشتہ جنم میں یہ محبت رہ چکی ہے۔

اب باقاعدہ ملنے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہ سوچتا ہوا گھر آیا کہ یقیناً اس کا یہ عمل بالکل بچّوں کا سا تھا۔ لیکن اسے سکھانا پڑھانا کتنا آسان اور کتنا پرلطف ہوگا!

دوسرے دن وہ باقاعدہ وہاں گیا۔ وہاں پہونچ کر اس نے حسب معمول ایک چھوٹے سے کاغذ کے ٹکڑے پر یہ شعر لکھ کر بھیجا: "جب سے میں نے پہلی دفعہ کم عمر سارس کی آواز سنی، میری کشتی کو بھوار میں پھنسنے کا عجیب شوق ہو گیا ہے!"
چونکہ یہ شعر اس لڑکی کے لئے تھا اسی وجہ سے ذرا بڑے حرفوں میں خوبصورتی سے لکھا گیا تھا، خادماؤں نے اسے دیکھتے ہی کہا "اس کو لڑکی کی کاپی میں لگا دینا چاہیئے۔"

شوناگون نے یہ لکھ کر گنجی کے پاس بھیجا: "میری مالکہ نے یہ محسوس کیا کہ شاید وہ دن بھر بھی زندہ نہ رہیں اس لئے انھوں نے پہاڑی مندر پر پہونچا دیئے جانے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ وہ روانہ بھی ہو چکی ہیں۔ اگر ہو سکا تو میں اس کا انتظام کر دوں گی کہ اگر وہ اس وقت زندہ رہیں تو آپ کی مزاج پرسی کی خبر بھیج دوں۔" اس خط نے اُسے بہت متاثر کیا۔

موسم خزاں کی شامیں اس کے دل میں عجیب ہیجان پیدا کرتی تھیں لیکن اس نے باوجود اس کے کہ اس کے خیالات ایک دوسری طرف مصروف تھے اس سارے طوفانی زمانے میں اس لڑکی کو اپنا بنانے کی خواہش روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی جو اس خاتون سے ایک عجیب تعلق رکھتی تھی جو اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ اسے وہ شام یاد آئی جب اس نے اسے پہلے پہل دیکھا تھا اور اس نظم کا خیال آیا جو راہبہ نے لکھی تھی "مجھے نہیں معلوم کہ کوئی اس نازک پتی کی دیکھ بھال کے لئے آئے گا بھی یا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔" وہ ہمیشہ میرے لئے خوشی کا سبب بنی رہے گی لیکن ہو سکتا ہے کہ بعض حیثیتوں سے وہ بعد میں اپنے بچپن کی توقعات پوری نہ

کر سکے۔ پھر بھی یہ جوا کھیلنا چاہیئے۔ اس نے یہ شعر کہا: "دل کے کنارے لگنے والی گھاس جو زرد[*] جڑوں سے نکلتی ہے، دیکھوں کب میرے ہاتھ لگتی ہے۔" دسویں مہینے میں شہنشاہ سرخ پتیوں کے جشن میں شرکت کرنے کے لئے سوزاکو ان جانے والے تھے۔ وہاں تمام رقص کرنے والے شریف ترین گھرانوں کے لڑکے ہوتے تھے۔ شہنشاہ نے بذات خود شہزادوں، امیروں اور دوسرے شریف گھرانوں میں سے لوگوں کا انتخاب کیا تھا اور شہزادوں اور وزراء سے لے کر نیچے تک تمام لوگ اس کی مسلسل مشق میں لگے ہوئے تھے۔ گنجی کو یک بہ یک یاد آیا کہ بہت دنوں سے ان نے اپنے پہاڑ والے دوستوں کا حال دریافت نہیں کیا ہے اس نے ایک خاص قاصد بھیجا جو سنیاسی کے یہاں سے یہ جواب لایا: "گذشتہ مہینے کی بیسویں تاریخ کو کوچ کا پیغام گیا۔ یہ بنی نوع انسان کا مقدر ہے لیکن اس کی جدائی میرے لیے بہت شاق ہے۔" اس نے یہ اور ایسی ہی باتیں لکھی تھیں اور گنجی انھیں پڑھ کر زندگی کی ناپائیداری اور بے حقیقی کے تخیل تصورات میں کھو گیا۔ اور اس لڑکی کا حشر کیا ہوا جس کے مستقبل کے متعلق مرنے والی نے اس قدر پریشانی کا اظہار کیا تھا؟ اسے اپنی ماں کا مرنا اچھی طرح یاد نہ تھا لیکن کچھ دھندلی یادیں اس کے ذہن میں اب بھی تیر رہی تھیں۔ جن کی وجہ سے اس کے تعزیتی خط میں جذبات کی گرمی پیدا ہو گئی۔ اس کا جواب شوناگون نے کسی قدر اپنی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے دیا تھا۔

جب دفن و کفن اور سوگ کا زمانہ ختم ہوا تو وہ لڑکی پھر دارالحکومت میں آگئی۔ اس خبر کو سن کر گنجی نے ایک مختصر مدت تک تو انتظار کیا اور پھر ایک پرسکون اور خوبصورت رات کو وہ خود وہاں پہونچ گیا۔ اس نے سوچا کہ اس افسردہ، گرے

---

[*] جاپان میں زرد کو "موراساکی" کہتے ہیں۔ اسی نظم کی وجہ سے اس لڑکی کا نام موراساکی معلوم ہوا۔ اسی سے مصنف نے یہ نام اخذ کیا اور اسی سے مشہور ہوئی۔

پڑے اور نیم ویران مکان کا اثر اس لڑکی پر بہت خراب پڑتا ہوگا۔ اسے پھر اس
چھپے کمرے میں پہونچایا گیا جہاں وہ پہلے گیا تھا۔ فُنو نگون نے راہبہ کے مرنے
کی تفصیل ہچکیوں میں سنائی جس سے وہ بھی حیرت ناک طریقہ پر متاثر ہوا۔ اس
نے کہا: "اگر مجھے یاد نہ ہوتا کہ اس کی ماں کے ساتھ اس گھر میں کیا ظلم ہوا تو میں اس
لڑکی کو اس کے باپ (شہزادہ ہیو کیو بو) کے پاس پہونچا دیتی۔ اور میں اب بھی ایسا
ہی کرتی اگر میری یہ بچی بالکل گودیوں میں ہوتی جسے یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ وہ کہاں
جا رہی ہے یا وہاں لوگ اس کے متعلق کیا سوچ رہے ہیں۔ لیکن اب وہ اس کے
لئے اچھی خاصی بڑی ہو گئی ہے کہ اس کو اجنبی لڑکوں لڑکیوں میں لے جا کر ڈال دیا
جائے جو ممکن ہے اس کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئیں۔ اس کی بوڑھی نانی اپنے
آخری دن تک برابر یہی کہا کرتی تھی۔ حضور! آپ ہم لوگوں پر ہمیشہ مہربان رہے ہیں
اور میرے ذہن پر سے ایک بہت بڑا بوجھ ہٹ جائے گا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے
کہ یہ آپ کے یہاں جا رہی ہے، چاہے وہ کچھ ہی مدت کے لئے کیوں نہ ہو۔ میں
آپ سے یہ پوچھ کر آپ کو الجھن میں نہیں ڈالوں گی کہ بعد میں کیا ہوگا۔ مجھے اس
کے لئے بس یہی افسوس ہے کہ یہ چند سال اور بڑی نہ ہوئی کہ آپ اس سے شادی
کر لیتے لیکن جس طرح اس کی پرورش ہوئی ہے اس نے اس کی عمر کو دیکھتے ہوئے
اور بچہ بنا دیا ہے۔"

گنجی نے کہا: "مجھ سے بار بار اس کی کم عمری کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے
گو یہ اس کی کم سنی اور بے چارگی ہے جس نے مجھے متاثر کیا ہے لیکن میں سمجھتا ہوں
(اور میں خود اپنے سے یا تم سے کیوں چھپاؤں) کہ ایک اور قریبی رشتے نے ہم دونوں
کی روحوں کو باندھ دیا ہے۔ میں اسی کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے کیا طے کیا ہے۔
اس نے ایک نظم پڑھی جس میں یہ سوال پوچھا گیا تھا: "کیا وہ بھی ان اوروں کی طرح

پیچھے ہٹنے کے لئے آگے بڑھے جو ساحل تک جاتی ہیں کہ سوار کے نئے پودوں کو اپنی
آغوش میں لے لیں؟" پھر اس نے پوچھا: "کیا اسے بہت زیادہ حیرت ہوگی؟"
شونا گون نے یہ کہتے ہوئے کہ وہ لڑکی کو ضرور لے جائے اس کی نظم کا جواب ایک
دوسری نظم سے دیا جس میں اس کو متنبہ کیا گیا تھا کہ قبل اس کے کہ وہ اس کے
مقصد کو سمجھے اسے یہ امید نہیں رکھنا چاہیئے وہ "لہروں کے ساتھ سمندری گھاس
کی طرح بہہ جائے گی۔" اس بے تکلف اور مانوس انداز میں، جسے اس نے پسند
کیا، اتنا اور کہا کہ: "آپ نے یہ کیسے سمجھا کہ میں آپ کو اس سے ملائے بغیر واپس
کردوں گی؟" جس وقت وہ لڑکی کے انتظار میں بیٹھا آپ ہی آپ یہ گنگنا رہا
تھا کہ: "پہاڑی کا پیار کرنا اتنا کٹھن کیوں ہے؟" گھر کی خادماؤں نے اسے بڑے
غور سے دیکھا اور بہت متاثر ہوئیں اور بہت دنوں تک اس لمحہ کو نہ بھلا سکیں

بچی اپنے بستر پر پڑی اپنی نانی کے لئے رو رہی تھی۔ اس کی نگراں عورتوں
میں سے ایک نے کہا: "ایک صاحب بہت بڑا لبادہ پہنے تمہارے ساتھ کھیلنے
کے لئے آئے ہیں۔ کہیں یہ تمہارے ابا تو نہیں ہیں؟" یہ سن کر وہ اچھل کر کھڑی
ہوگئی اور کہنے لگی: "آیا! لبادہ پہنے ہوئے وہ صاحب کدھر ہیں؟ کیا وہ میرے
ابا ہیں؟" یہ کہہ کر وہ دوڑتی ہوئی کمرے میں آگئی۔ گینجی نے کہا: "نہیں، تمہارے
باپ تو نہیں ہیں لیکن ایک ایسے شخص ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ تم ان سے مانوس
ہوجاؤ، آؤ ..." جس طرح لوگ گفتگو کیا کرتے تھے اس سے اس نے یہ سمجھا تھا
کہ گینجی کوئی بہت اہم شخص ہے اور یہ محسوس کرکے کہ اس نے "لبادہ پہنے ہوئے
ایک صاحب" کہہ دیا ہے اس سے وہ بہت ناراض ہوگا، وہ سیدھی اپنی
آیا کے پاس گئی اور اس سے آہستہ سے کہا: "آیا! مجھے نیند معلوم ہو رہی ہے۔"
گینجی نے کہا: "اب تم مجھ سے نہ شرماؤ، اگر تمہیں نیند آگئی ہے تو آؤ میرے زانو پر

سر رکھ کر سو رہو۔ کیا تم میرے پاس آکر مجھ سے بات چیت بھی نہیں کرو گی؟"
شوناگون نے کہا: "اب آپ ہی دیکھئے کتنی وحشی ہے!" اور اسے گنجی کی طرف
بڑھایا۔ وہ اس کے پہلو میں بالکل بے نیازانہ کھڑی رہی اور اپنے ہاتھ اپنے بالوں
کے اندر اس طرح پھیرتی رہی کہ وہ ڈھلک کر اس کے نرم لباس پر آگئے یا بالوں
کے اس لچھے کو چھوتی رہی جو اس کے شانوں کے گرد چپک گئے تھے۔ اچانک
گنجی نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن ایک ایسے شخص سے اتنے گہرے
رابطے کے خوف سے جس سے وہ مانوس نہیں تھی ایک بیک چلا اٹھی !" میں نے
کہا تھا کہ میں سونا چاہتی ہوں!" اور اپنا ہاتھ چھڑا کر وہ زنانخانے میں چلی گئی۔
وہ یہ کہتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلا: "میری پیاری! مجھ سے دور نہ بھاگو! اب
جب تمہاری نانی کا انتقال ہو گیا ہے تم اس کی جگہ مجھ سے محبت کرو۔"

شوناگون کو جیسے دھکا سا لگا اس نے کہا! "نہیں نہیں، یہ بڑی زیادتی
ہے! آپ نے ایسی بیہودی بات بیچاری لڑکی سے کہنے کی ہمت کس طرح کی؟ اس
سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہے کہ کسی سے کہا جائے 'مجھ سے محبت کرو' کیا یہ زبردست
ہے؟" گنجی نے جواب دیا: "ممکن ہے اس وقت نہ ہو لیکن تم دیکھو گی کہ اگر کسی
کے دل میں کسی چیز کی دھن سما گئی ہے، جیسے کہ میرے دل میں ہے، تو عجیب چیزیں
واقع ہو جایا کرتی ہیں۔"

اولے گر رہے تھے اور رات بڑی وحشت خیز اور خوفناک تھی، اس خیال
نے اسے بہت الجھن میں ڈالا کہ وہ اس کو اس سنسان اور ویران مکان میں رات
گذارنے کے لئے چھوڑ جائے۔ وہاں رکنے کا بہانہ بنا کر اس نے کہا: "بیچ کا دروازہ
بند کر دو، میں اس خوفناک رات میں یہاں پہرہ دوں گا۔ تم سب میرے قریب
آجاؤ!" یہ کہتے ہوئے اس نے لڑکی کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر بستر تک اس طرح

پہنچادیا! جیسے یہ بات بالکل فطرت کے تقاضوں کے مطابق تھی، خادمائیں اتنی حیرت زدہ اور متعجب تھیں کہ اپنی جگہوں سے ذرہ برابر بھی نہیں ہلیں اور شوناگون بوڑھی اپنے جارحانہ طرزِ عمل کی وجہ سے ڈری ہوئی تھی، دل ہی دل میں اس بات کی معترف تھی کہ دخل دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے، وہ بھی ایک گوشے میں بیٹھی سسک رہی تھی۔ شروع میں تو لڑکی بیحد خوفزدہ تھی اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کیا کرے گا اور بری طرح کانپ رہی تھی۔ یہاں تک کہ جب گنجی نے اسے اٹھایا تو نازک اور ٹھنڈی جلد کے لمس سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے اسے محسوس کیا لیکن پھر بھی نرمی اور آہستگی سے اس نے اس کا اوپری لباس اتارا اور پھر تھپکنے سے اسے لٹا دیا۔ اس کے بعد گو وہ سمجھتا تھا کہ لڑکی اب بھی خوفزدہ ہے وہ بڑی شائستگی اور نرمی سے اس سے باتیں کرنے لگا: "کیا تمہیں میرے ساتھ کسی ایسی جگہ چلنا اچھا معلوم ہو گا جہاں بہت سی خوبصورت تصویریں، کھلونے اور گڑیاں ہیں؟" اور اس طرح اس کی دلچسپی کی باتیں اس نے اس جذبہ اور جوش سے کہیں کہ وہ جلد ہی اس سے بے تکلف ہو گئی لیکن وہ دیر تک بے چین رہی اور اسے ٹھیک سے نیند نہیں آئی۔ طوفان اب تک جاری تھا۔ ایک عورت نے سرگوشی کے انداز میں کہا "اگر یہ شخص یہاں نہ ہوتا تو ہم لوگ کیا کرتے! جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو بہت زیادہ ڈرتی۔ کاش ہماری چھوٹی مالکہ سن میں اس کے قریب ہوتی!" شوناگون جواب تک کچھ بے اعتماد سی تھی، تمام وقت گنجی کے قریب بیٹھی رہی۔

آخر ہوا کی تیزی کم ہونے لگی۔ رات کافی گذر چکی تھی لیکن اتنی رات کو واپسی کسی کو متعجب نہیں کر سکتی تھی۔ گنجی نے کہا: "یہ مجھے اتنی عزیز ہو گئی ہے کہ اس کے اس پریشان کن وقت میں چند گھنٹوں کے لئے بھی اس کو چھوڑ کر جانا مجھے

ناگوار ہو رہا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اسے کسی ایسی جگہ پہونچا دیا جائے جہاں میں
جب چاہوں اس سے مل سکوں! مجھے تعجب ہے کہ وہ ایسے مکان میں خوفزدہ
نہیں ہے!" شونا گون نے کہا "جہاں تک مجھے یاد آتا ہے اس کے باپ نے کہا
تھا کہ وہ آکر اس کو لے جائے گا لیکن انچاسواں دن گذرنے سے پہلے مشکل ہی
سے ہوگا۔" گنجی نے تسلیم کرنے کے انداز میں کہا! یہ بالکل فطری بات ہوگی کہ اس
کا باپ اس کی پرورش کرے لیکن چونکہ اس وقت تک اس کی دیکھ بھال دوسرے
لوگوں نے ہی کی ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ میرے مقابلہ میں اپنے باپ
کو ترجیح دے۔ اگرچہ میں نے اسے ابھی تھوڑے ہی دنوں سے جانا ہے لیکن میں
یقیناً اس کو اس کے باپ سے زیادہ چاہتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے لڑکی کے بالوں
پر ہاتھ پھیرا اور بہت ہی بے دلی سے بار بار پیچھے دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر
قدم نکالا۔ اس وقت بڑا گہرا سفید کہرا چھایا ہوا تھا اور گھاس پر پالا سا جم گیا
تھا۔ اچانک اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش یہ واقعی عشق و محبت کا
معاملہ ہوتا اور اس کا دل بیٹھ گیا۔ اسے یاد آیا کہ گھر واپس جاتے ہوئے وہ ایک
ایسے مکان سے گذرے گا جہاں وہ اکثر بڑے شوق سے جایا کرتا تھا۔ اس نے
دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر اس نے اپنے نوکر سے جس کی آواز
ذرا بھاری تھی یہ شعر پڑھنے کو کہا: "اگرچہ صبح کے کہرے نے ساری دنیا کو رات کی
طرح اندھیرا بنا رکھا ہے لیکن اپنی بہن کے دروازے پر ٹھہرے بغیر چلا جانا مجھے
مشکل معلوم ہوا۔" جب یہ شعر دو مرتبہ پڑھا گیا تو خاتون نے ایک چھیلا بنے
ہوئے خدمتگار کو دروازے پر بھیجا جو یہ شعر پڑھ کر فوراً ہی پھر مکان کے اندر چلا
گیا: "اگر آپ کو اس کہرے کے گذرنے سے نفرت تھی تو ٹیڑھی میڑھی ٹہنیوں کا
پھاٹک آپ کا راستہ روک کر کھڑا نہیں رہے گا۔" وہ انتظار کرتا رہا لیکن پھر

کوئی نہ آیا اگرچہ اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ دن نکل آنے کے بعد وہ یونہی سُستی کے ساتھ گھر واپس چلا جائے لیکن اور کر بھی کیا سکتا تھا؟ اپنے محل پہنچ کر وہ دیر تک لیٹا لڑکی کی گفتگو اور طور طریقوں کو یاد کر کے خوشی سے مسکراتا رہا۔ دوپہر کے قریب وہ اٹھا اور اس کے نام ایک خط لکھنے بیٹھ گیا لیکن اسے مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے اور کئی دفعہ اپنا موقلم الگ رکھنے کے بعد اس نے آخرکار طے کیا کہ وہ خط کے بجائے اس کو کچھ اچھی اچھی تصویریں بھیج دے۔

مدتوں پہلے کئے ہوئے وعدے کے مطابق اسی دن شہزادہ ہیو کیو بو نے مرحومہ راہبہ کے یہاں قدم رنجہ فرمایا۔ اسے وہ جگہ جیسی یاد تھی اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ ویران، فرسودہ اور اجاڑ معلوم ہوئی۔ ایسے گرتے ہوئے کمروں میں چند آدمیوں کا رہنا کتنا تکلیف دہ ہوگا۔ چاروں طرف نگاہ ڈال کر اس نے کہا: "کسی بچے کو ایک لمحہ کے لئے بھی ایسے مکان میں نہیں رہنا چاہیے۔ میں اسے ابھی لے جاؤں گا، میرے مکان میں بڑی جگہ ہے، اور تم (شوناگون کی طرف مخاطب ہو کر) بھی ایک خاص خادمہ کی طرح وہیں رہو گی۔ لڑکی وہاں بہت اچھی طرح رہے گی کیونکہ وہاں ساتھ کھیلنے کے لئے کئی بچے ہوں گے۔" اس نے لڑکی کو اپنے پاس بلایا اور یہ دیکھ کر کہ اس کے کپڑوں سے عطر کی زبردست خوشبو آ رہی ہے کیونکہ رات کو گنجی نے اسے گود میں اٹھایا تھا، اس نے کہا: "تمہارے کپڑوں میں عطر کی کیسی اچھی باس ہے لیکن کیا یہ کسی قدر ملگجے نہیں ہیں؟" لیکن جیسے ہی اس نے یہ کہا اسے یاد آیا کہ لڑکی ابھی سوگ میں ہے، اس لئے اُسے تکلیف ہوئی۔ اس نے پھر گفتگو جاری رکھی اور کہا: "میں اکثر اس کی نانی سے کہا کرتا تھا کہ کبھی کبھی اس کو میرے یہاں بھی آنے دیا کرے تاکہ ہم لوگوں کے طور طریقوں سے واقف ہو کیونکہ واقعی یہ عجیب پرورش تھی کہ سالہا سال یہ رات دن ایک

ایسی خاتون کے ساتھ رہی جس کی صحت گرتی اور روح تحلیل ہوتی جا رہی تھی لیکن کسی وجہ سے وہ مجھ سے بہت ناراض تھی اور دوسری[1] طرف بھی کھچاؤ تھا جو میرے خیال میں اب بھی پوری طرح سے ختم نہیں ہوا ہے.....؟"

شونا گون نے کہا: "اگر ایسا ہے تو پھر، اگرچہ یہ جگہ بہت خراب ہے، میرے خیال میں اسے اس وقت تک وہاں نہیں لے جانا چاہیئے جب تک کہ وہ خود وہاں جانے کے قابل نہ ہو جائے۔"

کئی دن سے لڑکی زبردست غم والم میں گرفتار رہی تھی اور چونکہ اس نے ذرہ برابر بھی کچھ نہیں کھایا تھا اس لیے بہت کمزور ہو گئی تھی پھر بھی وہ خوبصورت معلوم ہوتی تھی اس نے لڑکی کی طرف شفقت آمیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا: "اب تمہیں رونا دھونا ختم کرنا چاہیئے۔ جب لوگ مر جاتے ہیں تو کسی کا کوئی بس نہیں چلتا ہمیں اس کو جرأت سے برداشت ہی کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اب تو سب ٹھیک ہو گیا ہے، میں خود آ گیا ہوں .....؟" دیر ہو رہی تھی اور وہ زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتا تھا جب وہ جانے لگا تو اس نے دیکھا کہ لڑکی کو اس خیال سے کچھ تسکین نہیں ہوئی کہ وہ اس کی زیر نگرانی رہے گی بلکہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ شہزادے کی آنکھوں سے بھی چند قطرے آنسوؤں کے نکلے اور اس نے اس کو تسلی دینے کی پوری کوشش کی: "اس قدر غم نہ کرو میں آج یا کل کسی کو بھیجوں گا کہ وہ تم کو لائے اور پھر تم میرے ساتھ رہنے لگو گی۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا لڑکی اب بھی رو رہی تھی اور اس کے بہلانے کی کوئی صورت اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ اپنے مستقبل کے متعلق سوچ کر ہرگز اس قدر پریشان نہیں تھی کیونکہ ابھی

---

[1] بیوی کی طرف اشارہ ہے۔

اس نے ایسے مسائل کے متعلق سوچنا شروع ہی نہیں کیا تھا بلکہ وہ صرف یہ سوچتی تھی کہ جس کے ساتھ وہ دن رات سالہا سال رہی وہ اس سے جدا ہو گی۔ ابھی وہ بچہ تو تھی ہی، اس پر ظلم کا ایسا پہاڑ ٹوٹا کہ وہ جو کھیل کھیلا کرتی تھی وہ بھی چھوٹ گئے۔ دن میں تو وہ کسی کسی وقت بحال بھی ہو جاتی تھی لیکن جب رات آتی تو وہ اس قدر افسردہ ہو جاتی کہ شوناگون سوچتی یہ حالات کب تک اسی طرح رہیں گے اور اس سے پریشان ہو کر کہ وہ اسے تسکین نہیں دے سکتی خود بھی رونے لگتی تھی۔

اچانک کورے متسو یہ پیام لے کر آیا کہ گنجی آنے والا تھا۔ لیکن شاہی محل سے ایک ایسا کام آ گیا کہ وہ مجبور ہو گیا۔ لڑکی کی افسوس ناک حالت سے وہ اس قدر پریشان ہے کہ اس نے حال پوچھنے کے لئے بھیجا ہے۔ یہ پیغام پہونچا کر کورے متسو گنجی کے چند ملازموں کو اندر لایا جو اس لئے بھیجے گئے تھے کہ وہ رات میں گھر کی حفاظت کریں۔ شوناگون نے کہا: "ایسی مہربانی بالکل نامناسب معلوم ہوتی ہے۔ شہزادہ گنجی کو تو یہ بات کچھ زیادہ اہم نہیں معلوم ہو گی کہ اس کے آدمی یہاں پہرہ دیں، لیکن اگر لڑکی کے باپ نے یہ سُنا تو وہ سارا الزام ہم خادماؤں ہی پر لگائے گا کہ ہم نے لڑکی کو ایک شادی شدہ شخص کے حوالہ کر دیا۔ ہم سے یہی کہا جائے گا کہ سب کچھ تمہیں لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے۔" پھر اس نے مڑ کر اپنی ساتھی خادماؤں سے کہا: "دیکھو خبردار لڑکی ان پہرے داروں کے آنے کا ذکر اپنے باپ سے نہ کرنے پائے۔" لیکن افسوس یہ کہ لڑکی اس ممانعت کو سمجھنے سے قاصر تھی اور شوناگون کورے متسو سے بہت کچھ فریاد کرنے کے بعد بول اٹھی: "مجھے اس میں شک نہیں کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ کسی نہ کسی طرح اس کی بیوی ضرور بن جائے گی کیونکہ ان کی تقدیر میں یہی لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن نہ صرف اس وقت بلکہ بہت دنوں

تک اس قسم کی کوئی بات نہیں ہو سکتی جیسا کہ گول گول لفظوں میں اس نے مجھ سے کہا ہے اور اسے وہ بھی سمجھتا ہے اور ہم سب بھی۔ پھر میں اس کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہوں کہ وہ چاہتا کیا ہے! ابھی آج ہی جب شہزادہ ہیو بکیو آیا تھا اس نے مجھ سے تاکید کی کہ میں اس پر نگاہ رکھوں اور کسی قسم کی بے احتیاطی نہ ہونے دوں میں اس کا اعتراف کرتی ہوں کہ جس وقت اس نے یہ کہا مجھے تمہارے آقا کی بے اعتدالیاں یاد آگئیں، جن پر زیادہ غور کئے بغیر میں نے اجازت دے دی تھی۔" کہنے کو تو اس نے یہ باتیں کہیں لیکن فوراً ہی اسے یہ خوف ہوا کہ کورے متسو اس کے لفظوں کو کہیں اس طرح بدل کر نہ بیان کرے جو اس کا مقصد نہیں ہے اور وہ مغموم طور سے سر ہلا کر خاموش ہو گئی۔ اس کا یہ خیال کچھ زیادہ غلط بھی نہ تھا، کیونکہ کورے متسو یہ سوچنے لگا تھا کہ آخر گنجی نے کس قسم کی بے اعتدالیاں کیں۔

کورے متسو کی باتیں سن کر گنجی کا دل اس لڑکی کے لئے بھر آیا اور اس کا جی چاہا کہ وہ ابھی وہاں پہونچ جائے۔ لیکن اسے یہ اندیشہ ہوا کہ جاہل لوگوں میں اس طرح جلد جلد جانے سے غلط فہمی پیدا ہو گی اور لڑکی کی عمر جتنی ہے اس سے زیادہ سمجھ کر احمقانہ اتہام لگاتے پھریں گے۔ سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ اس کو اپنے محل میں لاکر رکھے۔ دن بھر اس نے مختلف خط بھیجے اور سر شام ہی کورے متسو پھر اس مکان میں گیا اور کہنے لگا کہ بہت ضروری کاموں کی وجہ سے گنجی پھر نہیں آسکا اور اس غفلت کے لئے اس نے معافی مانگی ہے۔ شوناگون نے مختصراً جواب دیا کہ لڑکی کے باپ نے اچانک طے کیا ہے کہ وہ کل ہی اسے آکر لے جائے گا اس لئے وہ سب بہت مصروف ہیں اور استقبال کرنے سے معذور۔ نوکر چاکر سب اس پرانے ویران گھر کو چھوڑتے ہوئے متاثر ہیں کیونکہ اس میں وہ برسوں رہے ہیں اور اب ایک نئے اور بڑے مکان میں جا رہے ہیں۔۔۔! اس نے اس کے دوسرے سوالوں کا جواب بھی اس قدر مختصر دیا اور سینے

مانگنے میں مصروف رہی کہ کورے متسو کو واپس ہی جانا پڑا۔

گنجی اپنی سسرال یعنی بڑے محل میں تھا لیکن حسب معمول آاوای نے اس سے کوئی بات نہیں کہی تھی اور وہ ایک اداسی کے عالم میں اپنے بربط کے تاروں پر انگلیاں مار مار کر گا رہا تھا: "اس بارش کی رات میں تم پہاڑوں اور کھیتوں میں اس تیز رفتاری سے کیوں چلیں[1]؟"

گیت کے الفاظ کا اشارہ آاوای کی طرف تھا اور وہ اسے بڑے جوش سے گا رہا تھا۔ وہ اس میں مشغول تھا کہ کورے متسو وہاں آ گیا۔ گنجی نے اسے فوراً طلب کر کے وہاں کا حال پوچھا۔ اس نے جو کچھ سنایا وہ بہت تشویشناک تھا۔ جب ایک بار وہ اپنے باپ کے محل میں پہنچ جائے گی تو یہ عجیب معلوم ہوگا کہ چاہے وہ خوشی ہی سے ملے لیکن گنجی اسے اپنے یہاں لائے۔ لازمی طور سے یہ خبر مشہور ہو جائے گی کہ اس نے ایک چور کی طرح یا بچوں کو پکڑ لے جانے والوں کی طرح اسے غائب کر دیا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہوگا کہ وہ اپنے حریف سے پہلے وہاں پہنچ جائے اور وہاں کی خادماؤں سے رازداری کا عہد لے کر اسے فوراً اپنے محل میں اٹھا لائے۔ اس لیے کورے متسو سے کہا: "میں صبح ہونے کے قریب ہی وہاں جاؤں گا، اس گاڑی کو تیار کرا دو جس میں میں یہاں آیا تھا، وہ ٹھیک رہے گی، اور اس کا بھی انتظام رکھو کہ دو تین نوکر میرے ساتھ چلنے کو تیار رہیں۔" کورے متسو نے سر جھکایا اور چلا گیا۔

گنجی اسے جانتا تھا کہ وہ چاہے جو راستہ بھی اختیار کرے، جیسے ہی بات پھوٹے گی بدنامی کے فتنے شروع ہو جائیں گے۔ یہ افواہیں یقیناً پھیل جائیں گی کہ اگرچہ وہ ابھی بچہ ہے لیکن یہ جاننے کے قابل ہو گئی ہے کہ وہ شہزادہ گنجی کے

---

[1] گیت ایک لڑکی کا اپنے مشکوک عاشق سے تخاطب ہے۔ گنجی نے اس کا مفہوم [illegible]

محل میں رہنے کے لئے کیوں لائی گئی ہے۔ لوگوں کو اپنے نتیجے آپ نکالنے دو، اس کی کوئی فکر نہیں۔ اس سے بُرے نتائج ممکن ہیں۔ اگر ہیو بوکیو کو معلوم ہو گیا کہ وہ کہاں ہے تو؟ کسی دوسرے شخص کی لڑکی کو اس طرح اغوا کرنا حد سے زیادہ اس کی بدنامی کا سبب ہوگا۔ وہ بڑی الجھن میں تھا لیکن یہ جانتا تھا کہ اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو بعد میں اسے بری طرح پچھتانا پڑے گا اور صبح ہونے سے بہت پہلے ہی وہ چل کھڑا ہوا۔

آاوای ہمیشہ کی طرح سرد مہر اور بیزار سی تھی۔ گنجی نے کہا: "مجھے ابھی ایک بہت ہی ضروری بات یاد آئی جسے مجھے گھر ہو کر کرنا ہے۔ میں زیادہ دیر تک کے لئے نہیں جا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ اس طرح خاموشی سے نکل گیا کہ نوکروں نے بھی نہیں جانا کہ وہ کب گیا۔ اس کا لبادہ اس کے کمرے میں سے لاکر دیا گیا اور وہ صرف کورے متسو کو جو گھوڑے پر سوار تھا ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ بہت دیر تک کھٹکھٹانے کے بعد انھیں پھاٹک کے کھلوانے میں کامیابی ہوئی، یہ پھاٹک ایک ایسے نوکر نے کھولا جو اس راز میں شریک نہیں تھا۔ کورے متسو نے اس آدمی سے کہا کہ وہ گاڑی کو جتنی خاموشی سے بھی ممکن ہو اندر کھینچ لائے اور خود سامنے کے دروازے پر گیا، اس نے دروازہ کھڑکھڑایا اور کھانسا تاکہ شونا گون سمجھ لے کوئی آیا ہے۔ وہ دروازے پر آئی تو اس نے کہا: "میرے آقا انتظار کر رہے ہیں۔" شونا گون نے کہا: "لیکن لڑکی ابھی بے خبر سو رہی ہے۔ شہزادے کے اس وقت آنے کا کیا مطلب ہے؟" اس نے یہ سوچ کر یہ بات کہی کہ وہ اپنی رات کی کسی سیر گشتی سے واپس آتے ہوئے ادھر آ گیا ہوگا۔ گنجی نے قریب آتے ہوئے کہا: میں نے سنا ہے کہ لڑکی اب اپنے باپ کے گھر چلی جائے گی لیکن قبل اس کے کہ وہ جائے مجھے اس سے ایک اہم بات کہنی ہے۔" شونا گون نے طنزاً کہا: "آپ کو جو کچھ اس سے کہنا ہے مجھے یقین ہے کہ

کہ وہ اس معاملہ میں پوری توجہ دے گی!" ایک دس برس کی لڑکی سے اہم باتیں!..
گنجی نانتی نے میں داخل ہوگیا۔ شونا گون ڈر کر چیخی: "آپ وہاں نہیں جا سکتے کئی
بڑی سی عورتیں بغیر کپڑے پہنے ہوئے سو رہی ہیں.....!" گنجی نے کہا: "وہ سب
بے خبر سو رہی ہیں، تم خود دیکھ لو میں صرف بچی کو جگا رہا ہوں!" اور بچی پر جھک کر
کر اس نے کہا: "صبح کا کہرا شروع ہو گیا ہے اور یہ اٹھنے کا وقت ہے!" اور قبل
اس کے کہ شونا گون کچھ کہے اس نے لڑکی کو اپنے بازو میں لے لیا اور نرمی سے اسے
جگانے لگا۔ نیم خوابی کے عالم میں اس نے سمجھا کہ اس کا باپ اسے لینے کے لئے
آیا ہے۔ اس کے بال سلجھاتے ہوئے گنجی نے کہا: "آؤ، تمہارے باپ نے مجھے
بھیجا ہے کہ تمہیں ان کے محل تک پہونچا دوں!" یہ دیکھ کر کہ اس کا باپ نہیں ہے
وہ ایک لمحہ کے لئے سکتے میں ہو گئی اور خوفزدہ ہو کر جھجکی۔ گنجی نے کہا: "اس کا
خیال نہ کرو کہ تمہارا باپ ہے یا میں ہوں، ایک ہی بات ہے" یہ کہتے ہوئے
اس نے اس کو گود میں اٹھا لیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ کورے متسو اور شونا گون
دونوں ایک ساتھ حیرت سے چیخ اٹھے "ارے یہ کیا؟" "اب وہ کیا کرنے والا ہے؟"
گنجی نے کہا: "مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ چونکہ میں
یہاں اس سے زیادہ نہیں مل سکتا، اس لئے میں اس کا انتظام کروں گا کہ کسی
مناسب تر جگہ اسے پہونچاؤں، اس پر تم پریشان ہو گئیں۔ میں نے سنا ہے کہ اب
تم اس کو ایسی جگہ بھیج رہی ہو جہاں میرا اس سے ملنا اور بھی مشکل ہو جائے گا
اس لئے تم میں سے کوئی ایک میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جائے۔"

شونا گون جس نے اب محسوس کر لیا تھا کہ وہ لڑکی کو لے کر چل دینا چاہتا
ہے، ڈر کر ایک خاص قسم کی گھبراہٹ میں مبتلا ہو گئی اور کہنے لگی "حضور آپ نے
بہت خراب وقت اس کے لئے منتخب کیا ہے۔ آج اس کا باپ اسے لینے کے لئے

آرام سے، میں اس سے کیا کہوں گی؟ اگر آپ کچھ ٹھہر جائیں تو مجھے یقین ہے کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس طرح جلدی کرنے میں آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا لیکن بیچارے نوکر مصیبت میں پھنس جائیں گے۔" گنجی نے کہا: "اگر ایسا ہی ہے تو جس قدر تم جلد ہو سکے یہ لوگ بھی میرے پیچھے آئیں۔" شوناگون کو اسی مایوسی کے عالم میں چھوڑ کر اس نے گاڑی اندر منگوائی۔ بچی ایک طرف حیرت زدہ کھڑی رو رہی تھی۔ اس کو اپنا ارادہ مکمل کرنے سے روکنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی اس لئے اس نے آیا نے لڑکی کے وہ کپڑے جو وہ رات کو سی رہی تھی سمیٹ لئے اور اپنا سب سے اچھا لباس پہن کر گاڑی میں سوار ہو گئی۔ گنجی کا گھر وہاں سے کچھ ایسا دور نہیں تھا اور وہ صبح ہونے سے پہلے ہی وہاں پہونچ گئے۔ وہ مکان کے مغربی حصے کے سامنے ٹھہر گئے اور گنجی اتر پڑا۔ بچی کو آہستہ سے گود میں اٹھا کر اس نے زمین پر کھڑا کر دیا۔ شوناگون جیسے یہ ساری باتیں ایک خواب کی طرح معلوم ہو رہی تھیں اب بھی تذبذب میں تھی کہ وہ اس گھر میں داخل ہو یا نہ ہو۔ گنجی نے کہا: "اگر تمہارا جی نہیں چاہتا تو تمہارے اندر آنے کی ضرورت بھی نہیں۔ جب لڑکی خیریت سے یہاں پہونچ گئی ہے تو مجھے اطمینان ہے۔ اگر تم واپس جانا چاہتی ہو تو کہو میں تمہیں وہاں واپس پہونچا دوں گا۔"

وہ جھجکتے ہوئے گاڑی سے اتری جس سرعت سے یہ سب کچھ ہوا تھا وہ اس کو پریشان کر دینے کے لئے کافی تھا۔ وہ اس الجھن میں بھی تھی کہ جب شہزادہ ہیوبوکیو کو معلوم ہوگا کہ اس کی لڑکی غائب ہو گئی ہے تو وہ کیا سوچے گا۔ درحقیقت اس لڑکی کا کیا حشر ہوگا؟ کسی نہ کسی بہانے اس کی ماں اور نانی اسے چھوڑتی جا رہی تھی جب مسلسل روتے روتے وہ خوفزدہ سی ہو گئی تو اس نے اپنے آنسو خشک کئے اور دعا کرنے لگی۔

مکان کا مغربی حصہ بہت دنوں سے غیر آباد تھا اس لئے وہ مکمل طور پر آراستہ بھی نہ تھا لیکن کورے متسو نے تھوڑی ہی دیر میں جہاں جہاں ضرورت تھی وہاں اوٹ اور پردے لگا دیئے۔ گنجی کے لئے بھی شاہی پردے گرا کر قیام کا عارضی انتظام کرا دیا گیا۔ ایارات کا سامان اس نے مکان کے دوسرے حصے سے منگوا لیا اور سونے چلا گیا۔ لڑکی جس کا بستر کچھ زیادہ دور نہیں رکھا گیا تھا اب تک الجھن میں تھی اور اپنے اس نئے ماحول میں گھبرا رہی تھی اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے لیکن وہ چیخنے چلانے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتی تھی۔ آخرکار اس نے روتے ہوئے بچکانی آواز میں کہا: "میں شونا گون کے پاس سونا چاہتی ہوں۔" گنجی نے یہ بات سن لی تھی، بولا: "اب تم بڑی ہو گئی ہو اور آیا کے پاس سونا مناسب نہیں۔" جہاں تم آرام سے لیٹی ہو وہیں سونے کی کوشش کرو۔"

اسے تنہائی کا شدید احساس ہوا اور بڑی دیر تک بڑی روتی رہی۔ آیا اس قدر پریشان تھی کہ وہ بستر پر جانے کا خیال ہی نہیں کر رہی تھی اور باقی رات اس نے عالم غردش میں رو رو کر اس طرح گذار دی کہ اسے گرد و پیش کا ہوش ہی نہ رہا۔

جب ذرا سویرا ہوا تو اس نے ادھر اُدھر نظر ڈالی۔ عمارت حیرت خیز ستونوں اور نقش و نگار کے اس محل نے بلکہ صحن میں بچھی ہوئی اس بجری نے جو جواہرات کے فرش کی طرح معلوم ہوتی تھی، اسے ایسا متاثر کیا کہ پہلے تو وہ کچھ ڈر سی گئی لیکن اس خیال نے اس کے دل میں محفوظ ہونے کا کچھ ایسا احساس پیدا کیا کہ وہ ایک ایسے مکان میں نہیں ہے جس میں صرف عورتیں ہی عورتیں ہیں۔

یہ وقت ایسا تھا کہ طرح طرح کے اجنبی ضرورت سے اس مکان میں آتے رہے۔ کئی آدمی اس کی کھڑکی کے قریب سے گذرے جنہیں، اس نے آہستہ آہستہ

یہ باتیں کرتے سنا: "لوگ کہتے ہیں کہ یہاں رہنے کے لئے کوئی نئی عورت آئی ہے، بھلا یہ کون ہے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ ضرور کوئی اہم خاتون ہوگی!"

مکان کے دوسرے حصے سے غسل کے لئے پانی لایا گیا پھر ناشتہ کے لئے اُبلا ہوا چاول۔ گنجی صبح ہونے کے بہت دیر بعد اٹھا۔ اس نے شونا گون سے کہا: "لڑکی کے لئے تمہارا رہنا مناسب نہیں ہے اس لئے گذشتہ رات میں نے تمہارے جانے سے پہلے کچھ لڑکیوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ آکر یہیں رہیں۔" یہ کہہ کر اس نے ایک نوکر کو بھیجا کہ وہ جاکر مکان کے مشرقی حصے سے ان لڑکیوں کو لائے اس نے خاص طور سے یہ حکم دیا تھا کہ وہ چھوٹی سے چھوٹی ہوں۔ چنانچہ چار چھوٹی چھوٹی خوبصورت لڑکیاں وہاں آموجود ہوئیں۔

مورا ساکی گنجی کے لبادے میں لپٹی ہوئی اب بھی سو رہی تھی۔ بڑی مشکل سے اسے جگایا اور کہا: "اب تمہیں مغموم نہیں رہنا چاہیئے دیکھو اگر مجھے تم سے اتنا پیار نہ ہوتا تو میں تمہاری اتنی فکر کیوں کرتا؟ چھوٹی لڑکیوں کو چاہیئے کہ وہ نیک ہوں اور کہنا مانیں۔" اس طرح اس کی تعلیم شروع ہوگئی۔

اب جو اس نے ذرا اطمینان سے اسے دیکھا تو وہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت معلوم ہوئی جتنی وہ سمجھتا تھا اور وہ بہت جلد آپس میں محبت آمیز باتیں کرنے لگے اس نے اسے دکھانے کے لئے اچھی اچھی تصویریں اور اچھے اچھے کھلونے منگوا لئے اور اسے خوش کرنے کی ہر وہ تدبیر کی جو وہ کر سکتا تھا۔ آہستہ آہستہ اس نے اسے اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ صبح سویرے اٹھ بیٹھے اور اپنے کو ٹھیک کرلے۔ اپنے معمولی بوسیدہ لباس میں جو گہرے بھورے کپڑے کا تھا وہ اپنے غم بھول کر کھیلتی اور ہنستی ہوئی اتنی حسین معلوم ہوتی تھی کہ گنجی بھی اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ گنجی مشرقی حصہ میں چلا گیا تو وہ باہر نکل کر باغیچے کی سیر کرنے

لگی۔ جب وہ درختوں کے درمیان اور جھیل کے کنارے پر چلی اور اس نے اوس
میں ڈھکے ہوئے پھولوں کو خوش ہو کر دیکھا اور اسے رنگ برنگ کپڑے پہنے
ہوئے اجنبی مرد ان میں آتے جاتے نظر آئے تو اسے خیال ہوا کہ یہ جگہ واقعی بڑی اچھی
ہے۔ پھر اس نے شیشوں اور پردوں پر عجیب و غریب تصویریں بنی ہوئی دیکھیں تو
اس کا دل ان پر آ گیا۔

گنجی دو تین دن تک محل نہیں گیا بلکہ اپنا سارا وقت لڑکی کو خوش کرنے میں
صرف کرتا رہا۔ اس نے بہت سی تصویریں بھی خود بنائیں اور ایک ایک کر کے اسے
دکھائیں تاکہ لڑکی انھیں اپنے البم میں لگائے۔ اس نے آج تک جتنی تصویریں دیکھی
تھیں ان میں سب سے اچھی یہ معلوم ہوئیں۔ پھر اس نے موساشی نو نامی نظم کا
ایک حصہ اس کے لئے لکھ ڈالا۔ اسے زرد زمین کے کاغذ پر سیاہ روشنائی سے لکھے
ہوئے یہ موٹے موٹے حروف بہت اچھے معلوم ہوئے۔ ذرا چھوٹے حرفوں میں یہ
نظم بھی اس نے لکھی: "اگرچہ میں اصل[١٤] جڑ کو نہیں دیکھ سکتا ہوں پھر بھی اس کی کونپل[١٥]
سے یعنی موساشی دلدل میں اگنے والے گیلے پودے سے پیار کرتا ہوں۔" ابھی وہ اس
سے لطف لے رہی تھی کہ گنجی نے کہا: "اِدھر دیکھو! اب تمہیں بھی کچھ لکھنا چاہیے۔" اس
نے ایک بے پروا ساحرانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "میں ابھی ٹھیک
سے نہیں لکھ سکتی۔" اور گنجی ہنس پڑا۔ "خیر تم ابھی ٹھیک سے نہیں لکھ سکتی ہو تو کیا

---

[١٤] اگرچہ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے لیکن جب لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ موساشی
کی دلدل ہے تو میرے ذہن میں فوراً خیال آیا کہ چونکہ یہاں کی ساری گھاس زرد (موراساکی) ہے اس
لئے یہ اور کون سی جگہ ہو سکتی ہے۔ [١٥] فوجیت سوبو۔ فوجی پھول بھی زرد (موراساکی) ہوتا ہے۔ [١٦] موراساکی
جو فوجیت سوبو کی بچی بھی تھی موساشی اسی زرد رنگ کے لیے مشہور تھا جو وہاں کی گھاس کی جڑوں سے
حاصل کیا جاتا تھا۔

یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم تمہیں بالکل اسی طرح رہنے دیں۔ میں تمہیں آج ایک سبق دیتا ہوں۔" اس کی طرف دزدیدہ نگاہوں سے دیکھ کر اس نے لکھنا شروع کیا۔ جس بچپن کے انداز میں وہ قلم ہاتھ میں لیتی تھی اس سے اس کو ایسی خوشی ہوتی تھی جس کو وہ بیان نہیں کر سکتا تھا۔ یک بیک اس نے چیخ کر کہا:
اوہ میں نے اسے خراب کر دیا" اور جو کچھ لکھا تھا اسے شرما کر چھپا لیا۔ لیکن اس نے اسے مجبور کیا کہ جو کچھ لکھا ہے دکھائے۔ دیکھا تو یہ ایک نظم تھی:

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے ذہن میں موسا شی کا خیال کیوں آیا۔ اس سے میں بڑی الجھن میں ہوں۔ آپ نے کس پودے کے لئے کہا کہ وہ میرا رشتہ دار ہے؟" یہ شعر بچکانے بڑے بڑے حرفوں میں لکھا گیا تھا اور ابھی اس میں واقعی بہت نقص تھا گو آئندہ ترقی کے امکانات بھی نظر آتے تھے اس کی تحریر اور مرحومہ راہبہ کی تحریر میں بڑی مشابہت تھی۔ اسے یقین سا ہو گیا کہ اگر اسے اچھے نمونے دیئے جائیں تو وہ جلد ہی بہت اچھا لکھ لے گی۔

اس کے بعد انھوں نے گڑیوں کے گھر بنائے اور ایک ساتھ اتنی دیر تک کھیلتے رہے کہ گنجی کچھ دیر کے لئے اپنی وہ پریشانی بھول گیا جو اس وقت اس کے ذہن پر چھائی ہوئی تھی۔

جب کنیزیں وہ بیہودہ کیہ مورا سا کی کو لینے اس کے گھر پہنچیں تو جو خادمائیں وہاں رہ گئی تھیں وہ بے انتہا پریشان ہوئیں۔ گنجی نے ان سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ کم سے کم ایک خاص مدت تک اس کے متعلق کسی کو کچھ نہ بتائیں گی۔ شوناگون بھی اس سے متفق تھی کہ یہی بہترین صورت ہے۔ اس لئے وہ ان سے ان کے سوا اور کچھ نہ معلوم کر سکا کہ شوناگون بغیر یہ بتائے ہوئے کہ وہ کہاں جا رہی ہے لڑکی کو اپنے ساتھ لے گئی۔ شہزادہ بڑے چکر میں پھنس گیا شاید اس کی نانی نے

آیا کہ ذہن میں یہ بات بٹھادی ہو کہ لڑکی کے لئے اپنے باپ کے محل میں جانا
مناسب نہیں ہوگا۔ اس لئے کھلم کھلا یہ کہنے کے بجائے کہ لڑکی کے ساتھ اچھا
برتاؤ نہیں ہوگا، شوناگون نے اپنی ہوشمندی سے اسے بہتر سمجھا ہو کہ جب اس
کا موقع آئے تو وہ اسے لے کر کہیں چل دے، وہ بڑی مایوسی کے ساتھ گھر
واپس گیا اور دادا دادی سے یہ کہہ گیا کہ جیسے ہی اس کی کوئی خبر معلوم ہو وہ فوراً
اسے مطلع کریں۔ اس سے وہ بیچاری اور گھبرائیں۔ اس نے پہاڑ والے سنیاسی کے
یہاں بھی دریافت کرایا لیکن وہاں سے بھی کچھ نہ معلوم ہو سکا۔ اسے وہ لڑکی
بہت محبوب اور دلچسپ معلوم ہوئی تھی اسے اس طرح کھو دینا اسے بہت
مایوس کن معلوم ہوا۔ ہیوبوکیو کی بیوی نے بہت دنوں سے لڑکی کی ماں سے
نفرت کرنا چھوڑ دیا تھا اور اس بات پر ناراض تھی کہ بچی کی مناسب دیکھ بھال
کے لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جا رہا ہے۔

دھیرے دھیرے مُراساکی کے گھر کے تمام نوکر چاکر اس مکان میں پہونچ
گئے۔ چھوٹی لڑکیاں جو اس کے ساتھ کھیلنے کے لئے لائی گئی تھیں، نئی بچی سے
بہت خوش تھیں اور بہت جلد وہ ایک دوسرے کے ساتھ خوش خوش کھیلنے
لگیں۔

جب شہزادہ کہیں باہر ہوتا یا کسی کام میں مشغول رہتا تو اکثر آہستہ
گزرنے والی شام کو وہ اپنی راہبہ نانی کو یاد کر کے رو دیتی تھی۔ لیکن اسے اپنے
باپ کا خیال کبھی نہیں آتا تھا جسے اس نے صرف کبھی کبھی دیکھا تھا۔ اب اسے
ایک "نیا باپ" مل گیا تھا جس سے اس کی محبت بڑھتی جا رہی تھی؛ جب وہ

؎ فوجت سوبو کا ملاحظہ ہونا۔

کہیں سے آتا تو سب سے پہلے وہی اس سے ملتی تھی اور پھر دلچسپ کھیل اور بات چیت شروع ہو جاتی، وہ بغیر کسی تذبذب یا شرم کے اس کی گود میں بیٹھی رہتی۔ اس سے بہتر ساتھی کا خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ جب وہ بڑی ہو جائے تو وہ اس قدر قابل اعتبار نہ رہے، اس کے کردار کے نئے پہلو سامنے آجائیں. ممکن ہے اگر اسے کبھی یہ شک ہو کہ وہ کسی اور سے زیادہ دلچسپی لیتا ہے تو وہ خفا ہو جائے. ایسی حالت میں ہر طرح کی خلاف توقع باتیں وجود میں آجاتی ہیں لیکن موجودہ حالت میں تو وہ ایک دلچسپ کھلونا تھی۔ اگر واقعی وہ اس کی لڑکی ہوتی تو رسم و رواج اس کی اجازت نہ دیتے کہ وہ اس بے تکلفی کے ساتھ اتنے دنوں تک اس کے ساتھ وقت گذارے لیکن وہ سوچتا تھا کہ جو صورت حال ہے اس میں اس قسم کی احتیاط ضروری نہیں ہے.

چھٹا باب

زعفران کا پھول

چاہے وہ جتنی بھی کوشش کرے، یوگا ڈ کی اچانک موت[1] سے جو غم اس پر چھا گیا تھا اسے دور نہ کر سکا اور اگرچہ کئی مہینے گذر چکے تھے لیکن نیجی اس کے لئے اب بھی پہلے ہی کی طرح بے قرار تھا۔ وہ مری جگہوں پر جہاں وہ محبت کی تلاش میں گیا تھا، سرد مہری اور غرور کے سوا اور کچھ نہیں ملا۔ وہ ایک بار پھر اس بات کا خواہشمند تھا کہ ان نفس پرست اور سخت گیر طبائع سے چھٹکارا حاصل کر کے وہ محبت کی اسی ٹھنڈی چھاؤں میں بسر کرے جس نے کچھ دنوں کے لئے اسے بڑا سکون بخشا تھا۔ لیکن افسوس کہ اب کوئی دوسری یوگا ڈ اسے نہیں مل سکتی تھی۔ تلخ تجربات کے بعد وہ اب بھی یہی سمجھتا تھا کہ کسی نہ کسی دن اسے کم معمولی خاندان کی ایک حسین لڑکی مل جائے گی جس سے وہ کھلے بندوں مل سکے گا۔ اس لئے وہ ہر ایسی گفتگو کو بڑے غور سے سنتا تھا جو امید کی اس راہ

---

[1] اس باب کے واقعات تاریخی اعتبار سے پچھلے باب کے ساتھ چلتے ہیں۔

کا پتہ نہ دیتی تھی اگر صورت حال امید افزا معلوم ہوتی تھی تو وہ تھوڑی بہت پوچھ گچھ کے بعد ایک محتاط قسم کا خط لکھتا تھا اور اسے اپنے تجربے سے یہ معلوم تھا کہ ایسے خط شاذ و نادر ہی بالکل ہمت شکن جواب لاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بھی جو اپنے رنہ کھلے سخت جواب سے یہ ظاہر کرنا چاہتی تھیں کہ وہ عصمت و عفت کو جذبات سے بہت بلند سمجھتی ہیں اور جو ابتدا میں شریفانہ طور طریقوں سے تقریباً ناآشنا معلوم ہوتی تھیں، وہ بھی اچانک ہیجان انگیز بے تکلفی کا شکار ہو جاتی تھیں، اور اس کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا تھا جب تک کہ کسی عام قسم کے شوہر کے ساتھ ان کی شادی اس خط کتابت کا خاتمہ نہیں کر دیتی تھی۔

ایسے فرصت کے لمحے بھی آتے تھے جب وہ دکھ کے ساتھ اتسوسیمی کو یاد کرتا تھا اور اس کی سہیلی کا بھی خیال آتا تھا، کوئی نہ کوئی ایسا وقت ضرور آئے گا جب وہ اس کے پاس اچانک کوئی پیام بھیجے گا۔ کاش اسے وہ پھر دیکھ سکتا جیسے کہ اس نے اس رات کو لیمپ کی دھیمی روشنی میں شطرنج کا کھیل کھیلتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ اس کی فطرت کے خلاف تھا کہ جس کسی کو اس نے ایک بار بھی محبت سے دیکھا ہے اُسے بھول جائے۔

اس کی پرانی یادوں میں ایک کا نام سائے مون تھا۔ کورے متسو کی ماں کے بعد وہ سب سے زیادہ اسی سے مانوس تھا۔ اس کی ایک لڑکی تائفو نومیوبو بھی تھی جو محل میں نوکر تھی۔ یہ لڑکی شاہی خاندان کے ایک فرد کی ناجائز اولاد تھی جو اس زمانے میں حکمۂ جنگ کا نائب وزیر تھا۔ وہ اچھی شکل و صورت کی جوان عورت تھی اور گنجی اکثر اس سے کام لیا کرتا تھا۔ گنجی کی آیا یعنی لڑکی کی ماں نے ایچی زن کے گورنر سے شادی کر لی تھی اور اس کے ساتھ چلی گئی تھی۔ اس لئے لڑکی جب محل میں نہیں رہتی تھی تو اپنے باپ کے پاس چلی جایا

کرتی تھی۔

ایک دن اس نے بات ہی بات میں گنجی سے شاہزادہ ہتاچی کی ایک لڑکی کا ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ یہ شہزادی اس وقت پیدا ہوئی تھی جب ہتاچی اچھا خاصہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ شہزادی کی پرورش میں بڑا اہتمام کیا گیا تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد سے وہ تنہا تھی اور بہت رنجیدہ رہا کرتی تھی۔ یہ سن کر گنجی کے دل میں ہمدردی کا جذبہ جاگ اٹھا اور اس نے میبو سے اس کے متعلق بہت سی باتیں پوچھیں۔ میبو نے جواب دیا: "درحقیقت میں اس کے کردار یا شکل و صورت کے متعلق زیادہ نہیں جانتی، وہ بہت الگ تھلگ رہتی ہے۔ میں نے کبھی کبھی شام کے وقت اس سے باتیں کی ہیں لیکن ہمیشہ درمیان میں ایک پردہ پڑا رہا ہے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ صرف اس کا بربط اس کا مستقل رفیق ہے جس پر اسے اعتماد ہے۔" گنجی نے کہا: "تین رفیقوں[1] میں سے ایک ہی اس کے لئے ناموزوں ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اسے سنوں۔ اس کا باپ اس ساز کا ماہر تھا اور یہ قرین قیاس نہیں ہے کہ اس نے اس کمال کا کچھ حصہ ورثہ میں نہ پایا ہو۔" میبو نے کہا: "مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کے سننے کے لائق ہے بھی یا نہیں۔" گنجی نے جواب دیا: "تم تو بڑی ہمت شکن باتیں کرتی ہو لیکن میں کسی رات کو جب پورا چاند بادلوں میں چھپ جائے گا، پوشیدہ رہ کر اسے ساز بجاتے ہوئے سنوں گا اور تم کو میرے ساتھ چلنا ہوگا۔" وہ اس سے کچھ خوش نہیں ہوتی لیکن اس زمانے میں جب موسم بہار کی گھما گھمی تھی محل کے اندر کچھ سکون سا ہو گیا تو اسے فرصت مل گئی اس لئے وہ اس کے ساتھ

---

[1] شراب، بربط اور گیت۔ پوچوئی کی ایک نظم کی طرف اشارہ۔

جانے پر رضامند ہو گئی- اس کے باپ کا گھر شہر سے کچھ دور تھا اور کبھی کبھی اپنی سہولت کے لئے شہزادہ ہتاچی کے محل ہی میں ٹھہر جاتا تھا- میبو کے تعلقات اپنی سوتیلی ماں سے اچھے نہ تھے اور تنہا شہزادی سے کچھ دلچسپی لینے کی وجہ سے اس نے ایک کمرہ وہاں بھی اپنے لئے ٹھیک کر لیا تھا-

پورے چاند کی بعد والی رات تھی اور چاندنی ایسی تھی جس کا ذکر گنجی نے کیا تھا کہ یہ لوگ ہتاچی کے محل میں پہونچے- میبو نے کہا: "میں سمجھتی ہوں یہ رات موسیقی سننے کے لئے کچھ زیادہ مناسب نہیں ہے- آوازیں کچھ زیادہ صاف نہیں آئیں گی-" لیکن وہ اس سے باز آنے والا نہیں تھا- اس نے کہا: "اس کے کمرے میں جاؤ اور اسے ایک آدھ دھنیں بجانے پر آمادہ کرو، بڑا افسوس ہوگا کہ اگر سنے بغیر مجھے واپس چلا جانا پڑا- میبو کو اس میں کچھ شرم محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اسے اپنے اس حقیر سے کمرے میں تنہا چھوڑ کر چلی جائے- اس نے دیکھا کہ شہزادی اپنی کھڑکی کے سامنے بیٹھی ہے، اس کے پردے ابھی کھینچے نہیں گئے ہیں- وہ بیٹھی ہوئی ایک پھولے ہوئے آلوچے کے درخت کی خوشبو سے لطف اٹھا رہی تھی جو قریب ہی کے باغ میں تھا- یہ وقت بالکل مناسب معلوم ہوتا تھا- اس نے کہا: شہزادی! میں نے سوچا کہ ایسی رات میں آپ کے بربط کی آواز کتنی حسین معلوم ہوگی اور جی نہ مانا کہ آپ کے پاس نہ آؤں- میں ہر وقت محل کی بھاگ دوڑ میں ایسی مصروف رہتی ہوں کہ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ میں نے آپ کو بربط بجاتے ہوئے سنا ہی نہیں، کیسی افسوسناک بات ہے!" اس نے جواب دیا: "ایسی موسیقی ان لوگوں کو کوئی لطف نہیں دے سکتی جنھوں نے اس کا مطالعہ نہیں کیا ہے وہ لوگ اس سے کیا خوش ہوں گے جو "سو میناروں والے شہر"[1]

---

[1] ظاہر ہے کہ یہ کہیں سے ماخوذ ہے اور اس سے شاہی محل مراد ہے-

میں سارے دن ادھر سے اُدھر مارے پھرتے ہیں!" اس نے اپنا بربط منگوایا لیکن اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس لڑکی پر اس کے گیت کا کیا اثر ہوگا؟ اس نے بے دلی سے کچھ دھنیں چھیڑیں، اس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ یقیناً وہ کوئی بڑی باکمال بربط نواز نہیں تھی۔ لیکن ساز بہت ہی اچھا تھا اور وہ جو کچھ بجا رہی تھی وہ سننے میں کسی طرح بھی ناخوشگوار نہیں تھا۔ ایسی پرورش اور پرداخت کے بعد (جو بلاشک پابندیوں اور رسموں سے بھری ہوئی تھی) جس کی اس کے باپ سے امید کی جا سکتی تھی، اس نیم ویران اور سنسان محل میں رہنے سے اس کے واسطے کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی زندگی پرانی یادوں اور دکھوں کا مجموعہ بن کر رہ جائے یہ بالکل ویسی ہی جگہ تھی جیسی کہ پرانے قصوں میں رومانی واقعات کے لئے تلاش کی جا سکتی تھی۔ اس کی قوت متخیلہ میں اُبال سا آیا اور اس نے سوچا کہ اس کے پاس ایک پیام بھیجے لیکن یہ اس کے لئے بہت ہی اچانک ہوتا، کسی وجہ سے وہ کچھ حجاب سا محسوس کر کے تذبذب میں پڑ گیا۔

ہوشیار میوبو نے جو یہ سمجھتی تھی کہ اگر گنجی نے اور زیادہ سنا تو بہت گہرا تاثر لے کر جائے گا شہزادی سے کہا: "بادل چھا رہے ہیں اور ایک شخص مجھ سے ملنے کے لئے آنے والا ہے، میں اس کو انتظار میں نہیں رکھ سکتی، اچھا پھر کسی وقت جب مجھے اتنی عجلت نہیں ہوگی۔۔۔ میں آپ کی کھڑکی بند کئے دیتی ہوں!" یہ کہہ کر وہ چلی آئی اور کچھ اور بجانے کے لئے اس کی ہمت افزائی نہیں کی۔ گنجی نے کہا: "اس نے اس قدر جلد ختم کر دیا کہ اس سے ساز بجانے کے لئے کہنا بھی فضول ہوا۔ اب تو یہ بھی نہیں معلوم ہوا تھا کہ اس کی دھن کدھر جا رہی ہے کیسے افسوس کی بات ہے!" اس میں اسے شک نہیں رہ گیا تھا کہ شہزادی خوبصورت ہے۔ اس نے میوبو سے کہا: "میں تمہارا بہت شکرگزار ہوں گا اگر تم کسی طرح اس کا

انتظام کرا دو کہ میں قریب سے بیٹھ کر اسے سن سکوں"۔ لیکن یہ سوچ کر کہ اس میں ناکامیابی ہوگی میو بو نے کہا کہ شہزادی راہبانہ انداز کی زندگی بسر کرتی ہے اور ہمیشہ بہت افسردہ اور غمگین معلوم ہوتی ہے مشکل ہی سے اس کو منظور کرے گی کہ کسی اجنبی کے سامنے ساز بجائے۔ گنجی نے کہا: "یہ ٹھیک ہے کہ اس طرح کی بات انھیں لوگوں کے درمیان ہو سکتی ہے جو ایک دوسرے سے بے تکلف ہوں یا بالکل متعلق درجہ کے ہوں۔ اس خاتون کا مرتبہ، جس سے میں اچھی طرح واقف ہوں، اس کو اس کا مستحق بناتا ہے کہ اس کا ہر طرح لحاظ کیا جائے، اس لئے میں اس سے زیادہ تم سے کچھ نہیں کہوں گا کہ اشارتاً میری یہ خواہش وہاں پہونچا دو"۔ اس نے اس رات کسی اور سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور بھیس بدل کر جانے ہی والا تھا کہ میو بو نے ہنستے ہوئے کہا: "یہ سوچ کر مجھے اکثر لطف آتا ہے کہ کبھی کبھی شہنشاہ کو اس بات سے تکلیف ہوتی ہے کہ وہ آپ کو بہت زیادہ گھریلو اور سخت زندگی گزارنے ہی کا موقع دیتے ہیں اگر وہ آپ کو اس طرح بھیس بدلتے دیکھ لیں تو کیا کہیں؟" گنجی ہنسا اور بولا: "میں سمجھتا ہوں کہ تم سے کم تم کو تو اس کا حق نہیں پہنچتا کہ تم میری عیب جوئی کرو۔ جو لوگ مردوں میں اس طرح کے عیب کو برا سمجھتے ہیں انھیں تو لڑکیوں میں اس بات کو اور بھی برا سمجھنا چاہیئے"۔ اسے یاد آیا کہ گنجی نے کئی دفعہ اسے اس کی بے احتیاط تفریحوں پر ٹوکا تھا، وہ شرما کر رہ گئی اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اس امید میں کہ شاید اب بھی بربط بجانے والی کی ایک جھلک دکھائی دے جائے، گنجی آہستگی سے کھڑکی کی طرف بڑھا وہ اس جگہ چھپنے ہی والا تھا جہاں بانس کی ٹٹی کسی قدر ٹوٹ گئی تھی کہ وہاں ایک شخص پہلے ہی سے بیٹھا ہوا نظر آیا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟ یقیناً یہ شہزادی کے عاشقوں میں سے کوئی ہوگا۔

یہ سوچ کر وہ چھپنے کے لئے پیچھے اندھیرے میں چلا آیا۔ اجنبی اس کے پیچھے پیچھے چلا اور یہ کوئی اور نہیں تو نوچہ جو تھا۔ اس شام کو دونوں محل سے ساتھ ہی نکلے تھے لیکن جب وہ جدا ہوئے تو (نوچہ جو نے دیکھا کہ) گنجی نہ تو بڑے محل کی طرف گیا اور نہ اپنے محل کی طرف۔ اس نے نوچہ جو کو متجسس بنا دیا اور اگرچہ اس نے بھی خفیہ طور سے کہیں اور پہنچنے کا وعدہ کیا تھا لیکن طے کیا کہ پہلے گنجی کے پیچھے چل کر دیکھے کہ معاملہ کیا ہے۔ اس طرح ایک عجیب سے گھوڑے پر سوار ہو کر اور شکاری لباس پہن کر اس نے اپنے کو ایسا بدمعاشوں کا سا بنا لیا کہ بغیر شناخت کئے وہ گنجی کا پیچھا کرتا رہا۔ نوچہ جو غور ہی کر رہا تھا کہ اس خلاف امید جگہ پر کیا کام ہو سکتا ہے کہ موسیقی کی آواز آئی اور اس نے خود کو اس خیال سے چھپا لیا کہ جب گنجی باہر آئے گا تو اچانک وہ اس کو پکڑ لے گا۔ لیکن گنجی اس خوف سے کہ پہچان نہ لیا جائے۔ اندھیرے میں پنجوں کے بل چلتا رہا۔ نوچہ جو اچانک اس سے مخاطب ہو گیا: "گو آپ نے بڑی کج خلقی سے مجھے نظر انداز کر دیا تھا لیکن میں نے سوچا کہ آپ پر نگاہ رکھنا میرا فرض ہے۔" یہ کہہ کر اس نے یہ شعر پڑھا:
"گو ہم ایک ساتھ پہاڑی محل سے رخصت ہوئے لیکن اے سولھویں کے چاند! تو نے مجھے اپنے غروب ہونے کا مقام نہیں بتایا۔" اس نے اس طرح گنجی کی تنبیہ کی۔ گنجی جو شروع ہی میں اس وجہ سے کسی قدر گھبرا گیا تھا کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ نوچہ جو کو پہچاننے کے بعد لطف اندوز ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے کہا: "میری طرف تمہاری یہ توجہ بالکل خلاف امید نکلی" اور جوابی شعر میں اس نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا: "وہ کہیں بھی چمکے لوگ اس کی روشنی پر متحیر ہوتے ہیں، اس سے پہلے کسے اس بات کا خیال آیا تھا کہ چاند کا اس پہاڑی تک پیچھا کرے جہاں وہ ڈوبتا ہے؟"

چوجو نے کہا: "یہ آپ کے لئے بہت غیر محفوظ ہے کہ آپ اس طرح ادھر اُدھر جائیں۔ میں یہ بات واقعی سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ آپ کو ہمیشہ اپنے ساتھ کوئی محافظ رکھنا چاہیئے۔ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے اپنے ساتھ رکھیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ خفیہ آمدورفت کسی دن آپ کو کسی مشکل میں نہ پھنسا دے۔" اس نے پھر بڑی سنجیدگی سے خطرے سے آگاہ کیا جس خیال نے گنجی کو سب سے زیادہ فکر مند کر دیا وہ یہ تھا کہ یہ چوجو کے تعاقب کرنے کا پہلا موقعہ نہ ہوگا لیکن اگر یہ اس کی عادت تھی تو پھر یقیناً اس نے بڑی ہوشیاری کی اس نے یوگاؤ کی بچی[1] کے متعلق کبھی کچھ دریافت نہیں کیا۔

اگرچہ انھیں الگ الگ جانا تھا لیکن وہ اس پر رضامند ہو گئے کہ اس وقت جدا نہیں ہوں گے۔ دونوں گنجی کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ چاند بادلوں کے پیچھے چھپ گیا تھا اور وہ اپنی بانسریاں بجاتے ہوئے تفریح کے انداز میں بڑے محل (یعنی گنجی کی سسرال اور تو نوچوجو کے گھر) پہنچے۔ انھوں نے مشعل برداروں کو نہیں بلوایا کہ وہ پھاٹک پر انھیں راستہ دکھائیں، بلکہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اس برآمدے میں پہنچے جہاں کوئی انھیں دیکھ نہ سکے اور وہیں انھوں نے اپنے لباس منگوائے۔ کپڑے پہن کر وہ خوش خوش اپنی بانسریاں بجاتے ہوئے گھر کے اندر اس طرح داخل ہوئے گویا وہ ابھی شاہی محل سے واپس ہوئے ہیں۔

جب یہ لوگ رات کو بہت دیر میں واپس آتے تھے تو چوجو کے باپ کا عام دستور تھا کہ وہ کچھ نہ سننے کا بہانہ کرکے پڑا رہتا لیکن آج وہ نفیری یعنی اپنا

---

[1] یوگاؤ کے جو بچی چوجو سے پیدا ہوئی تھی۔

پسندیدہ ساز لئے ہوئے باہر آگیا اور اسے بڑے خوشگوار انداز میں بجانے لگا
آوادی نے اپنا بربط طلب کیا اور اپنی خادماؤں سے کہا کہ انھیں جن سازوں
کے بجانے میں کمال حاصل ہے، وہ بجائیں۔ صرف نکت سوکاسا، جو ستار بجانے
میں ماہر تھی سر جھکائے بے پروائی سے بیٹھی رہی۔ مدتوں سے تو نوجوجو اس
کے عشق میں مبتلا تھا لیکن وہ گنجی کے حسن پر فریفتہ ہو کر اس سے الگ ہو چکی
تھی، گنجی سے اس کا اتنا ہی تعلق تھا کہ وہ جب کبھی بڑے محل میں آتا تو وہ
اسے دیکھ لیتی تھی۔ اس کی اس فریفتگی کا حال آوادی کی ماں اور دوسروں کو
معلوم ہو گیا تھا۔ وہ اس بات پر بہت ناخوش تھیں وہ مایوسی کے عالم میں
یہ سوچ رہی تھی کہ اگر وہ کسی ایسی جگہ چلی جائے جہاں گنجی کو نہ دیکھ سکے تو
شاید یہ اس کے لئے بہتر ہو۔ لیکن ایسا قدم اٹھانا مشکل تھا۔ اس لئے وہ بہت
رنجیدہ تھی۔

نوجوان شہزادے اس موسیقی کو جو انھوں نے ابھی کچھ دیر پہلے شام
کے وقت سنی تھی اور ساتھ ہی اس رومانی فضا کو یاد کر رہے تھے جو عجیب
اور ناقابل بیان حسن سے بھری ہوئی تھی چونکہ اس طرح سوچنا اس کو تسلی
دیتا تھا تو نوجوجو نے اس تنہا محل کی اکیلی بسنے والی کو ہر طرح کے حسن و جمال
سے آراستہ سمجھ لیا تھا۔ اسے اس بات کا یقین تھا کہ گنجی اس کے پاس مہینوں
بلکہ سالوں سے جاتا رہا ہے۔ وہ بے صبری سے یہ بھی سوچتا تھا کہ جہاں تک
اس کا تعلق ہے، اگر گنجی کی طرح وہ اس طرح کی خاتون کے عشق میں مبتلا
ہوتا تو وہ تھوڑی سی جھڑکیاں ہی نہیں، اپنی شہرت اور نیکنامی کا تھوڑا
سا نقصان بھی برداشت کر لیتا۔ بہرحال اسے یہ یقین نہیں ہوتا تھا کہ
اس کا دوست بہت دنوں تک اس معاملہ کو چلنے نہیں دے گا اس لئے

اس نے سوچا کہ رقیب بن کر تھوڑا سا لطف حاصل کرنا چاہیئے اس وقت سے دونوں
نے (ہتاچی محل کی) شہزادی کو خط بھیجنا شروع کئے لیکن وہاں سے کبھی کوئی جواب
نہیں آیا۔ یہ بات انہیں پریشان بھی کرتی تھی اور الجھن میں بھی ڈالتی تھی۔ اس کا
سبب کیا تھا؟ یہ سوچ کر کہ اس کی پرورش کسی مغرور فطری ماحول میں ہوئی ہو
وہ جو نظمیں اس کے پاس لکھ کر بھیجتے تھے ان میں اسی کے مزاج کی موزونیت
کے لحاظ سے نازک درختوں، پھولوں اور ایسے ہی قدرتی مناظر کی طرف اشارے
ہوتے تھے۔ انھیں اس بات کی امید تھی کہ جلد یا بدیر کوئی نہ کوئی موضوع اس
کے جذبات کو برانگیختہ کر دے گا اور وہ ان کی محبت میں دلچسپی لینے لگے گی۔
اگرچہ اس کی پیدائش اور تعلیم ایک اچھے خاندان میں ہوئی تھی لیکن چونکہ وہ
[illegible] اس عظیم الشان مکان میں تنہا زندگی رہی تھی اس میں جواب لکھنے
کی ذہانت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ تونوچوجو، جو کسی قدر مغرور سا تھا، سوچا کہ
اس سے کیا ہوتا ہے وہ جواب دے یا نہ دے۔ اپنی فطری صاف گوئی سے کام
لیتے ہوئے اس نے گنجی سے کہا: "معلوم نہیں آپ کو اس نے کوئی جواب دیا
یا نہیں۔ میں آپ سے اعتراف کرتا ہوں کہ تجربے کے لئے میں نے بھی ایک ہلکا
سا اشارہ کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اس لئے میں نے دوبارہ خط ہی نہیں
لکھا۔" گنجی نے مسکراتے ہوئے سوچا، اچھا یہ بھی کوشش کر رہا ہے لیکن اس
نے جواب دیا "نہیں، میرے خط میں جواب طلب کوئی بات تھی ہی نہیں اس
لئے شاید کوئی جواب نہیں آیا۔" تونوچوجو نے گنجی کے اس گول مول جواب سے
یہ نتیجہ نکالا کہ وہ اس سے ضرور خط و کتابت کا سلسلہ جاری کئے ہوئے ہے اور
اس خیال سے اسے دھکا بھی لگا کہ اس نے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی۔ اس
معاملہ میں گنجی کے جذبات کچھ زیادہ گہرے نہیں تھے اور اگرچہ اس کے پندار

کو بھی صدمہ پہونچا تھا لیکن اگر اسے چوجو کی ترغیب آمیز تحریر کی طاقت کا اندازہ ہوتا تو وہ اس سلسلہ کو جاری ہی نہ رکھتا۔ پھر اسے یہ اندیشہ بھی تھا کہ کہیں وہ اب اپنی احتیاط پسندی پر قابو نہ پالے اور اس کے جواب میں کچھ لکھ نہ بھیجے۔ اگر کہیں چوجو کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس نے اپنی محبت گنجی کے بجائے اس کی طرف منتقل کر دی تو پھر اس کا دماغ آسمان پر پہونچ جائے گا۔ ذرا یہ تو دیکھنا چاہیئے کہ میو بو اس سلسلہ میں کیا کر سکتی ہے! گنجی نے اس سے کہا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر شہزادی میرے خطوں کی طرف کیوں توجہ نہیں کرتی؟ یہ بڑی کج خلقی کی بات ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ مجھے ایک چھچھورا آدمی سمجھتی ہے جو چند دن اس سے دلچسپی لے کر غائب ہو جانے گا۔ میرے کردار کا یہ عجیب تصور ہے۔ تم تو جانتی ہی ہو کہ میری محبت میں تغیر نہیں ہوا کرتا اور اگر کبھی دنیا کو یہ نظر آیا ہے کہ میں نے بے وفائی کی ہے تو اس کا سبب حقیقتاً یہ رہا ہے کہ میری محبت کا جواب غیر متوقع ہمت شکنی سے دیا گیا ہے لیکن اس خاتون کی صورت تو یہ ہے کہ باپ یا بھائی کی طرف سے ہماری محبت میں رکاوٹ بھی نہیں پڑ سکتی اور اگر وہ مجھ پر بھروسہ کرلے تو دیکھے گی کہ اس کی زندگی اس طرح تنہا گذرنے اور مصیبتوں کی آماجگاہ بننے کے بجائے زیادہ دلکش ہو گئی ہے۔"

میو بو نے جواب دیا: "دیکھیئے یہ بات تو آپ کے ذہن میں آنی ہی نہیں چاہیئے کہ آپ اس کو اپنی ذہنی تفریح کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اس تک رسائی بہت مشکل ہے۔ اس کے مرتبے نے بھی ایسا ہی بنا دیا ہے کہ اس کے ساتھ عزت اور تکلف کا برتاؤ کیا جائے۔" شہزادی کا اسے جو تجربہ تھا میو بو نے یہ بات اس تجربے کی بنا پر کہی تھی۔ گنجی نے کہا:

"بظاہر تو وہ اس کی شائق نہیں معلوم ہوتی کہ اسے بہت ہوشیار اور باہمت سمجھا جائے، نہ جانے کیوں مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت ہی شریف النفس اور حلیم ہے"؟ جب وہ یہ کہہ رہا تھا تو اس کے ذہن میں یوگاؤ تھی۔

اس کے چند ہی دن بعد اسے بخار آگیا اور اس سے چھٹکارا ملتے ہی کسی خفیہ کام میں پھنس گیا اس طرح بہار اور گرمی کے موسم گذر گئے اور وہ اس تنہا خاتون کی طرف متوجہ نہ ہو سکا لیکن موسم خزاں میں اسے سوچ بچار کا وقت ملا۔ دھوبیوں کی موگری کی آواز پھر اس کے کانوں میں آئی اور عہد شوق کی یادیں ستانے لگیں۔ اس نے بربط نواز شہزادی کو بہت سے خط لکھے لیکن نتیجہ وہی رہا۔ اس کی بے رخی پر وہ تلملا اٹھا اور پہلے سے بھی زیادہ اس پر تل گیا کہ ہمت نہیں ہارے گا اور میبو کو بلا کر اس نے اس بات پر ڈانٹ پھٹکار کی کہ اس نے کوئی مدد نہیں کی۔ اس نے کہا: "آخر شہزادی کے دماغ میں کیا گذر رہا ہے؟ اس سے پہلے کبھی میں نے ایسا برتاؤ دیکھا ہی نہیں"۔ اگر وہ اس قدر متعجب اور زخمی تھا تو میبو پریشان تھی کہ معاملات اس قدر خراب ہو رہے ہیں۔ اس نے کہا: "یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے کوئی ایسی عجیب یا بیہودہ بات کی ہے اور میرا خیال ہے کہ شہزادی نے بھی یہ محسوس نہیں کیا ہے۔ اگر اس نے آپ کے خطوں کا جواب نہیں دیا تو اسے بھی بیرونی دنیا سے اس کے الگ رہنے کے عام جذبہ کا ایک حصہ سمجھنا چاہیئے"۔ گنجی نے جواب دیا: "لیکن اس طرح کا برتاؤ تو وحشیانہ کہا جا سکتا ہے۔ اگر وہ نوخیز لڑکی ہوتی اور اپنے والدین کی سرپرستی میں ہوتی تو اس طرح کی جھجک قابل معافی ہو سکتی تھی لیکن ایک آزاد عورت میں تو ناقابل فہم ہے اگر مجھے اس بات کا یقین نہ ہوتا کہ اسے دنیا کا کچھ

تجربہ ہے تو میں اسے خط ہی نہ لکھتا۔ میں تو یہ امید رکھتا تھا کہ ایک ایسی خاتون کا پتہ مل گیا ہے جو بیکاری اور اداسی کے وقت کچھ ہمدردی کرے گی۔ میں نے اسے عاشقانہ خط نہیں لکھے تھے بلکہ صرف یہی اجازت چاہی تھی کہ اس عجیب اور تنہا مکان میں مجھے کبھی کبھی آکر گفتگو کرنے کا موقع دے۔ اگر تم میری مدد کروگی تو یقین رکھو کہ میں کسی طرح تمہارے وقار کو صدمہ نہیں پہونچاؤں گا۔"

ایک زمانہ میں میبو کی یہ عادت تھی کہ وہ جن لوگوں سے ملتی تھی ان کے حلیئے گنجی سے بیان کیا کرتی تھی اور وہ اس کے بیان کو بڑی دلچسپی اور حیرت سے سنا کرتا تھا لیکن بہت دنوں سے اس نے اس کی گفتگو کی طرف کوئی توجہ نہیں کی تھی۔ اس وقت کسی خاص سبب کے بغیر شہزادی کے وجود کے ذکر ہی نے اس میں ولولوں اور عمل کی آگ بھردی تھی۔ اس کی کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی تھی ممکن ہے کہ جب وہ اسے ملے تو بیچاری شہزادی اسے بالکل غیر دلچسپ نظر آئے اس طرح میبو اس کا تعارف کراکے اس کے ساتھ کوئی نیکی نہیں کرے گی لیکن جس بات کو گنجی نے اہمیت دی تھی اس سلسلہ میں اس کی مدد کرنا بھی بہت ہی بری بات ہوگی!

شہزادہ ہیتاب جی کی زندگی ہی میں بہت کم لوگ اس ٹھوس اور قدیم وضع کے محل میں آتے تھے اور اب تو یہ حال تھا کہ کوئی قدم ان گھنی جھاڑیوں کو پار نہیں کرتا تھا جو مکان کے گرد پھیلتی ہی جارہی تھیں۔ اس لئے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ گنجی جیسے مشہور شخص کی آمد اس گھر کی کنیزوں اور خادماؤں کے لئے کیا معنی رکھتی تھی اور وہ اپنی مالک سے کس شدت سے یہ التجا کیا کرتی تھیں کہ اس کے خط کا حوصلہ افزا جواب دے لیکن اس پر اب بھی وہی حجاب طاری تھا اور وہ گنجی کا خط پڑھتی بھی نہ تھی۔ یہ سن کر میبو نے طے کیا کہ وہ گنجی

کی خواہش کسی ایسے مناسب موقع پر پیش کردے گی جب وہ اور شہزادی تنہا ہوں گی اور صرف شاہانہ پردے کی آڑ سے ان میں گفتگو ہوگی۔ اس نے اپنے دل میں سوچا: "اگر وہ اس سے ناراض ہوئی تو میں اس معاملہ کو آگے نہیں بڑھاؤں گی لیکن اگر وہ گنجی سے ٹھیک سے ملی اور ان میں تعلقات قائم ہوگئے تو خوش قسمتی سے اس کا کوئی ایسا سرپرست نہیں ہے جو مجھ سے بازپرس کرے گا یا کسی مصیبت میں ڈالے گا۔" چونکہ وہ ایسے معاملات میں ماہر تھی اس لئے اچھی طرح غور کرکے اس نے ہوشیاری سے یہ طے کیا کہ وہ اس کا ذکر کسی سے بھی نہیں کرے گی یہاں تک کہ اپنے باپ سے بھی نہیں۔

آٹھویں مہینے کے بیسویں دن کے بعد ہی ذرا دیر گئے رات کو شہزادی بیٹھی چاند کے طلوع ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ اگرچہ تارے صاف چمک رہے تھے اور خوبصورت معلوم ہو رہے تھے لیکن صنوبر کے درختوں کی ہوا کی غمزدہ آواز سائیں اسے اداس بنا رہی تھی اور چاند کے انتظار میں تھک کر وہ آنسوؤں اور آہوں کے ساتھ میوبو کو بیتے گذرے ہوئے دنوں اور عزیز دن کے واقعات سنا رہی تھی۔

میوبو نے سوچا کہ گنجی کا پیغام پہونچانے کے لئے یہی مناسب موقع ہے اس نے گنجی کو بلوایا اور وہ پہلے کی طرح چھپ کر محل میں آگیا۔ چاند ابھی نکلنا شروع ہوا تھا، وہ اس جگہ کھڑا ہوا حالات دیکھنے لگا جہاں بنفس کی ٹٹی ذرا کا دراک تھی۔ میوبو کے ترغیب دلانے سے شہزادی نے اپنا بربط اٹھایا تھا۔ اس قدر فاصلے سے جتنا وہ سن سکتا تھا اس نے اسے وہ موسیقی ناخوشگوار نہیں معلوم ہوئی لیکن میوبو نے اپنی الجھن اور پریشانی میں یہ محسوس کیا کہ یہ دھن تو بہت ہی بے کیف ہے اور اس کا جی چاہا کہ شہزادی کوئی نئی دھن بجائے جس جگہ گنجی

انتشار میں کھڑا تھا وہ نگاہوں سے بالکل پوشیدہ تھی اور اسے اس میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ بغیر کسی کے دیکھے ہوئے گھر کے اندر داخل ہو جائے۔
یہاں پہونچ کر اس نے میوبو کو بلایا اور اس نے یہ بہانہ کرکے کہ اس کی آمد بالکل غیر متوقع اور اچانک ہے، شہزادی سے کہا: "مجھے بہت افسوس ہے، شہزادہ گنجی مجھ سے ملنے کے لئے آگئے ہیں۔ وہ ہمیشہ مجھ سے اس بات پر خفا رہتے ہیں کہ میں آپ سے ان کی سفارش کرنے میں ناکام رہی۔ میں نے تو اپنی سی بہت کوشش کی لیکن آپ ہی نے اس کو بالکل ناممکن بنا دیا ہے کہ میں ان کو کچھ امید دلاؤں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اسی وجہ سے وہ خود یہاں آگئے ہیں کہ آپ سے براہ راست گفتگو کرلیں۔ میں ان سے کیا کہوں؟ میں اس کا وعدہ کرتی ہوں کہ وہ کوئی نازیبا یا بے جا حرکت نہیں کریں گے۔ میں سمجھتی ہوں کہ جب انھوں نے اتنی زحمت برداشت کی ہے تو آپ کم سے کم یہ کہہ دیں کہ آپ ان سے پردے کے پیچھے سے بات کرنے کو تیار ہیں۔" اس خیال نے شہزادی کو بڑی الجھن میں ڈال دیا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان سے کہوں گی کیا؟" تقریباً فریاد کے انداز میں یہ کہتے ہوئے وہ اچھل کر کمرے کے دوسرے کنارے پر اس بچکانی حیا کے ساتھ گئی کہ میوبو کو ہنسی آگئی۔ اس نے کہا "محترمہ! اس بات کو اس طرح دیکھنا محض بچپن ہے۔ اگر آپ کوئی معمولی جوان عورت ہوتیں اور باپ یا بھائیوں کی نگرانی ہوتی تو یہ بات سمجھ میں آسکتی تھی۔ لیکن ایک اس مرتبہ کی خاتون کے لئے جیسی کہ آپ ہیں، ہمیشہ دنیا سے خوفزدہ رہنا بیحد عجیب ہے۔" میوبو نے اس طرح اسے للکارا اور شہزادی جس نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ لوگ جو کچھ کرنے کو کہتے ہیں، اس کے خلاف کیا دلیل ہو سکتی ہے، مجبوراً بولی: "اگر مجھے صرف سننا ہو اور جواب نہ دینا پڑے تو شہزادہ مجھ سے اس جالی دار دروازے

کے باہر سے گفتگو کر سکتا ہے، بشرطیکہ دروازہ اچھی طرح بند ہو۔" میوبو نے کہا: "میں شہزادے سے نوکروں کی بنچ پر بیٹھنے کو نہیں کہہ سکتی، آپ کو اس سے بالکل نہیں ڈرنا چاہیئے کہ وہ کوئی بے جا بات کریں گے۔"

اس طرح ہمت بندھانے کی وجہ سے شہزادی زنانخانے اور باہری بیٹھک کے بیچ والے کمرے میں چلی گئی اور خود اپنے ہاتھ سے دروازہ بند کر کے اس پر ایک چٹائی اس طرح لگا دی کہ کوئی سوراخ یا دروازہ کھلا نہ رہ جائے وہ زبردست الجھن کا شکار تھی اور اسے اس کا بالکل اندازہ نہیں تھا کہ اگر کچھ بولنا ہی پڑا تو وہ آنے والے سے کیا کہے گی۔ وہ اس کی بات سننے پر صرف اس لئے رضامند ہو گئی تھی کہ میوبو نے اسے اس کے لئے مجبور کر دیا تھا۔

سرِ شام ہی سے کچھ بوڑھی خادمائیں اور بیش خدمتیں اندرونی کمرے میں نیم غنودگی کے عالم میں پڑی تھیں۔ کچھ جوان کنیزیں تھیں جنھوں نے شہزادہ گنجی کا چرچا بہت سنا تھا اور اس بات کے لئے تیار تھیں کہ اگر موقع ملے تو ایک لمحہ کے اندر اس کے عشق میں مبتلا ہو جائیں۔ وہ اپنی مالکہ کا سب سے اچھا لباس لے آئیں اور اسے اس پر اکسانے لگیں کہ وہ انھیں سنوارنے کا موقع دے لیکن اس نے اس سے کوئی دلچسپی نہیں لی۔ میوبو اس وقت یہ سوچ رہی تھی کہ گنجی اپنے اس بہروپ میں جو اس نے راتوں کی ایسی مہموں کے لئے اختیار کیا ہے، کتنا اچھا معلوم ہوتا ہے، اس کا جی چاہتا تھا کہ اس کا استعمال کسی ایسے مقام پر ہوتا تو کتنا اچھا تھا جہاں اس کی زیادہ قدر ہوتی۔ اس کو صرف ایک ہی بات سے تسکین تھی کہ شہزادی ایسی نیک اور نرم دل ہے کہ وہ شہزادے سے بے جا مطالبات نہیں کرے گی اور نہ اس کو اپنے حاسدانہ اور نامناسب برتاؤ سے تنگ کرے گی۔ بلکہ اس کے برعکس شہزادی کے لئے

پریشان تھی۔ میو بو سوچ رہی تھی کہ "اگر کہیں شہزادی اس پر عاشق ہو گئی اور پھر اس کا دل ٹوٹا تو کیا یہ صرف اسی وجہ سے ہوگا کہ میں ڈانٹ پھٹکار سے ڈر گئی تھی؟"

اس کے مرتبہ اور پرورش و پرداخت کا خیال کرتے ہوئے گنجی کو یہ امید نہیں تھی کہ وہ موجودہ زمانے کی لڑکیوں کی طرح شوخی اور ڈھٹائی کا برتاؤ نہیں کرے گی، وہ ڈھیلی ڈھالی لیکن تند مزاج ہو گی۔ جب میو بو نے اسے تقریباً ڈھکیل کر آخر کار اس کو پردے کے قریب پہونچا دیا جہاں اسے اپنے مہمان سے باتیں کرنی تھیں تو عطر اور صندل کی خوشبو سے اس کا دماغ معطر ہو گیا اور اس معمولی انداز سے اس کی امیدیں جاگ اٹھیں۔ اس نے بڑی سنجیدگی اور خوش گفتاری سے کہنا شروع کیا کہ تقریباً ایک سال سے کس طرح وہ اس کے دماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ لیکن اس نے ایک لفظ بھی جواب میں نہیں کہا۔ اس سے بات کرنے اور خط لکھنے میں کوئی فرق ہی نہ تھا! حد سے زیادہ جھنجھلا کر اس نے یہ شعر پڑھا: "اگر اس سے دس گنا زیادہ بھی خاموشی کی قسم کھالی گئی ہو تو میں اپنی بات جاری رکھوں گا کیونکہ میرے خلاف خاموش رہنے کا کوئی فیصلہ نہیں دیا گیا ہے۔" اور کہا: "کم سے کم یہی کہہ دیجئے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ مجھے اس طرح تو حیرت میں نہ چھوڑیئے۔" اس کی پیش خدمتوں میں ایک کا نام جوجی تھا جو اس کی بوڑھی آیا کی لڑکی تھی وہ بڑی شوخ اور ذہین تھی وہ یہ نہیں دیکھ سکتی تھی کہ اس کی مالکہ اس طرح شرمندہ ہو، اس لئے اس کے قریب آکر اس نے جواب میں یہ شعر پڑھا: "گھنٹی[1] بج گئی تھی اور ایک

---

[1] وہ گھنٹی جو مندر کا بڑا پروہت اس وقت بجاتا ہے جب اس کے چیلوں اور شاگردوں کے مراقبہ کا وقت آجاتا ہے۔

لمحہ کے لئے میرے ہونٹوں پر قفل لگ گیا تھا میں نے آپ کو اتنی دیر منتظر رکھا، اس کا افسوس ہے۔ اب بات کو یہیں ختم ہو جانے دیجئے۔" اس نے یہ الفاظ کچھ اس طرح ادا کئے کہ گنجی حیرت زدہ رہ گیا اور سوچنے لگا کہ یہ شہزادی ہی ہوگی جس نے اس کے شعر کا جواب شعر سے دیا ہے کہ قدیم گھرانے کی ایک نیس نوتون سے اس کی امید نہیں تھی۔ لیکن یہ حیرت خوشگوار تھی اس لئے اس نے جواب دیا "محترمہ آپ جیت گئیں" اور یہ شعر پڑھا: "میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ ناگفتہ خیالات ظاہر کیے ہوئے خیالات سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ لیکن چپ رہنے کا کھیل کھیلنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔"

وہ ایک کے بعد دوسری ادھر ادھر کی باتوں کا ذکر چھیڑتا چلا گیا تاکہ کسی طرح اسے خوش کر سکے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار یہ سوچ کر کہ شاید اس عجیب و غریب مخلوق کے یہاں خاموشی کسی گہرے جذباتی ہیجان کی علامت ہو، وہ اپنے ذوق تجسس کو نہ روک سکا اس نے دھکا دے کر بند دروازہ کو کھول دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ میو بو نے جب یہ دیکھا کہ اس نے اس کے تمام عہد و پیمان جھٹلا دیئے ہیں تو اسے اسی میں عافیت نظر آئی کہ وہ بغیر یہ جانے کہ بعد میں کیا ہوا اور بغیر ادھر منہ موڑے اپنے کمرے کی طرف چل دی۔ جو جی اور وہاں کی دوسری عورتوں نے گنجی کے متعلق اتنا کچھ سنا تھا اور اس کے دیکھنے کی ایسی مشتاق تھیں کہ وہ اس کے اس غیر شریفانہ داخلہ کو نظر انداز کرنے پر آمادہ ہو گئیں۔ انھیں بس اسی بات کا اندیشہ تھا کہ ان کی مالکہ اس غیر متوقع صورت حال کا مقابلہ کس طرح کرے گی۔ گنجی نے شہزادی کو واقعی انتہا درجے کی پریشانی اور شرم میں مبتلا پایا لیکن اس نے یہی خیال کیا کہ ان حالات میں ایسا ہونا بالکل فطری تھا، بہت کچھ

تو اسے سمجھ میں آجاتا تھا کہ اس کی پرورش بالکل تنہائی پسند ماحول میں ہوئی تھی اس کو صبر سے کام لینا چاہیئے۔

جب اس کی آنکھیں وہاں کی دھیمی روشنی سے مانوس ہوئیں تو اس نے دیکھا کہ وہ بالکل خوبصورت نہیں ہے۔ تو کیا اس میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس سے امیدوں اور تدبیروں کا کچھ بھی جواز حاصل کیا جا سکے؟ بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا۔ رات بہت گذر چکی تھی اور اب زیادہ ٹھہرنے سے فائدہ بھی کیا تھا؟ سخت مایوسی کے عالم میں وہ واپس آیا۔ میولیہ جاننے کی فکر میں کہ کیا ہوا، لیٹی ہوئی اب تک سب کچھ سن رہی تھی لیکن وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اس نے گنجی کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا ہی نہیں اس لئے اس کی واپسی کی آواز سننے کے باوجود تو اسے رخصت کرنے کے لئے باہر نکلی نہ اس نے کسی قسم کی آواز نکالی۔ جس قدر چپکے سے ممکن ہو سکا وہ اپنے محل نی جوان میں واپس آیا اور اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ کم سے کم اس دفعہ اس نے یہی محسوس کیا کہ وہ ٹھیک راستے پر تھا۔ کیا دھوکا ہوا ہے! اور اس کا سب سے زیادہ تکلیف دہ حصہ یہ تھا کہ وہ ایک اہم خاتون، ایک شہزادی تھی۔ وہ کس جال میں پھنس گیا تھا! وہ لیٹا ہوا یہی سوچ رہا تھا کہ تو نوجو جو کمرے میں داخل ہوا اور بولا: "آپ کو اتنی دیر کہاں ہو گئی؟ میں آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہوں۔" گنجی اٹھ بیٹھا اور بولا: "میں اتنے آرام سے سو رہا تھا کہ ضرورت سے زیادہ سو گیا۔ کیا تم شاہی محل کی طرف سے آرہے ہو؟" جو جو نے جواب دیا: "ہاں وہیں سے آرہا ہوں اور اب گھر جا رہا تھا۔ میں نے کل سنا تھا کہ آج سوزوکوان میں شاہی دورہ کے سلسلہ میں ہونے والی تقریبات کے لئے گانے، اور ناچنے والوں کا انتخاب ہوگا، یہ

بات میں اپنے والد سے کہنے جا رہا تھا۔ واپسی میں پھر آؤں گا۔" یہ دیکھ کر کہ چوجو جلدی میں ہے، گنجی نے کہا کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہی بڑے محل چلے گا۔ اس نے فوراً ہی اپنا ناشتہ طلب کیا اور کہا کہ چوجو کے لئے بھی لایا جائے ان کے لئے دو گاڑیاں تیار کی گئیں لیکن وہ دونوں ایک ہی میں بیٹھ گئے چوجو نے کسی قدر شکایت آمیز لہجہ میں کہا: "آپ تو اب بھی نیند میں معلوم ہوتے ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کسی اور دلچسپ کام میں مصروف تھے اور مجھے بتانا نہیں چاہتے۔"

اس دن اسے کئی اہم کام انجام دینے تھے اور وہ رات تک محل میں محنت سے کام کرتا رہا۔ بڑی رات گئے تک اسے اس کا خیال نہیں آیا کہ اسے کم سے کم ایک رسمی خط تو بھیج دینا ہی چاہیئے، بارش شروع ہوگئی تھی میبو نے ابھی کل ہی اسے اس بات پر شرمندہ کیا تھا کہ اس نے شہزادی کے محل کو ایک راستے کی دلچسپی سمجھا۔ آج اس کے دل میں یہ جذبہ بالکل نہیں تھا کہ وہ وہاں رُکے۔

جب وقت گذرتا گیا اور اس نے کوئی خط نہیں بھیجا تو میبو نے بیچاری شہزادی پر افسوس کرنا شروع کیا کیونکہ اس کے خیال میں گنجی کی حرکت نے اسے تکلیف پہونچائی ہوگی۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ رات والے واقعہ سے اس قدر شرمندہ اور خوفزدہ تھی کہ اسے کسی اور بات کا خیال ہی نہیں آیا تھا اور جب اتنی رات گذرنے کے بعد اسے گنجی کا خط ملا تو وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ خط اس شعر سے شروع ہوا تھا:

"ابھی شام کے کہرے نے مشکل ہی سے میری نظروں کے سامنے مناظر پیش کیئے تھے کہ رات کی بارش نے انھیں اندھیرے میں چھپا دیا" آگے لکھا

تھا: "میں بڑی بے صبری سے بادلوں کے چھٹنے کی علامتوں کا انتظار کروں گا۔"گھر کی خادماؤں نے بڑے دکھ سے اس خط کو دیکھا اور سمجھ لیا کہ اب گنجی یہاں کبھی نہیں آئے گا۔ لیکن اس بات پر سب کا اتفاق تھا کہ اس کا جواب جانا چاہیئے اور ان کی مالک اس وقت ایسی ہیجانی حالت میں تھی کہ وہ کاغذ تک قلم لانے کا خیال ہی نہیں کر سکتی تھی۔ جی جو پھر ایک دفعہ (یہ کہہ کر کہ بہت دیر ہو گئی ہے مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے) مددگار ثابت ہوئی: "ذرا دیہات کے ان لوگوں کا خیال کیجیئے جو ابر آلود رات میں چاندنی کا انتظار کرتے ہیں حالانکہ جب وہ اُدھر دیکھتے ہیں تو ان کے خیالات آپ سے کتنے مختلف ہوتے ہیں!" اس نے یہ عبارت اپنی مالک کو بول دی اور اس نے اُن تمام عورتوں کے اصرار پر اسے ایک کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ دیا، جو پہلے زرد تھا لیکن اب اس کا رنگ اڑ گیا تھا اور کاغذ بھی اچھی حالت میں نہ تھا۔ اس کا انداز تحریر بھدا اور بے لچک تھا۔ اس میں کوئی خصوصیت نہ تھی۔ عموزی اور اُفنتی خطوط دونوں ایک ہی قسم کے تھے۔ گنجی نے اس پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور ایک طرف رکھ دیا لیکن وہ صورت حال سے بہت الجھن میں تھا، وہ کیا کرے کہ شہزادی کے جذبات مجروح نہ ہوں؟ ایسا معاملہ اسے کسی نہ کسی دشواری میں ضرور مبتلا کرے گا، اسے کیا کرنا چاہیئے؟ اس نے طے کیا کہ کچھ بھی ہو اسے اس سے ملتے ہی رہنا چاہیئے۔ بیچاری شہزادی کو اس فیصلہ کا کوئی علم نہ تھا اور وہ بہت اداس تھی۔

اس رات یہ بھی ہوا کہ اس کا خسر محل سے واپس ہوتے ہوئے اس سے ملنے آیا اور اسے اپنے ساتھ بڑے محل میں لایا۔ یہاں تمام شہزادے آنے والی تقریبات کی تیاری کے سلسلہ میں جمع تھے۔ دن بھر یہ لوگ اپنے گانے یا ناچ کی جو ان کے ذمہ تھی۔ مشق کیا کرتے تھے۔ بڑے محل میں اس طرح مسلسل نغموں

کی گونج تھی، بڑی بڑی بانسریاں اور نفیریاں پوری طاقت سے بج رہی تھیں، بڑا نقارہ بھی ڈھکیل کر برآمدے میں کر دیا گیا تھا اور چھوٹے شہزادے اس پر تجربہ کرکے خوش ہو رہے تھے۔ گنجی اس قدر مصروف تھا کہ وہ اپنے عزیز ترین دوستوں کے پاس بھی ذرا دیر ملنے کے لئے نہیں جا سکتا تھا۔ سارا موسم خزاں ختم ہو گیا اور پھر ہناچی محل نہ پہونچ سکا، شہزادی اس کا بھید سمجھ نہ سکی۔

ٹھیک اسی زمانے میں جب موسیقی کی مشق شباب پر تھی میوبو اس سے ملنے آئی۔ اس نے شہزادی کے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ بہت ہی تکلیف دہ تھا، تقریباً روتے ہوئے اس نے کہا: "آپ کے اس ظالمانہ برتاؤ کی وجہ سے بیچاری شہزادی پر جو گذر رہی ہے وہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے۔" اس سے وہ اور پریشان ہوا۔ جب اس نے دیکھا ہوگا کہ اس کی طرف سے اچھے برتاؤ کے جتنے عہد و پیمان کئے گئے تھے وہ سب توڑ دیئے گئے تو میوبو نے کیا سوچا ہوگا؟ اور پھر خود شہزادی....؟ وہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ اس کی حالت ایک ایسے پیکر غم کی ہوگی جو خاموشی کے ساتھ اپنے یاس آمیز خیالات اور سوالات میں غرق ہو، اس نے کہا: "مہربانی کرکے اس سے یہ بات صاف کر دو کہ میں بہت مصروف تھا، صرف اس وجہ سے میں اس کے پاس نہ آ سکا۔" پھر اس نے ایک آہ بھر کر یہ بھی کہا: "میں جلد ہی اس کا موقع بھی نکالوں گا کہ اسے اس قدر شرمیلی اور سرد مہر رہنے کا سبق بھی دوں۔" یہ کہہ کر وہ مسکرایا اور چونکہ وہ اس قدر جوان اور خوبصورت تھا میوبو نے محسوس کیا کہ اپنی ناراضگی کے باوجود اسے بھی مسکرانا چاہیئے۔ اس عمر میں اس کے لئے لازمی تھا کہ وہ کسی حد تک تکلیف پہونچائے یکایک یہ بات بالکل ٹھیک نظر آنے لگی کہ نتائج پر غور کئے بغیر اسے وہی کرنا چاہیئے جو اس کا دل کہتا ہے۔ جب تقریبات کا سلسلہ ختم ہو گیا تو وہ واقعتاً کئی بار

بیتاچی محل گیا لیکن اس کے فوراً بعد اس نے موراساکی کو گود لے لیا اور اس کی دلچسپیوں میں ایسا محو ہوا کہ چیٹوئین شخلقہ کے جانے میں بھی ناغے ہونے لگے اور اگرچہ وہ شہزادی کے لیے رنجیدہ رہتا تھا لیکن وہاں جانے کی خواہش اپنے اندر نہیں پاتا تھا۔ بہت دنوں تک اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہی نہیں ہوئی کہ وہ اس کے شرمیلے پن کا راز دریافت کرے اور اسے دن کی روشنی میں لائے۔ لیکن آخر کار اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ ممکن ہے اب تک وہ ایک غلط فہمی میں مبتلا رہا ہو۔ اس نے صرف اسے ایک بار دیکھا تھا جس کا مبہم تصور اس کے ذہن میں تھا اور وہ بھی ایک ایسے اندھیرے کمرے میں جہاں آنکھ کے قریب لانے پر بھی ہاتھ نہ سجھائی دے۔ اگر وہ شہزادی کو اس پر رضامند کر سکے کہ وہ اسے ٹھیک سے دیکھ لینے دے تو کیسا رہے! لیکن وہ دن کی روشنی میں یہ امتحان دینے سے خوفزدہ تھی۔ چنانچہ ایک رات جب اسے معلوم ہوا کہ اس کے گھر والے سب بے خبر ہوں گے تو وہ چپکے سے وہاں پہنچ گیا اور وزرتدانے کی ایک جھری سے زنانخانے میں جھانکنے لگا۔ خود شہزادی نظر نہیں آ رہی تھی۔ کمرے کے آخری حصہ میں ایک بہت ہی نیچا پردہ کھنچا تھا جو برسوں سے وہیں پڑا معلوم ہوتا تھا، کمرے میں ادھیڑ عمر کی چار پانچ کنیزیں تھیں وہ اپنی مالکن کے لئے ان چینی برتنوں میں کھانا تیار کر رہی تھیں جو مشہور شاہی نیلے برتنوں سے مشابہ تھے لیکن اب وہ اچھی حالت میں نہ تھے اور ان میں جو کھانا پک رہا تھا وہ ان چینی برتنوں کے لائق نہ تھا۔ تھوڑی دیر میں یہ عورتیں

۷؎ رو کو جیہ کے پھول۔
۸؎ ان کا ذکر متھو رنگشن کی کتاب "آرلی سرائگ ورکس آف چائنا" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چلی گئیں، غالباً خود اپنا کھانا کھانے گئی ہوں گی۔ خاص کمرے کی کھڑکی میں سے اس نے بڑی روکھی صورت کی ایک عورت دیکھی جو ایک بہت زیادہ دھوئیں میں اٹا ہوا سفید لباس پہنے ہوئے تھی اور کمر کے گرد ایک گندا دوپٹہ تھا اس طرح پھٹے حال ہونے کے باوجود اس نے بال اس طرح سنوارے تھے جیسے قدیم زمانے میں شاہی دربار کی کنیزیں اپنے آقا کو کھانا کھلانے کے وقت خود کو سنوارتی تھیں لیکن وہ گندگی سے لتھڑے رہتے تھے۔ اس نے اس طرح کی تصویریں محل کے توشہ خانے کے کمرے میں دیکھی تھیں لیکن اسے یہ خیال نہیں ہوا تھا کہ اس طرح کا کوئی شخص کسی زندہ انسان کی میز کے پاس کھانا کھلا رہا ہوگا!
اسی عورت نے ذرا زور سے کہا: "اُفوہ! اُفوہ کیسی سردی ہے! ایسا زمانہ دیکھنے کے لئے اتنے دن زندہ رہنے کی کیا ضرورت تھی!" یہ کہہ کر اس نے آنسو بہانے شروع کئے۔ "کاش حالات وہی رہتے جو مرحوم شہزادے کے زمانے میں تھے کیسا انقلاب آیا ہے! نہ کوئی نظم ہے نہ اقتدار۔ یہ سوچنا بھی مشکل ہے کہ میں یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ رہ گئی!" یہ کہہ کر وہ اس طرح کانپنے لگی گویا کہہ رہی ہو کہ اگر وہ ایک چڑیا ہوتی تو کہیں اڑ جاتی۔ وہ گذرے ہوئے زمانہ کی دلدوز کہانی اس طرح سنانے لگی کہ گنجی برداشت نہ کر سکا اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ ابھی چلا آ رہا ہے اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تعجب کے کئی کلمات کہنے کے بعد بوڑھی عورت نے ایک شمع اٹھالی اور اسے اندر لائی۔ بدقسمتی سے جی جو کا انتخاب ان دوسری دوشیزاؤں کے ساتھ ہو گیا تھا جو دیوداسی کی خدمت کے لئے چنی گئی تھیں اس لئے وہ بھی موجود نہیں تھی۔ اس کے نہ ہونے سے یہ مکان پہلے سے بھی زیادہ بے قرینہ اور فرسودہ معلوم ہو رہا تھا اور اس کا اوکھاپن اور زیادہ نمایاں نظر آتا تھا۔

افسردگی پیدا کرنے والی برف تیز سے تیز تر گرنے لگی تھی۔ سیاہ بادل آسمان پر محیط تھے اور ہوا تیز اور وحشیانہ انداز سے چل رہی تھی۔ بڑا لیمپ بجھ گیا تھا اور کسی کو اس کی فکر نہ تھی کہ اس کو روشن کر دے۔ اسے وہ وحشتناک رات یاد آئی جس میں یوگاڈ پر آسیب کا حملہ ہوا تھا۔ گھر بھی تقریباً ویسا ہی ویران اور اجاڑ تھا لیکن اتنا بڑا نہیں تھا اور گنجی کو اس سے تسکین تھی کہ کسی قدر آباد بھی تھا۔ پھر بھی ایک ایسے موسم میں اس مکان میں رات گزارنا بہت تکلیف دہ تھا۔ برفانی طوفان اپنا ایک حسن اور جادو بھی رکھتا تھا اور یہ بات اسے بہت کھل رہی تھی کہ جس سے وہ ملنے آیا ہے وہ اس موسم کے وحشیانہ پن کا لطف لینے میں اس کے ساتھ شریک ہونے کے بجائے اپنی رکھائی اور بے رخی سے اس سے بہت دور نظر آتی ہے۔ پو پھٹنے کے قریب تھی، گنجی نے خود اپنے ہاتھوں سے کھڑکی کا دروازہ کھول کر برف میں ڈھکے ہوئے پھولوں کے تختے کو دیکھا۔ ان کے آگے دور تک برف کے میدان پھیلے ہوئے تھے۔ جن پر کوئی قدم نہیں پڑا تھا۔ منظر بہت انوکھا اور خوبصورت تھا اس سے متاثر ہو کر اس نے شہزادی کو آواز دی جو ایک اندرونی کمرے میں تھی اور کہا: "باہر آؤ اور دیکھو کہ کمرے کے باہر کیسا حسین منظر ہے۔ میرے ساتھ ہمیشہ یہ برتاؤ کرنا کہ گویا میں اجنبی ہوں، مجھ پر ظلم ہے۔" اگرچہ ابھی اندھیرا تھا لیکن برف کی چمک نے ان بوڑھی عورتوں کو جو کمرے میں آگئی تھیں اس کا موقع دیا کہ وہ گنجی کے چہرے کی تازگی اور حسن کو دیکھ لیں۔ انھوں نے غیر مصنوعی حیرت اور خوشی کے ساتھ اسے دیکھ کر اپنی مالکہ سے بلند آواز میں کہا: "شہزادی! آپ کو ضرور باہر آنا چاہیئے۔ آپ کا طریقہ کچھ مناسب نہیں ہے۔ ایک جوان خاتون کے انداز میں خوبصورتی اور مہربانی ہونا چاہیئے۔" اس طرح کی فہمائش پر شہزادی، جس کا یہ

مزاج تھا کہ اس سے جو کچھ کرنے کو کہا جائے اس کے خلاف دلیلیں نہیں سوچ سکتی تھی، اور ادھر ادھر سے اپنا لباس ٹھیک کر کے جھجکتی ہوئی سامنے کے کمرے میں آئی۔ گنجی نے اب بھی یہی ظاہر کیا کہ گویا وہ کھڑکی کے باہر دیکھ رہا ہے لیکن چپکے سے کمرے میں بھی نظر ڈال لی۔ اس کا پہلا تاثر یہ تھا کہ اگر وہ قدرے اور بے جھجک ہوتی تو اس کے طور طریقے بہت زیادہ دلکش ہوتے۔ اس نے کیسی حرف ہبز غلطی کی۔ وہ یقیناً طویل القامت تھی جیسا کہ اس کے بیٹھ جانے پر پیٹھ کی طرف سے معلوم ہوتا تھا، اسے یقین نہ آتا تھا کہ ایسی پیٹھ کسی عورت کی بھی ہو سکتی ہے۔ ایک لمحہ کے بعد ہی اس کو شہزادی کے خاص نقص کا پتہ بھی چل گیا یہ اس کی ناک تھی جسے وہ بار بار دیکھتا رہا۔ اس کو دیکھ کر سمنت بھدر کے ہاتھی کی سونڈ کا خیال آتا تھا! وہ صرف بہت نمایاں ہی نہیں تھی بلکہ (سب سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ) اس کی آگے کی طرف جھکی ہوئی نوک اس کے جسم کی سفید رنگت کے مقابلہ میں گلابی تھی اس کا جسم ایسا سفید تھا جو برف کی سفیدی کو بھی شرما دے۔ اس کا ماتھا غیر معمولی طور پر زیادہ اونچا تھا (اور گو اس کے ایک طرف جھکے ہوئے ہونے کی وجہ سے آدھا چہرہ پوشیدہ تھا) اس سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اس کا چہرہ کافی لمبا ہوگا۔ وہ بہت دبلی پتلی تھی، ہڈیاں بڑے تکلیف دہ طریقے پر نکلی ہوئی تھیں اور اس کے کندھے کی ہڈیاں تو خاص کر بڑے برے طریقے سے اس کے لباس کے اوپر سے دکھائی دیتی تھیں۔ اب اس کو اس بات کا افسوس تھا کہ اس نے اس کو اس تکلیف دہ نمائش پر مجبور کیا لیکن وہ ایک ایسا غیر معمولی منظر پیش کرتی تھیں کہ وہ مسلسل اسے

؎ بدھ سمنت بھدر ہاتھی پر چلتے تھے جس کی سونڈ لال تھی۔

دیکھتا رہا۔ ایک بات میں البتہ وہ دارالحکومت کی حسیناؤں میں کسی سے پیچھے نہیں تھی، یہ اس کے شاندار بال تھے جو کھلے ہوئے تھے اور اس کی قمیص کے دامن کے نیچے ایک فٹ سے زیادہ لٹکے ہوئے تھے۔ لوگوں کے لباس کا تفصیلی تذکرہ ہمیشہ بے لطف ہوتا ہے لیکن جیسا کہ کہانیوں میں ہوتا ہے کہ سب سے پہلے کرداروں کے متعلق یہی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کیا پہنے ہوئے تھے، میں بھی کم سے کم ایک دفعہ اس تفصیل میں جانے کی کوشش کروں گی۔ شاہی طلائی کام کی ایک بہت ہی پرانی چولی کے اوپر وہ ایک قبا پہنے ہوئے تھی جس کا سنہرا کام زیادہ زمانہ گذر جانے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا تھا۔ اس کا لبادہ سمور کا تھا جس میں خوشبو بہت زیادہ بسی ہوئی تھی۔ کئی نسل پہلے ایسا لبادہ بڑا شاندار سمجھا جاتا تھا لیکن گینجی کو یہ لباس ایک نسبتاً جوان عورت پر عجیب معلوم ہوا۔ بہرحال ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر وہ یہ بھدا لباس نہ پہنتی تو سردی میں ٹھٹھر کر جاتی، یہ محسوس کر کے اسے اس کے لئے بہت رنج ہوا۔ حسب دستور وہ بات چیت کرنے سے بالکل معذور معلوم ہوتی تھی اور اس کی خاموشی نے آخر کار گینجی سے بھی قوت گفتار چھین لی۔ اس نے سوچا کہ کسی نہ کسی طرح اسے اس کا خاموشی کا برت توڑنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ سوچ کر اس نے ادھر ادھر کے چند فقرے کہے۔ پریشان ہو کر اس نے آستین سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اس کے لباس اور اس حرکت نے گینجی کو وہ پرانے خاص لباس سے آراستہ سرکاری افسر یاد دلائے جنھیں اس نے کبھی کبھی سرکاری جنازوں کے ساتھ، اپنے عہدوں کے نشانات کو سینے سے لگائے خاموش چلتے دیکھا تھا اور یہ سوچ کر اسے ہنسی آگئی۔ اسے یہ بات بہت ہی بھدی معلوم ہوئی۔ وہ واقعی اس کے لئے ترس کھاتا تھا اور اس کو جلد سے جلد اس الجھن سے بچانے

کے لئے وہ جانے کو اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا: "جب سے میں نے آپ کی نوکر شروع کی ہے اس وقت تک میرا خیال ہے آپ نے کسی پر اعتماد نہیں کیا ہے لیکن اب میں آپ سے اصرار کروں گا کہ آپ مجھ سے کھل جائیے اور اپنے تمام راز بیان کر دیجئے۔ آپ کی یہ قیامت کی بے رخی بڑی تکلیف دہ ہے"
اور یہ شعر پڑھا: برف کے جو ٹکڑے اولتی میں لٹک رہے تھے سورج کی گرمی سے پگھلنے لگے ہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ پانی کی یہ بوندیں پھر برف بن جائیں؟"
اس پر وہ تھوڑا سا بڑبڑائی۔ اسے قوتِ اظہار سے اس قدر محروم دیکھنا اس کے لئے ناقابلِ برداشت تھا اور وہ باہر نکل گیا۔ صبح کے دھندلکے میں بھی اس نے دیکھ لیا کہ احاطہ کا وہ پھاٹک جہاں اس کی گاڑی اس کے انتظار میں کھڑی تھی بالکل کمزور اور ٹیڑھا میڑھا ہے، اسے یقین تھا کہ دن کی روشنی میں ویرانی اور پھوہڑپن کے اور ثبوت بھی ملیں گے۔ اس سارے اجاڑ منظر میں جو اس دھندلکے میں حدِ نظر تک یکساں بے لطفی سے پھیلا ہوا تھا، برف کا صرف وہ سفید لبادہ کچھ سکون اور گرمی پہونچاتا تھا جو صنوبر کے درختوں نے اوڑھ رکھا تھا۔

یہ جگہ بالکل ایسی ہی ویران تھی جیسے پہاڑ کے گاؤں، جن کا ذکر اس برساتی رات میں اس کے دوستوں نے گھنی ہری جھاڑیوں میں ڈھکے ہوئے پھاٹکوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا تھا۔ کاش ایسا ہوتا کہ ان دیواروں کے پیچھے واقعی کوئی ایسی جمیل ہستی ہوتی جیسا کہ ان کا خیال تھا۔ وہ اس سے کس صبر اور لطف سے سلسلۂ محبت جاری رکھتا! اسے ایک ایسے تجربے کی خواہش تھی جو اسے ناجائز اور نفسیاتی جذبے سے چھٹکارا دلا سکے جو ان دنوں اسے اذیت میں مبتلا کئے ہوئے تھا۔ اس رومانی محل کی رہنے والی

سے زیادہ کوئی اور اس کے لئے ناموزوں نہیں تھا، یہ بڑے افسوس کی بات تھی! تاہم
اس حقیقت نے اس میں کوئی ایسی خوبی نہ تھی جو اس کی سفارش کرتی، اس کے
لئے یہ ناممکن بنا دیا کہ وہ اسے بالکل ہی نظرانداز کر دے کیونکہ یہ بات یقینی تھی کہ
اس سے ملنے کے لئے کبھی کوئی آئے گا۔ لیکن ساری دنیا کے لوگوں میں یہ اسی کی
ذمہ داری کیوں تھی کہ وہ اس کا دوست بنے؟ شہزادہ ہتچی کی روح نے
اپنی لڑکی کو اس بے بسی کی حالت میں دیکھ کر کہیں اس کو منتخب تو نہیں کر لیا
تھا کہ وہ اس کا نگراں بنے؟

سڑک کے کنارے ایک طرف اس نے ایک چھوٹا سا نارنگی کا درخت دیکھا
جو برف سے بالکل ڈھکا ہوا تھا۔ گنجی نے اپنے ملازموں میں سے ایک سے کہا کہ
اس پر سے برف ہٹا دے قریب ہی ایک صنوبر کے درخت نے جیسے دیکھ کر کہ ایک
شخص اس کے پڑوسی پر اس طرح توجہ کر رہا ہے، اپنے کو اس طرح ہلایا کہ برف کے
بڑے بڑے ٹکڑے اس کی آستینوں پر گرنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر گنجی اس قدر خوش ہوا کہ
اس کا دل کسی ساتھی کو تلاش کرنے لگا جسے اپنی مسرت میں شریک کرے۔ یہ
ضروری نہ تھا کہ وہ شخص ایسا ہو جو ایسی باتوں کو پسند بھی کرتا ہو بلکہ اتنا ہی کرے
کہ ایک عام انداز میں اس کے جذبات میں شریک ہو جائے۔

اس میدان سے نکلنے کے لئے اس کی گاڑی کو جس پھاٹک سے گزرنا تھا
وہ اب تک مقفل تھا۔ جب کسی طرح وہ شخص ملا جس کے پاس اس کی کنجی تھی
تو وہ بہت ہی بوڑھا اور کمزور نکلا۔ اس کے ساتھ ایک بہت ہی بھدی اور
لمبی چوڑی لڑکی تھی جو اس کی بیٹی یا پوتی معلوم ہوتی تھی۔ اس کا لباس اس سفید
برف کے مقابلہ میں جس کے درمیان وہ کھڑی تھی بہت ہی کثیف معلوم ہوتا
تھا۔ وہ سردی سے بہت زیادہ پریشان معلوم ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ ایک بہت

چھوٹی سی انگیٹھی کو اپنے سینے سے چمٹائے ہوئے تھی جس میں ایک آدھ لکڑیوں کے ٹکڑے اور کوئلے ہلکے ہلکے جل رہے تھے۔ بوڑھے آدمی میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ دروازہ کھول سکے اور لڑکی بھی اس کی مدد کر رہی تھی۔ ان کی حالت پر رحم کھا کر گنجی کے ایک نوکر نے جا کر دروازہ کھول دیا۔ گنجی کو وہ نظم یاد آئی جس میں پوچوای نے سردی کے موسم میں گاؤں کے لوگوں کی تکالیف بیان کی تھی، اس نے آہستہ آہستہ یہ شعر پڑھا: "چھوٹے بچے سردی میں ننگے گھومتے ہیں اور بوڑھے جڑاول نہ ہونے کی وجہ سے کانپتے رہتے ہیں!" فوراً اسے شہزادی کی وہ صورت یاد آگئی جو سردی کی وجہ سے ٹھٹھر گئی تھی اور اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اگر وہ کبھی چوجو کو اس کی صورت دکھا سکا تو وہ اس کو کس چیز سے تشبیہ دے گا؟ اس کو یہ بھی یاد آیا کہ چوجو نے پہلے دن اس کا کس طرح پیچھا کیا تھا۔ کہیں اس کا یہ سلسلہ جاری تو نہیں ہے؟ ممکن ہے اسے اس وقت بھی دیکھا جا رہا ہو، اس خیال نے اسے پریشان کر دیا۔

اگر شہزادی کے نقائص ذرا کم متوجہ کرنے والے ہوتے، تو وہاں آنے کی زحمت کا سلسلہ شاید ہی جاری رکھتا لیکن چونکہ اس نے اس کو سارے المناک بھدے پن میں دیکھ لیا تھا اس لئے رحم نے اس پر غلبہ پا لیا تھا اور اس نے برابر اس سے تعلقات قائم رکھے اور ہر طرح کی مہربانیاں کرتا رہا۔ اس امید میں کہ وہ اپنا سمور والا لباس ترک کر دے گی وہ اسے ریشمی کپڑے، ساٹن اور روئی کے لباس بھیجا کرتا تھا۔ وہ ایسے کپڑے بھی بھیجتا تھا جو بوڑھے لوگ پہنتے ہیں، تاکہ بوڑھا دربان کچھ آرام پا سکے۔ یہی نہیں وہ اس جگہ کے ہر چھوٹے بڑے کے لئے تحفے بھیجا کرتا تھا شہزادی ان عطیات کے لینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتی تھی اور یہ بات موجودہ حالات میں بہت آسانی پیدا کرتی تھی کیونکہ اس طرح اس عجیب و غریب

دوستی کا زیادہ تر اظہار اس قسم کے خلوص تک محدود رہتا تھا۔

اسے یاد آیا کہ اس رات کو جب وہ اسے جھانک کر دیکھ رہا تھا اور وہ اچانک بھاگ گئی تھی، اتسوسیمی بھی اسے کچھ ایسی خوبصورت نہیں معلوم ہوئی تھی، لیکن وہ کم سے کم اتنا تو جانتی تھی کہ کس طرح لوگوں سے ملنا چاہیئے اس نے حسن کی کمی کی کچھ تلافی کر دی تھی۔ اس بات پر مشکل سے یقین کیا جا سکتا تھا کہ شہزادی ایسے طبقہ سے تعلق رکھتی ہے جو اتسوسیمی کے درجہ سے بہت زیادہ بلند ہے۔ اس کو اتنی بات کا پتہ چلتا ہے کہ ذاتی چیزوں کا تعلق پیدائش سے اور حیثیت سے کتنا کم ہے اپنے فرصت کے لمحوں میں وہ اب بھی اتسوسیمی کو حاصل کرنے میں ناکام رہنے پر افسوس کیا کرتا تھا اور یہ بات اس کے دل میں کھٹکتی تھی کہ آخر کار اس نے اتسوسیمی کی ناقابل تسخیر ضد کے سامنے ہار مان لی!

اس طرح سال ختم پر آیا۔ ایک دن جب وہ شاہی محل میں اپنے کمرے میں تھا میوبو اس سے ملنے آئی۔ گنجی کو اس سے اپنے بال درست کرا لینا یا ایسے ہی چھوٹے چھوٹے کام لے لینا اچھا معلوم ہوتا تھا۔ وہ اس کے عشق میں مبتلا نہ تھا لیکن دونوں ایک دوسرے کی صحبت میں لطف اندوز ہوتے تھے یہاں تک کہ اسے میوبو کی بات چیت میں اتنا مزا آتا تھا کہ جب وہ محل کی ذمہ داریوں سے مہلت پاتی تو وہ چاہتا تھا کہ اس کے پاس چلی آئے اور ادھر ادھر کی خبریں سنا دے۔ اس نے کہا: "ایک ایسی عجیب بات ہو گئی ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ سے کس طرح کہوں ......" یہ کہہ کر وہ رک گئی اور مسکرائی۔ گنجی نے کہا: "میں مشکل ہی سے کوئی ایسی بات سوچ سکتا ہوں جس کے کہنے میں تم کو مجھ سے خوف ہو۔" اس نے جواب دیا: "اگر وہ بات مجھ سے متعلق ہوتی تو آپ جانتے ہی ہیں کہ میں آپ سے فوراً کہہ دیتی۔ لیکن یہ ایک بالکل دوسری بات ہے۔ مجھے واقعی اس کا ذکر کرنا بہت مشکل معلوم ہو رہا ہے۔ بہت دیر تک وہ اس کو کچھ بتانے

پر آمادہ نہ کرسکا لیکن جب اس نے اس کو بہت زیادہ ڈانٹا پھٹکارا کہ خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنا رہی ہے تو اس نے ایک خط نکال کر گنجی کے حوالے کیا۔ یہ خط ہتاچی محل کی شہزادی کا تھا۔ گنجی نے اسے لیتے ہوئے کہا: "اس کے چھپانے کی تو کوئی وجہ ہو ہی نہیں سکتی تھی۔" جب تک وہ خط کو پڑھتا رہا میو بو اسے دلچسپی سے دیکھتی رہی، خط ایک موٹے کاغذ پر لکھا ہوا تھا، عطر میں بسایا گیا تھا۔ لکھاوٹ واضح اور پختہ تھی۔ اس کے ساتھ ایک شعر بھی تھا: "آپ کی سنگدلی کی وجہ سے اور صرف اسی وجہ سے میرے چینی لباس کی آستینیں آنسوؤں سے تر ہیں۔" اس نے سوچا کہ اس شعر کا اشارہ کسی ایسی بات کی طرف ہے جس کا خط سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ اشارہ کدھر ہے کہ اس کی نظر ایک بھدے پرانے انداز کے کپڑوں کے بکس پر پڑی جو کرمچ میں لپٹا ہوا تھا۔ میو بو نے کہا۔ "اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیوں اس قدر پریشان تھی، چاہے آپ کو یقین نہ آئے لیکن شہزادی کی خواہش ہے کہ آپ یہ صدری نئے سال کے پہلے دن ضرور پہنیں۔ میں اسے واپس نہیں لے جاؤں گی، یہ بڑی زیادتی ہو گی۔ لیکن اگر آپ پسند کریں گے تو میں اسے آپ کے لئے رکھ لوں گی اور کوئی دیکھے گا نہیں، اور ہاں چونکہ یہ آپ ہی کے لئے ہے اس لئے مہربانی فرما کر اسے دیکھ تو لیجیے قبل اس کے کہ میں اسے لے کر چلی جاؤں۔" گنجی نے کہا۔ "شہزادی نے بڑی مہربانی کی جو یہ صدری مجھے بھیجی ہے مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہو گا کہ اسے واپس چلا جانے دوں۔" اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اسے کیا لکھے۔ اس نے جو شعر بھیجا تھا وہ الفاظ کا ایک ایسا بے ربط ذخیرہ تھا جس سے اسے پہلے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ دوسری نظمیں جو یا گھر کی دوسری عورتوں نے اسے بول دی

ہوں گی اور غالباً جی جو ہی نے شہزادی کا موقلم لے کر اسے لکھ بھی دیا ہوگا۔ جب اس نے اس بات پر غور کیا کہ اس کی شاعرانہ صلاحیتیں کتنی ہوں گی تو اسے اندازہ ہوا کہ ممکن ہے یہ مہمل نظمیں اس کا شاہکار ہوں اور انھیں اسی نظر سے دیکھنا چاہیئے۔ اب اس نے بکس کو دیکھنا شروع کیا۔ میوبو اسے دیکھ دیکھ کر شرمندہ ہو رہی تھی۔ اس میں ایک سادی، پرانی وضع کی پیلے رنگ کی صدری تھی جو کسی اچھے بنے ہوئے کپڑے کی تھی لیکن اس کی کاٹ اور سلائی کچھ اچھی نہیں تھی واقعی یہ عجیب تحفہ تھا۔ اس نے اس کا خط کھول کر اس کے حاشیئے پر بے پروائی سے کچھ لکھ دیا۔ میوبو نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو اس نے یہ شعر لکھا تھا: "یہ کیسے ہوا کہ میں نے زعفران کے اس پھول[1] کو اپنی آستین سے رگڑ دیا جس میں نہ حسن صورت ہے نہ رنگ!؟"

میوبو کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ایک پھول کے خلاف اس طرح ابل پڑنے کا مطلب کیا ہے! آخر کار شہزادی سے گنجی کی مختلف ملاقاتوں کے متعلق سوچتے سوچتے اسے ایک بات[2] یاد آئی جو اس نے ایک چاندنی رات میں خود محسوس کی تھی اور گو اس وقت اسے وہ مذاق بہت ہی تکلیف دہ معلوم ہوا تھا لیکن اس میں لطف بھی آیا تھا۔ اس نے ایک مذاق بے تکلفی سے ایک شعر پڑھا، جس میں شہزادے کو اس بات سے آگاہ کیا گیا تھا کہ اس کی یہ نیم سنجیدگی بھی محتسب دنیا کی نگاہوں میں اسے اس بری طرح بدنام کرنے کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ اس کا فی البدیہ شعر یقیناً ناقص تھا اور گنجی نے سوچا کہ اگر غریب شہزادی

---

[1] جاپانی میں "سویت سُوموہانا" جس نام سے شہزادی کا ذکر اس کہانی میں بعد میں آتا ہے۔
[2] یعنی شہزادی کی ناک کی سرخی۔

میں میبو کی سی معمولی سوجھ بوجھ بھی ہوتی تو حالات بہتر ہوتے اور یہ بات تو بالکل ٹھیک تھی کہ اس مرتبہ کی خاتون کے ساتھ اس طرح تعلقات رکھنا کچھ زیادہ مناسب نہیں تھا۔

اسی وقت ملنے والے آنا شروع ہو گئے۔ گنجی نے صدری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ذرا مہربانی کر کے اسے ایسی جگہ رکھ دو کہ دکھائی نہ دے۔ کیا اس بات پر یقین بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایسی چیز تحفہ میں پیش ہو سکتی ہے؟" یہ کہہ کر اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔ میبو نے دل میں کہا: "ہا! میں نے اسے دکھایا ہی کیوں؟ اب اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مجھ سے ناخوش رہے گا اور شہزادی سے بھی" اور وہ اداس اداس کمرے سے نکل گئی۔

دوسرے دن وہ شہنشاہ کی خدمت پر مامور تھی، جس وقت دوسری خادماؤں کے ساتھ وہ کنیزوں کے کمرے میں تھی کہ گنجی آ گیا اور بولا: "یہ دیکھو! کل والے خط کا جواب آیا ہے۔ مجھے تو یہ بہت ہی بے تکا معلوم ہوتا ہے" یہ کہہ کر اس نے ایک خط اس کے سامنے ڈال دیا۔ جو دوسری عورتیں موجود تھیں ان کا جذبۂ تجسس جاگ اٹھا۔ گنجی "مِکاسا پہاڑی کی خاتون"[1] گنگناتا ہوا باہر چلا گیا جس سے میبو کو بڑا لطف آیا، دوسری عورتیں یہ جاننے کے لئے بے چین تھیں کہ شہزادہ آپ ہی آپ کیوں ہنس رہا تھا۔ کیا کوئی مذاق ہوا تھا؟ میبو نے کہا: "نہیں نہیں میرا خیال ہے کہ شہزادے نے کسی کو دیکھا جس کی ناک صبح کی ٹھنڈک کی وجہ سے سرخ تھی وہ جو گیت گنگنایا وہ بہت ہی برمحل تھا" عورتوں میں سے ایک نے کہا "میں تو سمجھتی ہوں کہ وہ گیت بالکل مہمل تھا۔ آج کل تو کوئی ہے نہیں

---

[1] ایک مشہور گیت جس میں ایک حاملہ کے اس عیب کا ذکر تھا جو شہزادی میں تھا۔

جس کی ناک سرخ ہو، شہزادے کے ذہن میں بیگم سا کون یا ہی کو نوا ولنی سی ہوگی۔"
وہ سب کی سب بالکل اندھیرے میں تھیں۔ جب میبو نے گنجی کا خط پہنچایا تو ہتاچی محل کی
ساری عورتیں اس کے گرد جمع ہوگئیں اور خط کی تعریف کرنے لگیں۔ خط ایک سفید سادہ
کاغذ پر بڑی بے پروائی سے لکھا گیا تھا لیکن پھر بھی بہت شاندار تھا اس نے لکھا تھا: "کیا
آپ کے لباس کا نمونہ بھیجنے کا یہ مطلب ہے کہ آپ ہمارے درمیان جو فاصلہ ہے اسے اور بڑھانا چاہتی ہیں؟"*
سال کا آخری دن تھا اور شام کا وقت کہ اس نے اس بکس میں جس میں
عمدہ ری لائی گئی تھی، ایک درباری خلعت جو اسے پہلے تحفہ میں ملا تھا، ایک
اچھا انگوری رنگ کا لباس اور بہت سی دوسری چیزیں جو زرد گلاب کے رنگ
میں رنگی ہوئی تھیں، رکھ کر واپس کر دیا۔ بکس میبو کے ہاتھ بھیجا گیا۔ شہزادی کی
قدیم خادماؤں نے محسوس کیا کہ گنجی نے رنگ کے معاملہ میں اس کے ذوق کو پسند
نہیں کیا اور یہ چیزیں بھیج کر اسے سبق دیا ہے۔ انھوں نے بے دلی سے کہا: "اچھی
یہ گہرا سرخ رنگ تازہ ہے اس لئے اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن اس وقت کا
خیال کرو جب یہ رنگ اتر جائے گا۔ ہماری مالکہ کی نظم میں بھی اس سے زیادہ
معنویت تھی۔ اس نے جو جواب دیا ہے وہ بس ذرا دیکھنے میں صاف ستھرا ہے۔" شہزادی
اپنی نظم کے متعلق ان کے خیالات سے متفق تھی۔ اس کے لکھنے میں اس نے بڑی
کوشش کی تھی اور بھیجنے سے پہلے اس کی ایک نقل اپنی بیاض میں رکھ لی تھی۔
پھر نئے سال کی تقریبات شروع ہوگئیں۔ اس سال اس دن رقص و سرود

---

* گنجی کی نظم میں اس مشہور لطیفہ کی طرف اشارہ ہے جس میں کہا گیا ہے: "ہم جو ایک
زمانے میں لباس کی دیوار کو بھی اپنے درمیان میں لانے کے روادار نہیں تھے کیا اب
ہمیشہ کے لئے سارا سارا رات ایک دوسرے سے جدا رہیں گے؟"

کا ذرہ تیوہار بھی تھا جس میں امیرزادوں کا ایک گروہ گاتا اور ناچتا محل کے مختلف حصوں میں جاتا ہے۔ ساتویں دن "سفید گھوڑے" کی تقریب ختم ہونے کے بعد گنجی شہنشہ کے دستور سے اپنے کمرے میں گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ رات کمرہ میں رہے گا لیکن بعد میں ہتاچی محل چلا گیا جو پہلے کے مقابلہ میں کچھ کم غیر دلچسپ معلوم ہوتا تھا۔ شہزادی بھی عام دنوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ بے تکلف اور مہربان نظر آرہی تھی وہ اس امید میں تھا کہ شاید وہ بھی موسم کی طرح اپنا چولا بدل رہی ہے۔ اس نے دیکھا کمرے میں دھوپ آرہی ہے، فرا سے تامل کے بعد وہ اٹھا اور سامنے کے کمرے میں گیا۔ مشرقی حصے کے آخر میں جو دوہرے دروازے تھے وہ دونوں پٹ کھلے ہوئے تھے اور برآمدے کی چھت گر جانے کی وجہ سے دھوپ سیدھی مکان میں آرہی تھی۔ ذرا ذرا سی برف اب بھی گر رہی تھی اور اس کی سفیدی صبح کی روشنی کو اور زیادہ تابناک اور چمکدار بنا رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک نوکر اس کو لبادہ پہنا رہا ہے۔ وہ بستر پر اس طرح لیٹی ہوئی تھی کہ اس کا آدھا جسم باہر تھا، اس کا سر نیچے کی طرف لٹک رہا تھا اور اس کے بال زمین پر لہرا رہے تھے۔ اس منظر سے لطف اندوز ہو کر اس نے سوچا کیا وہ دن کبھی نہیں آئے گا جب وہ اس سادگی کو خیرباد کہے گی۔ اس نے زنانخانے کا دروازہ بند کر دینا چاہا لیکن پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ اس نے اس کی صورت کے متعلق جو سخت رائے قائم کی ہے اس کی تلافی کرنا چاہیئے۔ اس لئے اس نے دروازہ ٹھیک سے بند نہیں کیا بلکہ ایک چھوٹی سی نیچی تپائی اٹھا لایا اور اپنی بے ترتیب ٹوپی کو ٹھیک کر کے اس پر بیٹھ گیا۔ ایک کنیز ایک بہت ہی ٹوٹا پھوٹا آئینہ، چینی کنگھی اور آرائش کے دوسرے سامان لائی۔ اسے یہ سوچ کر لطف آیا کہ اس خالص عورتوں کے گھر میں مردوں کا کچھ سامان اب بھی موجود ہے، اگرچہ اتنی خراب حالت میں ہے۔

اس نے دیکھا کہ شہزادی جو کپڑے پہن کر تیار ہو گئی ہے اچھی خاصی آراستہ

پیراستہ معلوم ہو رہی ہے۔ اس نے وہی لباس پہن رکھا تھا جو گنجی نے سال نو سے پہلے اس کے لیے بھیجا تھا لیکن شروع میں اس نے انھیں نہیں پہچانا۔ اسے کچھ یوں ہی سا خیال ہوا کہ لباس کی وضع اس سے ملتی جلتی ہے جو اس نے اس کو تحفہ میں بھیجا تھا۔ اس نے کہا: "مجھے امید ہے کہ اس سال آپ کچھ زیادہ گفتگو کرنے پر آمادہ ہوں گی۔ میں اس دن کا منتظر ہوں جب آپ میری جانب اس سے زیادہ شوق سے مائل ہوں گی جیسے شاعر بلبل کی طرف ہوتا ہے۔ کاش جس طرح یہ سال بدلا ہے اسی طرح آپ میں بھی تبدیلی ہو جاتی!" شہزادی کا چہرہ چمک اٹھا۔ اس کے ذہن میں ایک بات آئی تھی اور زبردست کوشش کی وجہ سے سر سے پاؤں تک کانپ کر اس نے کسی کا یہ قول دہرایا: "اس وقت جب پلو در چڑیا چہچہاتی ہے اور تمام چیزیں نئی ہو جاتی ہیں!" گنجی نے کہا "بہت خوب! یہ اس کی علامت ہے کہ نیا سال واقعی شروع ہو گیا ہے" یہ کہہ کر وہ ہمت افزا انداز میں مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور وہ صوفے پر لیٹی ہوئی نگاہوں سے اس کا تعاقب کرتی رہی۔ ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی وہ آدھا چہرہ اپنے بازو سے چھپائے ہوئے تھی لیکن بدقسمت پھول (یعنی اس کی ناک) اب بھی نمایاں طور پر سامنے تھا۔ گنجی نے مایوس ہو کر سوچا: "وہ واقعی بہت بدصورت ہے۔"

جب وہ نجوان واپس آیا تو اس نے موراساکی کو اپنا منتظر پایا۔ وہ بڑھ کر اس طرح حسین ہو رہی تھی جیسا کہ اسے ہونا چاہیے تھا اور مستقبل کے آثار اچھے تھے وہ سرخ رنگ کی چست سادہ پوشاک پہنے ہوئے تھی۔ اسے اس سے بھی زیادہ شفقت اور خوشی اس کے اس بے بناوٹ انداز میں محسوس ہوئی جس سے وہ اس سے ملنے کے لیے بڑھی تھی۔ اس کی قدامت پسند نانی کی خواہش کے باوجود اس کے دانت سیاہ نہیں رنگے گئے۔ لیکن اس کے ابرو البتہ ہلکے سے رنگ دیے جا سکتے تھے۔ گنجی تب

اس کے ساتھ بیٹھ کر گڑیوں کا کھیل کھیلتا تو متعجب ہو کر اپنے دل سے باربار سوال کرتا: "جب میں اتنی خوبصورت لڑکی کے ساتھ کھیل میں اپنا وقت صرف کر سکتا ہوں تو ایک بدصورت عورت کے پاس اسے کیوں ضائع کروں؟" موراساکی نے تصویریں بنانا اور ان میں رنگ بھرنا شروع کر دیا۔ جب وہ طرح طرح کی دلچسپ اور عجیب تصویریں بنا اور رنگ چکی تو گنجی نے کہا: "اب میں تمہارے لئے ایک تصویر بناؤں گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک عورت کی تصویر بنائی جس کے بال لمبے تھے اور پھر اس کی ناک پر ایک سرخ نقطہ رکھ دیا۔ تصویر میں اس کے اثر پر غور کرتے ہوئے بھی اس نے محسوس کیا کہ یہ چیز تکلیف دہ معلوم ہوتی تھی۔ گنجی نے جا کر آئینے میں اپنی صورت دیکھی اور جیسے اپنے شگفتہ رنگ سے غیر مطمئن ہو کر اس نے اچانک اپنی ناک پر بھی ویسا ہی سرخ نقطہ دے لیا جیسا تصویر والی عورت کی ناک پر تھا۔ اب اس نے پھر آئینہ دیکھا۔ ایک لمحہ میں اس کا خوبصورت چہرہ مضحکہ خیز اور نفرت انگیز نظر آنے لگا۔ شروع میں بچی خوب ہنسی لیکن جب اس نے پوچھا: "اگر میں ہمیشہ کے لئے ہی ایسا بدصورت ہو جاؤں تو بھی کیا تم مجھے پسند کرتی رہو گی؟" تو اس نے چیخ کر کہا: "آپ نے ایسا کیا ہی کیوں؟ کیسا بھیانک ہو گیا چہرہ!" اس نے جھوٹ موٹ اسے مٹانے کی کوشش کا بہانہ کیا۔ پھر افسوس کے ساتھ کہا: "ارے یہ تو چھوٹتا ہی نہیں۔ ہمارے کھیل کا خاتمہ کیسا افسوس ناک ہوا! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب میں محل میں واپس جاؤں گا تو شہنشاہ کیا کہیں گے؟" اس نے یہ باتیں ایسی سنجیدگی سے کہیں کہ موراساکی کو بہت تکلیف ہوئی اور اس نے ٹھیک کرنے کی خواہش میں ایک نرم کاغذ کا موٹا ٹکڑا لے کر اپنی رنگوں کی میز پر رکھے ہوئے پانی کے کٹورے میں بھگو لیا اور اس کی ناک پر رگڑنے لگی۔ اس نے ہنستے ہوئے چیخ کر کہا: "ذرا ہوشیاری سے! کہیں تم میری خدمت اس طرح نہ کرنا جیسا اس کی

محبوب نے ہی چوٹ[۳۱] کی تھی۔ یہ بہتر ہوگا کہ میری ناک کالی ہونے کے بجائے سرخ رہے۔"
ان دو حسین ترین رفیقوں کا وقت اس طرح گذر رہا تھا۔

موسم بہار کی ہلکی دھوپ میں نئی کونپلوں سے لدے ہوئے درخت چمک رہے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ امید افزا حالت آلوچوں کی تھی کیونکہ ان کے شگوفے ہلکی مسکراہٹ میں کھلتے ہوئے ہونٹوں کی طرح مڑنے لگے تھے۔ سب سے پہلے پھل لانے والا سرخ آلوچے کا وہ درخت تھا جو سایہ دار زینے کے قریب اُگا ہوا تھا۔ یہ اپنی پوری بہار پر تھا۔ گنجی نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر یہ گیت گایا:
"اگرچہ یہ درخت اچھا[۳۲] ہے جس پر یہ شگوفے کھلے ہیں۔ لیکن اس کے سرخ پھول مجھے طرح طرح کے شکوک میں مبتلا کر دیتے ہیں۔"

آخر میں ان لوگوں پر کیا گذری اگلے باب میں بیان کیا جائے گا۔

---

[۳۱] یہی چوٹ اپنا چہرہ ایک بوتل سے پانی چھڑک کر بھگویا کرتا تھا تاکہ اس کی محبوبہ یہ سمجھے کہ وہ اس کی نامہربانی پر رو رہا ہے۔ محبوبہ نے پانی میں روشنائی گھول کر اس کی ترکیب کا بھانڈا پھوڑ دیا۔
[۳۲] ظاہر ہے کہ اس سے شہزادی مراد ہے۔ "اگرچہ یہ درخت اچھا ہے" میں اس کی عالی نسبی کی طرف اشارہ ہے۔

ساتواں باب

سرخ پتیوں کا جشن

"طائرِ سرخ" نامی محل میں شاہی نزولِ اجلال بے خزاں مہینے (جاپانی نویں مہینے) کی دسویں تاریخ کو ہونا طے پایا تھا۔ اس سال ہمیشہ کے مقابلہ میں زیادہ دھوم دھام تھی لیکن شاہی محل کی خواتین اس بات پر رنجیدہ تھیں کہ وہ اس میں شرکت نہیں کر سکتیں[1]۔ شہنشاہ کے لئے بھی یہ بات ناقابل برداشت تھی کہ فوجت سوبو اس منظر کا لطف نہ اٹھا سکے اس لئے اس نے محل ہی میں رقص کے ریہرسل کا انتظام کیا۔ شہزادہ گنجی نے جو رقص کیا، اس کا نام تھا "نیلے سمندر کی لہروں کا رقص"۔ تونوچوجو اس کا ہم رقص تھا اور اگرچہ وہ حسن و کمال میں دوسرے لوگوں سے بدرجہا بہتر تھا لیکن گنجی کے مقابلہ میں اس کی حیثیت اس پہاڑی جھاڑی کی تھی جو ایک پھول دار پھولے ہوئے آلوچے کے درخت کے قریب اُگی ہو۔ وہ وقت کیسا حسین تھا جب ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنیں گنجی پر پڑ رہی تھیں اور موسیقی کی

---

[1] انھیں محل چھوڑنے کی اجازت نہیں تھی۔

سے تیز ہو گئی تھی! دیکھنے والوں نے کبھی قدموں کو اس نزاکت سے حرکت کرنا اور سر کو اس حسن سے توازن قائم رکھتے نہیں دیکھا تھا۔ ناچ کے پہلے دور کے بعد جو پہلا گیت اس نے گایا اس میں اس کی آواز اس طائرِ فردوس[1] کی طرح شیریں تھی جس کا گیت مہاتما بدھ کا قانون بن جاتا ہے۔ یہ رقص ایسا خوبصورت اور پُر اثر تھا کہ اس کے خاتمہ پر شہنشاہ کی آنکھیں تر ہو گئیں اور تمام شہزادے اور امرا زور زور سے رونے لگے۔ گیت ختم ہوا۔ گنجی نے رقص کے لئے جو آستینیں اُلٹی تھیں، سیدھی کیں اور دوسرے گیت کے شروع ہونے کا انتظار کرنے لگا، یہاں تک کہ رقص کے دوسرے دور کا ساز چھڑا، اس وقت اس کا تمتمایا ہوا اور پر اشتیاق چہرہ واقعی اُسے "روشن جبین گنجی" کے لقب کا مستحق بنا رہا تھا۔ ملکہ کوکی ڈن کو یہ بات بالکل پسند نہ تھی کہ اس کے سوتیلے لڑکے کے حسن کا اتنا تذکرہ ہو اس لئے اس نے طنزاً کہا: "وہ ہر حیثیت سے بہت حسین ہے۔ ابھی ہم دیکھیں گے کہ آسمان سے کوئی دیوتا آکر اسے اٹھا لے جائے گا[2]" نوجوان کنیزوں اور خادماؤں نے اس جملہ کے تعصب آمیز لہجہ کو محسوس کیا اور پریشان ہوئیں۔ جہاں تک فوجیتسوبو کا تعلق ہے وہ دل ہی دل میں یہ کہہ رہی تھی کہ اگر وہ دونوں اس مجرمانہ راز میں شریک نہ ہوتے تو یہ رقص جو وہ دیکھ رہی تھی اسے خوش اور متحیر کر دیتا۔ جو صورت حال تھی اس میں تو وہ اس طرح بیٹھی تھی جیسے خواب دیکھ رہی ہو اور جیسے اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو۔

وہ اپنے کمرے میں واپس آگئی۔ شہنشاہ اس کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا: "آج

---

[1] یعنی کلاوِنکا جنت میں گانے والی چڑیا۔

[2] سات سال کے اس شہزادے کی طرف اشارہ ہے جسے حاسد دیوتا آسمان پر اٹھا لے گئے

کے ریہرسل میں "نیلے سمندر کی لہروں کا رقص" بہت اچھا رہا" لیکن یہ دیکھ کر کہ اس نے کوئی خیال ظاہر نہیں کیا، پھر کہا: "تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے مجبوراً جواب دیا: "ہاں بہت اچھا تھا" شہنشاہ نے کہا "مجھے گنجی کا ساتھی بھی برا نہیں معلوم ہوا۔ جس طرح ایک غیر پیشہ ور اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتا ہے اسی سے اس کے اور ایک پیشہ ور کے درمیان تمیز کی جا سکتی ہے۔ ہمارے بعض استادوں نے اپنے بچوں کو بہت اچھا رقاص بنا دیا ہے لیکن ان میں کبھی وہ تازگی اور کشش نہیں ہوتی جو ہمارے طبقہ کے نوجوانوں میں پائی جاتی ہے۔ انھوں نے ریہرسل میں اپنی اتنی قوت صرف کر دی ہے کہ مجھے اندیشہ ہے شاید اصل تقریب میں وہ بات پیدا نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں نے یہ تکلیفیں اس لئے اٹھائیں کہ تم ریہرسل میں تھیں اور جشن میں نہ ہو گی"۔

دوسرے دن صبح کو اسے گنجی کا ایک خط ملا جس میں لکھا تھا: "ریہرسل کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ جو لوگ میرا رقص دیکھ رہے تھے انھیں کیا معلوم کہ سارے وقت میرے ذہن میں کون سا طوفان بپا تھا!" اس کے ساتھ اس نے یہ نظم بھی لکھ بھیجی: "جب عشق نے مجھے بالکل بے کار کر دیا تھا اس وقت بھی میں اٹھ کھڑا ہوا اور دوسروں کے ساتھ اچھلا کودا۔ کیا آپ نے یہ سمجھا کہ میری ناچنے والی لمبی آستینوں کی حرکت کا کیا مقصد تھا؟" خط کے آخر میں اس نے اسے رازداری اور احتیاط کی نصیحت کی تھی۔ اس نے جو جواب دیا اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اپنے دلی ہیجان کے باوجود وہ اس سے بالکل بے خبر نہیں تھی کہ ان لوگوں پر کون سا جادو کام کر رہا تھا۔ اس نے اسے لکھا تھا: "اگرچہ دور دراز کے ایک چینی نے اپنی ناچنے والی لمبی آستینوں کو حرکت دی، لیکن اس نے میرے دل کو خوشی اور حیرت سے معمور کر دیا"۔

نوجت سو بو کے پاس سے ایک ایسا خط، واقعی اس کے لئے تعجب خیز تھا اس نے اسے خوش کر دیا کہ اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ درباری رسم سمندر پار کے ایک رسم سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے الفاظ کا لہجہ شاہانہ تھا۔ سچ یہ ہے کہ ایسا ہی اس کے لئے مقدر تھا۔ سرخوشی کے عالم میں مسکراتے ہوئے اس نے خط کو اپنے سامنے کھول کر رکھ لیا اور دونوں ہاتھوں سے اسے مضبوطی سے پکڑلیا جیسے پروہت اپنی مقدس کتابیں پکڑتے ہیں۔ پھر دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا۔

جشن کے دن شہزادے اور درباری امرا سب حاضر تھے۔ ولی عہد کو بھی جلوس میں شریک ہونا پڑا۔ جب جھیل میں وہ کشتیاں خوب چل چکیں جن پر موسیقی کا انتظام تھا تو کوریائی اور سمندر پار والے ملک کے باجوں کے دور چلنے لگے۔ ساری وادی رقص وسرود اور نقاروں کی آواز سے گونج رہی تھی۔ شہنشاہ کو اس بات پر اصرار تھا کہ گنجی کے کمالِ فن کو ایک معجزہ یا مذہبی شگونِ نیک کا درجہ دیا جائے اور فرمان جاری کیا گیا کہ ہر مندر میں خاص عبادات بجالائی جائیں۔ زیادہ تر لوگوں کو یہ بات ٹھیک معلوم ہوئی لیکن کوکی ڈن نے صاف کہہ دیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ شہنشاہ کے حکم سے "حلقہ*" کا انتخاب بلا امتیاز ساری سلطنت کے عوام و خواص دونوں میں سے کیا گیا، نگاہ صرف کمالِ فن پر رکھی گئی۔ تقریب کے دو نگراں سائے مون نو کامی اور اوئے مون نو کامی، آرکسٹرا کے دائیں اور بائیں بازو کی دیکھ بھال کر رہے تھے، ماہرینِ رقص کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ اس جشن کے لئے غیر معمولی صلاحیت کے فن کاروں کو تلاش کر کے انھیں اپنے

---

* جو لوگ ناچنے والوں کے گرد اس وقت حلقہ بنا کر کھڑے ہوتے ہیں جب وہ کپڑے تبدیل کرتے ہیں۔

گھروں میں تعلیم دیں۔ جب خزاں کے اونچے درختوں کی سرخ پتیوں کے نیچے اپنی بانسریاں لے کر چالیس آدمی حلقہ باندھ کر کھڑے ہوئے اور ان کے گیتوں میں صنوبر کے جھنڈ میں سے خوفناک راگ گاتی ہوئی پہاڑی ہوا نے بھی اپنی آواز ملا دی اور اسی وقت بکھری اور اڑتی ہوئی پتیوں کے درمیان اپنی پوری شان و شوکت سے "نیلے سمندر کی لہروں کا رقص" اچانک شروع ہو گیا تو سارے تماشائیوں پر ایک ایسی مسرت طاری ہو گئی جو خوف کی کیفیت سے مشابہ معلوم ہوتی تھی۔

گنجی میپل کا جو طرہ لگے ہوئے تھا ہوا کی تیزی کی وجہ سے اس کی بہت سی پتیاں گر گئیں تھیں۔ وزیر لیسار الدولہ نے یہ محسوس کر کے کہ جو دو چار سرخ پتیاں باقی رہ گئی ہیں وہ بری معلوم ہوتی ہیں، شہنشاہ کی نشست کے سامنے لگے ہوئے گل داؤدی کے پودے سے پھولوں کا ایک گچھا توڑ لیا اور رقص کرنے والے کے طرے میں آویزاں کر دیا۔

شام ہوتے ہوتے آسمان ابر آلود ہو گیا اور ایسا نظر آنے لگا کہ بارش ہو گی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موسم کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ ایسا منظر جلد پھر دیکھنے میں نہیں آئے گا اس لئے جب تک کہ تمام تقریبات ختم نہیں ہو گئیں پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ رنگا رنگ پھولوں کے اس طرہ کے ساتھ گنجی کا "رقصِ آخر" ریہرسل والے دن کے رقص سے بھی زیادہ حیرت خیز تھا اور مسحور تماشائیوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ کسی اور دنیا کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ عام ان پڑھ لوگ جو دور درختوں کی جڑوں پر بیٹھے ہوئے تھے یا کسی چٹان کے سائے میں کھڑے تھے یا گری ہوئی پتیوں کے ڈھیر میں ڈوبے ہوئے تھے، ان میں سے مشکل ہی سے کوئی ایسا سخت دل رہا ہو گا جس نے آنسو نہ بہائے ہوں۔ اس کے بعد جو کیوڈن کا لڑکا[۵]

---

[۵] گنجی کا سوتیلا بھائی۔ شہنشاہ کا ایک اور ناجائز بیٹا۔

نے جو ابھی بہت کم عمر تھا "بادِ خزاں" نامی رقص کیا۔ بعد کے کمالات نے لوگوں کو بہت کم متوجہ کیا کیونکہ انھیں حیرت و مسرت کا پورا حصہ مل گیا تھا اور وہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اب جو کچھ ہوگا وہ جو ہو چکا ہے اس کے لطف کو بھی برباد کر دے گا۔

اس رات کو گنجی کو ترقی دی گئی اور تیسرے منصب کا پہلا درجہ دے دیا گیا اور تو نوچوجو کو چوتھے منصب کے درمیانی درجہ میں رکھا گیا۔ دربار کے تمام نوجوان امرا ایک زینہ اوپر کر دیئے گئے اور گو انھوں نے اپنی خوش قسمتی کو دھوم دھام سے منایا لیکن انھیں اس بات کا احساس تھا کہ یہ سب کچھ گنجی کے طفیل میں ہوا ہے۔ انھیں اس بات پر تعجب تھا کہ ان کی قسمتیں کس طرح شہزادے کی قسمت سے وابستہ ہو گئی ہیں جس کی وجہ سے یہ خلاف توقع خوش نصیبی ہاتھ لگی۔

فوجت سو اب اپنے گھر پہونچ گئی تھی اور گنجی نے اس انتظار میں کہ شاید اس سے ملنے کا کوئی موقع نکل آئے، بڑے محل جانا تقریباً ترک کر دیا تھا اس لئے وہاں وہ بہت بدنام تھا۔ اس کے تھوڑے ہی دن بعد وہ موراساکی کو اپنے یہاں لایا۔ آؤئی نے بھی یہ افواہ سنی لیکن اسے اتنا ہی معلوم ہوا کہ کوئی گنجی کے ساتھ رہتا ہے، یہ خبر نہیں ملی کہ ایک بچّی ہے، ان حالات میں اس کا ستم زدہ ہونا بالکل فطری تھا۔ اگر اس نے دوسرے لوگوں کی طرح اپنے جائز غصے کا اظہار کیا ہوتا اور اسے بُرا بھلا کہتی تو وہ اس سے ساری باتیں بتا دیتا اور معاملات ٹھیک ہو جاتے لیکن ہوا یہ کہ اس نے اپنی سرد مہر علاحدگی دوگنی کر دی اور اس طرح جن باتوں کے خلاف یہ احتجاج تھا وہ اپنی دلچسپی کے لئے ان ہی باتوں کی طرف اور بڑھتا گیا۔ صرف اس کا حسن ہی بے داغ اور جاذب نہیں تھا جو اُسے توجہ پر مجبور کرتا تھا۔ بلکہ یہ حقیقت بھی اس کے دل میں جگہ بن جاتی تھی کہ وہ اسے اتنے دنوں سے جانتا ہے جب کسی اور سے واقف نہیں تھا اور وہ بھی اس

حقیقت سے بے خبر معلوم ہوتی تھی۔ اسے اس بات کا بالکل یقین تھا کہ اپنے دل کی گہرائیوں میں وہ اس قدر تنگ نظر اور کینہ پرور نہیں ہے اور یہ چیز اسے امید بندھاتی تھی کہ کبھی نہ کبھی وہ ضرور راہ پر آجائے گی۔

اس دوران میں جب وہ موراساکی سے اور زیادہ مانوس ہوا تو اسے اس کی صورت اور طبیعت دونوں قابل اطمینان نظر آنے لگیں۔ وہ کم سے کم اس کو اپنی پوری محبت دے سکتی تھی۔ ابھی وہ اپنے محل کے نوکروں پر بھی اس کی حقیقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ محل کا وہ مغربی حصہ جو ذرا دور پڑتا تھا اب بھی اس کے استعمال میں تھا لیکن اب وہ بہت اچھی طرح سجا دیا گیا تھا اور گینجی یہیں برابر اس سے ملا کرتا تھا۔ وہ اسے ہر طرح کی باتیں سکھاتا تھا، اسے مشقیں لکھ دیتا تاکہ وہ ان کی نقل کرے اور اس کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرتا جیسے کوئی اپنی لڑکی کے ساتھ کرتا ہے جو کچھ دنوں تک اپنے سوتیلے والدین کے پاس رہ کر واپس آئی ہو۔ اس نے اس کے نوکر چاکر خوب سوچ سمجھ کر مقرر کئے تھے اور انھیں حکم دے رکھا تھا کہ حتی الامکان اسے ہر طرح کا آرام پہونچائیں لیکن کوریمتسو کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ لڑکی کون ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ اس کے باپ کو بھی اس بات کا پتہ نہ تھا کہ اس کی لڑکی کہاں ہے۔

لڑکی اب بھی کبھی اپنے ماضی کو یاد کرتی اور اس وقت اپنی نانی کے بغیر اس کو بڑی تنہائی کا احساس ہوتا۔ جب گینجی موجود ہوتا تو وہ اپنے غم کو بھول جاتی لیکن شام کے وقت وہ شاید ہی کبھی رہتا ہو۔ اسے اس بات سے تکلیف ہوتی تھی کہ وہ اس قدر معروف رہتا ہے اور جب وہ شام کے وقت جلدی جلدی کسی عجیب جگہ کے لئے روانہ ہو جاتا تو وہ اس کی کمی کو بری طرح محسوس کرتی لیکن اس بات پر اسے غصہ کبھی نہیں آتا تھا۔ کبھی کبھی وہ بلا ناغہ دو تین دن تک شاہی

محل یا بڑے محل میں رہ جاتا اور واپس آکر اسے بہت افسردہ اور غمگین پاتا اس وقت اسے ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے اس نے اپنے ہی کسی بچے سے بے پروائی برتی ہے۔ یہ سوچ کر وہ اپنی رات کی آوارہ گردی کی طرف سے پریشان ہو جاتا

جب سنیاسی کو یہ معلوم ہوا کہ گنجی نے موراساکی کو اپنے پاس پرورش کے لئے لے لیا ہے تو اسے بڑی حیرت ہوئی لیکن اس میں اس کو کوئی نقصان کی صورت نظر نہیں آئی بلکہ خوش ہوا کہ اس کی دیکھ بھال اچھی طرح ہوگی۔ وہ اس بات پر بھی ممنون احسان ہوا کہ گنجی نے مرحومہ راہبہ کی روح کے ایصال ثواب کے لئے خاص شان وشکوہ سے مراسم بجالانے پر اصرار کیا۔

جب وہ فوجت سوبو کے محل میں اس سے ملنے کے لئے گیا تاکہ وہ خود اس کی تندرستی اور صحت کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہاں اس کی بہت سی کنیزیں اور خادمائیں (میوبو، چوناگون، ساکت سوبو کا ساز وغیرہ) ملیں لیکن فوجت سوبو کے دیکھنے کے آثار ہی نظر نہ آتے، اس بات سے وہ بہت مایوس ہوا۔ انھوں نے اس کی تفصیلی حالت بتائی جس سے اس کے اندیشے کم ہونے لگے اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ اتنے میں شہزادہ ہیو بوکیو[1] کے آنے کی اطلاع ہوئی۔ گنجی فوراً باہر نکل پڑا کہ اس سے گفتگو کرے۔ اس وقت شہزادہ اسے بہت ہی خوبصورت نظر آیا اور اس کے انداز میں ایسی ملائمت اور جاذبیت دکھائی دی (گنجی اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا لیکن شہزادہ کو اس کا علم نہ تھا) جو دیکھنے والے کی نظر میں فوجت سوبو اور موراساکی سے اس کا رشتہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھی۔ گنجی نے شہزادے کو ایک کا بھائی اور دوسرے کا

---

[1] فوجت سوبو کا بھائی اور موراساکی کا باپ

باپ سمجھ کر فوراً ہی اُنس کی ایک فضا پیدا کرلی اور دونوں میں بڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ ہیوبوکیبو کو یہ محسوس کرنے میں دیر نہیں لگی کہ گنجی اس سے ایسی محبت کا برتاؤ کر رہا ہے جو اس نے اس سے پہلے کبھی ظاہر نہیں کی تھی۔ فطرتاً اس میں شکر گذاری کا جذبہ پیدا ہوا حالانکہ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ ایک مفہوم میں گنجی اس کا داماد بن گیا ہے۔ دیر ہو رہی تھی اور ہیوبوکیبو کی بہن سے ملنے کا وقت آ گیا تھا جو دوسرے کمرے میں تھی۔ کسی قدر تلخی کے ساتھ گنجی کو یہ بات یاد آئی کہ بہت دن پہلے شہنشاہ نے اسے گنجی کے ساتھ کھیلنے کے لئے بلایا تھا، اس زمانہ میں وہ جس وقت چاہتا اس کے کمرے میں دوڑتا پھرتا تھا، اب وہ وقت آ گیا تھا کہ وہ دوسرے کے ذریعہ بھیجے ہوئے پیغامات کے علاوہ کسی اور طرح اس سے مخاطب بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اس کی دسترس سے اس قدر دور ہو گئی تھی جتنی ہو سکتی تھی۔ حالات کو ناقابل برداشت محسوس کر کے اس نے شہزادے ہیوبوکیبو سے بہ ادب کہا: "میری خواہش ہے کہ آپ سے اکثر ملاقات ہوتی رہے۔ جب تک کسی سے ملنے جلنے کی کوئی خاص وجہ نہ ہو میں ملنے جلنے میں بہت کاہل ہوں لیکن اگر کبھی آپ کا جی چاہے تو آپ شوق سے مجھے بلا سکتے ہیں، مجھے خوشی ہوگی ..." یہ کہہ کر وہ جلدی سے چل دیا۔

اومیوبو جس نے فوجت سوبو سے گنجی کے ملنے کا انتظام کیا تھا اپنی مالکہ کو پھر مایوسی کے غار میں گرتا دیکھ کر اور اس کی بعد از وقت احتیاط سے پریشان ہو کر ہر وقت اس فکر میں رہتی تھی کہ انھیں پھر کسی طرح یکجا کر دے لیکن دن اور مہینے گذرتے گئے اور اس کی کوششیں ناکام رہیں۔ ادھر دونوں بیچارے عاشقوں کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے دلوں سے اس محبت کو دور کرنے کی بے پناہ کوشش میں لگے ہوئے تھے جو دائمی تباہی کا سبب تھی۔

موراساکی کی آیا شوناگون جو گنجی کے محل میں ناقابل یقین عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہی تھی اپنی اس خوش قسمتی کو راہبہ کی دعاؤں کا اثر سمجھتی تھی جس مہاتما بدھ کی حفاظت میں اس نے اپنی نواسی کو سونپا تھا، انھیں نے اس کے لیے یہ معقول انتظام کر دیا تھا۔ اس طرح رہنے میں کچھ نقصانات بھی تھے۔ آؤ‌ای کے غرور سے تو کچھ ڈر نہ تھا لیکن اس کا نتیجہ ضرور معلوم ہوتا تھا، کہ گنجی دائیں بائیں بھٹکتا رہے گا اور جیسے ہی سمجھنے کے قابل ہوگی یہ بات اس چھوٹی سی شہزادی (موراساکی) کے لئے بڑی تکلیف دہ ہو جائے گی۔ لیکن وہ بچی کی صحبت کا اتنا شائق معلوم ہوتا تھا کہ شوناگون اس سے مایوس بھی نہیں ہوتی تھی۔

بے خد مہینے کے خاتمے پر جب نانی کو مرے ہوئے تین مہینے ہو گئے موراساکی نے سوگ بڑھایا لیکن یہی بات مناسب معلوم ہوئی کہ چونکہ اس کی پرورش یتیموں کی طرح ہوئی ہے ابھی وہ زرق برق لباس نہ پہنے اس لئے وہ سرخ یا زرد یا بھورے رنگ کی سادی قمیص پہنتی تھی اور اس میں بھی وہ بہت خوش اور دلکش نظر آتی تھی۔

سال نو کی تقریب میں دربار جانے سے پہلے وہ اس کو دیکھنے آیا اور کہنے لگا "یہ سمجھو کہ آج سے تم بڑی ہو گئیں" یہ کہہ کر وہ جب اسے مسکراتا ہوا کھڑا دیکھ رہا تھا تو موراساکی کو ایسا پیارا اور خوبصورت معلوم ہوا کہ اس کا رخصت ہونا اسے ناقابل برداشت معلوم ہونے لگا اور اس امید میں وہ اپنی گڑیاں نکال لائی کہ وہ کچھ دیر ٹھہر جائے گا اور اس کے ساتھ کھیلے گا۔ گڑیے کا ایک بازیچی خانہ تھا جو تھا تو صرف تین فٹ اونچا لیکن اس میں سارے برتن موجود تھے اس کے علاوہ وہ بہت سے چھوٹے چھوٹے گھروندے تھے جو گنجی نے اس کے لئے

بنائے تھے۔ اس نے انھیں اس طرح پھیلا کر رکھ دیا تھا کہ ان پر قدم رکھے بغیر ادھر سے گذرنا مشکل تھا۔ موراساکی نے (ایک گڑیا نکھلتے ہوئے) بہ ظاہر بڑے رنج سے کہا: "یہ دیکھیے، کل اِنو نے پرانے سال کے بھوتوں کو نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے توڑ دیا۔ اب میں اس کی مرمت کر رہی ہوں۔" گنجی بولا: "کیسا شریر لڑکا ہے! میں اس کی مرمت کر دوں گا۔ ادھر آؤ! نئے سال کے پہلے دن رونا دھونا ٹھیک نہیں۔" یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ گیارے کے خاتمے پر بہت سے نوکر چاکر جمع ہو گئے کہ اس شان سے دربار جاتے ہوئے اسے دیکھ لیں۔ یہ منظر دیکھنے کے لئے موراساکی بھی باہر نکل آئی۔ جب وہ اندر واپس آئی تو اس نے اپنے ایک گڈے کو بڑا بجز کیلا لباس پہنایا اور اس کے ساتھ ایک کھیل کھیلی جس کا نام اس نے رکھا: "شہزادہ گنجی کی آمد بادشاہ کی خدمت میں" شوناگون نے کسی قدر ناپسندیدگی کے انداز میں کہا "اس سال اب تمہیں بالکل بچیوں کے سے کھیل میں نہیں لگا رہنا چاہیئے، جب دس برس کی عمر ہو جائے تو لڑکیوں کو گڑیے کھیلنا ختم کر دینا چاہیئے۔ تمہیں ایک ایسا مہربان شخص مل گیا ہے جو تمہارا شوہر بننے والا ہے، اس کے سامنے تمہیں اچھی بڑی عورتوں کی طرح رہنا چاہیئے ورنہ وہ انتظار کرتے کرتے تھک جائے گا۔" اس نے یہ بات اس خیال سے کہی کہ گنجی اس کو کھیل میں اس درجہ منہمک دیکھ کر افسردہ ہوتا ہوگا۔

کیونکہ اس طرح یہ بات ہمہ وقت اس کے ذہن میں آتی رہتی ہوگی کہ یہ ابھی بالکل بچی ہے۔ اس کی اس تنبیہ سے پہلی دفعہ موراساکی کو یہ معلوم ہوا کہ گنجی اس کا شوہر بنے گا، شوہر کیسے ہوتے ہیں، اس بارے میں وہ سب کچھ جانتی تھی، بہت سی کنیزوں کے شوہر موجود تھے مگر سب بدصورت! اسے بہت خوشی تھی اس کا شوہر بہت جوان اور خوبصورت ہوگا۔ بہرحال اس کا

اس مسئلہ پر دھیان دینا ہی اس بات کو ظاہر کرتا تھا کہ اس کا سن شعور شروع ہو گیا ہے۔ اس کی بچکانی صورت اور طور طریقے ایسے برے نہ تھے جتنا شونا گون سمجھتی تھی کیونکہ اس کے بچپن کی وجہ سے گنجی کے حیرت زدہ گھر والوں کے دل میں اس قسم کے شکوک پیدا نہیں ہو سکے جو کسی لڑکی کے گھر میں آجانے سے ہو سکتے تھے۔
شاہی دربار سے واپس آتے ہی وہ اپنی سسرال بڑے محل گیا۔ آ اُوا ای ویسی ہی بنی ٹھنی بیٹھی تھی اور ویسی ہی سرد مہر۔ اس سے گنجی کا دل ہمیشہ زخمی ہو جاتا تھا۔ اس نے کہا: "اگر تم بھی نئے سال کے ساتھ ذرا سا بدل گئی ہوتیں، یہ سرد مہری اور کھچاؤ ذرا سا کم ہو گیا ہوتا، تب مجھے کتنی خوشی ہوتی!" لیکن آ اُوا ای نے تو یہ سن لیا تھا کہ کوئی عورت اس کے ساتھ رہتی ہے اور فوراً ہی اپنے دل میں یہ فیصلہ بھی کر لیا تھا کہ وہ دودھ کی مکھی کی طرح بالکل نکال کر پھینک دی گئی ہے اس لئے وہ پہلے سے بھی زیادہ بھری ہوئی تھی لیکن اس نے ایسا ظاہر کیا کہ وہ اس بات کو دیکھ ہی نہیں رہی ہے اور اپنی خوشدلی اور طاقت سے آخر اسے اپنی باتوں کا جواب دینے پر رضامند بھی کر لیا۔ وہ جو اس قدر اپنے کو لئے دیے اور اس سے بہت فاصلہ پر رہتی تھی کہیں اس کا سبب یہ تو نہیں تھا کہ وہ اس سے چار سال عمر میں بڑی تھی؟ لیکن یہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس میں وہ کون سا نقص نکال سکتا تھا؟ وہ ہر طرح سے مکمل تھی اور گنجی کو اس بات کا احساس تھا کہ اگر وہ ناخوش اور بیزار سی رہتی ہے تو یہ صرف اس کی ذہنی بے اعتدالیوں کا نتیجہ ہے۔ آخر وہ ایک وزیر سلطنت کی بیٹی تھی اور ایک ایسے وزیر کی، حکومت میں جس کا بہت اثر و وقار تھا۔ وہ شہنشاہ کی بہن کی اکلوتی بیٹی تھی اور اس کی پرورش اہمیت اور مرتبہ کے پورے احساس کے ساتھ کی گئی تھی، ذرا سی بے عزتی اور معمولی سی ہتک بھی اس کو متحیر کر دیتی تھی۔ گنجی

ساری باتیں کسی قدر مبالغہ آمیز اور مصنوعی معلوم ہوتی تھیں اور چونکہ وہ ان کو نظر انداز نہیں کرتا تھا اس لیئے اختلافات بڑھتے ہی جاتے تھے۔

آؤ ای کا باپ گنجی کی ظاہری تلون مزاجی سے پریشان رہا کرتا تھا لیکن جیسے ہی اس کا سامنا ہوتا وہ اپنی ساری شکایتیں فراموش کر دیتا اور محبت سے پیش آتا۔ جب دوسرے دن گنجی جانے لگا تو اس کا خسر اس کے کمرے میں آیا اور اس کے لباس پہننے میں مدد کرنے لگا۔ وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی ایک موروثی پیٹی بھی لایا جس کی شہرت دور دور تک تھی۔ اس نے گنجی کی خلعت کا پچھلا دامن جو سکڑ گیا تھا کھینچ کر ٹھیک کیا اور اس کا جوتا اٹھانے کے سوا ہر چھوٹی سی چھوٹی خدمت بڑے شفقت آمیز انداز میں بجا لایا۔ گنجی نے پیٹی اس کے ہاتھ سے لے کر واپس کرتے ہوئے کہا: "یہ شاہی دعوتوں اور ایسے ہی دوسرے اہم مواقع کے لئے ہے۔" وزیر نے جواب دیا: "میرے پاس اور پیٹیاں اس سے بھی زیادہ اچھی ہیں، جو شاہی دعوت کے لئے میں تمہیں دوں گا، یہ کچھ ایسی قیمتی نہیں ہے بس ذرا اس کا کام کسی قدر انوکھا ہے۔" گنجی کے احتجاج کے باوجود اس نے اصرار سے پیٹی اس کی کمر میں لگا دی۔ اس طرح کی خدمتیں بجا لانا اس کی زندگی کا اہم ترین کام تھا۔ اگر گنجی یہاں آنے میں کچھ لاابالی تھا تو کیا ہوا؟ ایسے خوبصورت نوجوان کا کسی گھر میں جانا اور اس سے باہر نکلنا ہی اسے بہت زیادہ مسرت خیز معلوم ہوتا تھا۔

گنجی نئے سال کے موقع پر بہت زیادہ لوگوں کے یہاں نہیں گیا۔ پہلے وہ شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر ولی عہد کے یہاں اور اس کے بعد سابق شہنشاہ کے یہاں۔ آخر میں وہ تیسرے طبقے میں شہزادی فوجت سوبو کے گھر گیا۔ جب وہ مکان میں داخل ہوا تو نوکروں نے دیکھا اور محسوس کیا کہ وہ گذشتہ

سال کے مقابلے میں کتنا بڑھا اور بدل گیا ہے۔ انھوں نے کہا: "دیکھو تو! اپنی آخری آمد کے بعد سے وہ کیسا بڑا ہو گیا ہے۔ فوجت سو بو کو وہ صرف بس دور سے دیکھ سکا۔ اس سے اس کے دل میں بہت بُرے بُرے خیالات آئے۔ اس کے بچے کے متعلق یہ خیال تھا کہ بارہویں مہینے میں پیدا ہو گا۔ اور اب اس کی حالت کی طرف سے کچھ تشویش ہو رہی تھی، اس کے نئے سال کے ابتدائی ہفتوں میں پیدا ہونے کا یقین اس کے گھر والوں کو بھی تھا اور شاہی دربار میں بھی یہی اعلان کر دیا گیا تھا لیکن پہلا مہینہ گذر گیا اور کچھ نہ ہوا۔ اب یہ افواہ اُڑنے لگی کہ اسے کوئی آسیب ہے وہ خود بہت افسردہ رہنے لگی۔ اسے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ آخر کار جب بچہ پیدا ہو گا تو وہ زندہ ہی نہیں بچے گی اور اپنے متعلق اس خیال نے اسے اتنا الجھن میں ڈالا کہ وہ بہت زیادہ بیمار ہو گئی۔ جتنی زیادہ دیر ہوتی جاتی تھی گنجی کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا جاتا تھا اس لئے اس نے خفیہ طریقہ پر تمام مندروں میں اس کے لئے دعا اور عبادت کا انتظام کرایا۔ اُسے بالکل یقین تھا کہ بچہ کا جو کچھ بھی ہو، فوجت سو بو بچ ہی نہیں سکتی اسی وقت یہ خبر آئی کہ دوسرے مہینے کے دسویں دن اس کے خیریت سے بچہ پیدا ہو گیا۔ اس خبر سے شہنشاہ کے دل میں اور شاہی دربار میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔

اس کی اور بچے کی زندگی کے لئے شہنشاہ کی دعائیں اسے بے حد غمگین اور پریشان کرتی تھیں کیونکہ وہ جانتی تھی کہ بچہ اس کا نہیں ہے۔ پھر جب اس کو کوکی ڈن اور دوسروں کی حاسدانہ بد فالیوں کی خبر دی جاتی تو فوراً اس میں یہ الٹی خواہش پیدا ہوتی کہ وہ ان کی امیدوں پر پانی پھیر دے اور ان کو خود ان کی نگاہوں میں ذلیل کر دے جن سے رازدارانہ انداز میں یہ بد شگونیاں کی گئی

تھیں۔ قوت ارادی کی زبردست کوشش سے اس نے اپنی ناامیدی پر قابو پالیا جو اس پر چھائی ہوئی تھیں اور آہستہ آہستہ اس کی اصلی طاقت واپس آنے لگی۔

شہنشاہ، فوجت سوبو کا بچہ دیکھنے کے لئے بے چین تھا اور یہی حال گنجی کا تھا (حالانکہ وہ اس معاملہ میں اپنی دلچسپی کو پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا) چنانچہ وہ اس کے محل میں اس وقت گیا جب وہاں بہت تھوڑے سے لوگ تھے اور یہ لکھ کر بھیجا کہ چونکہ شہنشاہ بچے کو دیکھنے کے لئے بے قرار ہے اور رسم کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ابھی کئی ہفتے تک اسے نہ دیکھے، اس لئے کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ گنجی اسے دیکھ لے اور جاکر شہنشاہ سے اس کی شکل صورت کا ذکر کردے! اس نے کہلا بھیجا کہ اس کے خیال میں بچہ کو کسی ایسے دن دیکھنا مناسب ہوگا جب وہ ذرا کم رو رہا ہو لیکن حقیقت یہ تھی کہ اس کے انکار کا بچے کے مزاج سے کوئی تعلق نہ تھا، وہ اس خیال ہی کو برداشت نہیں کرسکتی تھی کہ گنجی اسے دیکھے! اسے کامل یقین تھا کہ گنجی سے بہت زیادہ مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کا دل ہمہ وقت خوف کے ظالم کلبوت کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ جلد ہی دوسرے لوگ اس بچے کو دیکھیں گے اور فوراً ہی پورے یقین کے ساتھ اس کے ارتکاب جرم کا راز معلوم کرلیں گے جو دنیا بال کے برابر غلطی ہو جانے پر بھی الزام لگاتی ہے وہ اتنے بڑے گناہ کو کیوں کر معاف کرے گی؟ ایسے خیالات اسے مسلسل ستاتے رہتے تھے یہاں تک کہ وہ پھر اپنی زندگی سے عاجز آگئی۔

وہ او میدبو سے کبھی کبھی ملتا رہتا تھا اور اگرچہ اس سے برابر منت سماجت کرتا کہ فوجت سوبو سے ملاقات کا کوئی بندوبست کردے لیکن کوئی فائدہ

نہیں ہوتا تھا۔ بچے کے متعلق وہ اس پر سوالات کی بوچھار کر دیتا اور آخر کار اسے کہنا پڑتا: "آخر آپ مجھے اس قدر عاجز کیوں کرتے ہیں؟ بہت جلد جب وہ دربار میں لایا جائے گا تو آپ خود اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں گے۔" اگرچہ یہ باتیں وہ جھنجھلا کر کہتی تھی لیکن اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے دل پر کیا گذر رہی ہے اور اس کے لئے غمگین ہو جاتی تھی۔ معاملہ ایسا نہیں تھا جس پر وہ نوجت سو بو کے علاوہ کسی اور سے گفتگو کر سکے اور اس سے ملنا ناممکن تھا۔ کیا کبھی وہ تنہائی میں اس سے مل سکے گا یا نہیں یا پیغاموں اور خطوں کے سوا کسی اور طرح باتیں کر سکے گا؟ اور مایوسی میں زہا نسے ہو کر اس نے یہ شعر پڑھا: "کبھی کسی دوسری زندگی میں ہم لوگوں سے کیا مجرمانہ تعلق ہو گیا تھا کہ اب ہمارے درمیان ایسی ظالمانہ دیوار کھڑی ہو گئی ہے؟" یہ دیکھ کر کہ اس کی مالکہ اس کے بغیر بہت مضطرب رہتی ہے او میو بو نے اس بات کی کوشش کی کہ اسے یونہی رکھائی کے ساتھ واپس نہ ہو جانے دے اس لئے اس نے یہ نظم پڑھی: "اگر آپ نے بچے کو دیکھ لیا تو میری مالکہ کو بڑی تکلیف ہوگی اور چونکہ آپ نے اسے نہیں دیکھا ہے اس لئے آپ رنجیدہ رہ ہیں۔ بچوں کو جو ایسا "سیاہ اندھیرا" کہا گیا ہے جس میں والدین کے دل بھٹک جاتے ہیں وہ غلط نہیں ہے!" پھر قریب آکر اس نے آہستہ سے کہا "افسوس! تقدیر نے تم دونوں کو بری طرح مغلوب کر لیا ہے۔" اس طرح بار بار وہ مایوس اپنے گھر واپس آتا۔ نوجت سو بو نے اس خوف سے کہ کہیں گنجی کی مستقل آمد و رفت شبہہ کی نظر سے نہ دیکھی جائے، او میو بو کی طرف سے یہ شک کرنا شروع کیا کہ وہ گنجی کی ہمت افزائی کرتی ہے اور اس سے بدظن ہو گئی۔ اسے اس بات کا خیال ضرور تھا کہ یہ بات ظاہر نہ ہو اس لئے اس کے ساتھ برتاؤ اسی طرح کرتی رہی لیکن اس کی جھنجھلاہٹ نے اس بات کو ظاہر ہی کر دیا اور او میو بو کو جب یہ محسوس

ہوا کہ اس کی مالکہ اس سے بے سبب کھچی ہوئی ہے تو اسے بہت رنج ہوا۔ چوتھے مہینے میں بچہ محل میں لایا گیا۔ عمر کو دیکھتے ہوئے وہ اچھا خاصہ بڑا تھا اور گرد و پیش کی چیزوں میں دلچسپی کا اظہار کرنے لگا تھا۔ گنجی نے اس کی غیر معمولی مشابہت کا ذکر شہنشاہ سے نہیں کیا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس عمر میں سارے خوبصورت بچے ایک دوسرے سے مشابہ ہوتے ہیں۔ اسے بچے سے بے انتہا دلچسپی پیدا ہو گئی اور ہر طرح کی دیکھ بھال کی جانے لگی۔ خود گنجی سے شہنشاہ کو اتنی محبت تھی کہ اگر عام مخالفت کا خوف نہ ہوتا تو اس نے اسی کو ولی عہد مقرر کیا ہوتا اور یہ بات ہمیشہ اس کے دل میں کھٹکتی رہتی تھی کہ وہ ایسا نہ کر سکا۔ ایسا شاندار بیٹا پیدا کرنا اور اسے محض ایک شہزادے کی طرح رہنے دینا اس کے لئے بہت تکلیف دہ تھا اب اس بڑھاپے میں اس کے یہاں پھر ویسا ہی خوبصورت بیٹا پیدا ہوا تھا، اس میں کسی عام عورت کے پیٹ سے پیدا ہونے کا نقص بھی نہیں تھا اس لئے وہ اپنی ساری محبت اور توجہ اس بے داغ موتی پر صرف کرتا تھا۔ ماں کو اس خوشی کے جاری رہنے کی امید کم تھی اور وہ ہر وقت کرب ناک شک میں مبتلا رہتی تھی۔

پہلے ہی کی طرح جب ایک دن گنجی شہنشاہ کے حکم سے فوجیت سو بو کو گانا سنا رہا تھا، شہنشاہ نے بچے کو گود میں اٹھا لیا اور گنجی سے بولا! "میرے بہت ہی اولادیں ہوئیں لیکن اس کے علاوہ بس ایک تمہیں تھے جس کے ساتھ میں نے ایسی دلچسپی لی۔ یہ محض میرا خیال ہو سکتا ہے لیکن مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عمر میں تم بھی بالکل ایسے ہی تھے۔ خیر، میرا خیال ہے کہ اس عمر میں سارے بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے بچے کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ جتنی دیر شہنشاہ یہ باتیں کہتا رہا، گنجی کے سینے سے خوف، شرم، فخر اور محبت کا ایک

زبردست بکار دواں گذر گیا اور اس کے چہرے کے جلد جلد بدلتے ہوئے رنگ میں منعکس ہوا۔ وہ رونے کے قریب تھا۔ اگرچہ صورت حال بڑی تکلیف دہ تھی لیکن آپ ہی آپ غوں غاں کرتا اور مسکراتا ہوا بچہ اتنا خوبصورت معلوم ہو رہا تھا گنجی اس بات پر خوش ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ اس سے مشابہ سمجھا جا رہا تھا۔ اس درمیان میں فوجت سو بو پر ایسی پریشانی اور ہیجان کی کیفیت طاری ہوئی کہ اسے بیٹھے بیٹھے ہی ٹھنڈا پسینہ آگیا۔ گنجی کے لئے ان متضاد جذبات کی یکجائی ناقابل برداشت تھی اس لئے وہ گھر چلا گیا۔ یہاں وہ بے چینی سے اپنے بستر پر کروٹیں لیتا رہا اور جب اس کے خیالات بدل نہ سکے تو کچھ دیر کے بعد اس نے طے کیا کہ بڑے محل چلا جائے۔ جب وہ اپنے محل کے سامنے پھولوں کی کیاریوں کے پاس سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ جھاڑیوں پر ہریالی دوڑنے لگی ہے اور "توکوناتسو" کے نیچے کونپلیں بھی پھوٹ رہی ہیں۔ اس نے ایک کلی توڑلی اور ایک طویل خط کے ساتھ اسے ازمیبو کے پاس بھیج دیا اس کے ساتھ ایک ایہام آمیز نظم بھی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ اس کلی اور بچہ میں جو مشابہت ہے اس سے اس پر بہت اثر ہوا لیکن اس سے ضرور الجھن ہے کہ بچے میں اور اس میں اتنی مشابہت کیسی ہے! آگے لکھا تھا: "مجھے امید تھی کہ اس پھول میں تمہارا حسن جلوہ گر ہوگا لیکن اب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرا ہوتے ہوئے بھی نہ ہو کر یہ میرے لئے کوئی تسکین کا سامان پیدا نہیں کرسکتا۔" کچھ دیر تک مناسب موقع کا انتظار کرنے کے بعد ازمیبو نے یہ خط فوجت سو بو کو دکھایا اور ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا: "مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کا جواب اس پیالے سے پھول کی پنکھڑیوں

ٹ اس پھول کا دوسرا نام ہے نادے شکو معنی ہیں "میرے دل کا بچہ" اس کا ذکر پہلے بھی آ چکا ہے۔

کے لئے گرد و غبار سے کم نہیں ہو گا لیکن اس کے سینے میں بھی ایک نیا سوتا پھوٹ پڑنے کی وجہ سے نازک خیالات کے طوفان امنڈ رہے تھے۔ اس نے اس نے جواب میں یہ شعر لکھا: "ہو سکتا ہے کہ میری آستینیں اس کی یاد میں شبنم سے بھیگی رہتی ہوں پھر بھی میرا دل سرزمین یاماتو کے اس نو شگفتہ پھول کے لئے بے چین رہتا ہے۔" اس نے بس اتنا ہی لکھا اور وہ بھی بڑی رازداری کے انداز میں، لیکن اومیو بو کو اسی سے بہت تسکین ملی کہ وہ اس کے پاس ایسا جواب لے جا رہی ہے۔ گینجی اپنی جگہ پر اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ وہ کتنی دفعہ ایسے پیام بھیج چکی ہے۔ لیکن جب وہ افسردگی کے عالم میں لیٹا ہوا اس خط کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی تحریر کے نظارے نے اس کے دل میں بے اختیار جوش اور مسرت کی لہر دوڑا دی۔ کچھ دیر تک تو وہ بے قراری سے اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا پھر جب صبر نہ ہو سکا تو وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا اور جیسا کہ اس سے پہلے بارہا ہو چکا تھا ان تعاقب کرنے والے خیالات سے پناہ ڈھونڈنے کے لئے محل کے مغربی حصے میں چلا گیا۔ عورتوں کے کمروں کے سامنے سے وہ اس طرح گزرا کہ اس کے بکھرے ہوئے بال شانوں پر لٹک رہے تھے، وہ ایک عجیب طرح کا ڈھیلا لبادہ پہنے ہوئے تھا اور موراساکی کو خوش کرنے کے لئے بانسری بجاتا ہوا جا رہا تھا۔ اس نے دروازے سے جھانک کر اندر دیکھا، وہ لیٹی ہوئی اس تازہ شبنم آلود پھول کی طرح نظر آ رہی تھی جو ابھی اس نے کچھ دیر پہلے توڑا تھا۔ اب وہ ذرا لاڈ پیار بھی چاہنے لگی تھی اور چونکہ یہ سن چکی تھی کہ وہ دربار سے واپس آ گیا ہے اس لئے ناراض تھی کہ وہ آتے ہی اس سے ملنے کیوں نہیں آیا۔ جیسا کہ اس کا معمول تھا وہ اسے دیکھتے ہی دوڑ نہیں پڑی بلکہ دوسری طرف کروٹ لئے لیٹی رہی۔ اس نے کمرے کے دوسرے کنارے سے اسے ادھر آنے کے لئے کہا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں۔ اچانک اس نے سنا کہ وہ دھیمی

آپ ہی آپ یہ شعر گنگنا رہی ہے: "میں اس سمندری پھول کی طرح ہوں جسے ساحل کی طرف بڑھنے والی لہریں ڈھک لیتی ہیں!" یہ شعر اس قدیم نظم میں تھا جو اس نے مورا ساکی کو یاد کرائی تھی اور جس میں ایک عورت شکوہ کرتی ہے کہ اس کا عاشق اس سے بے پروا ہے۔ وہ اپنا چہرہ کسی قدر بے نیازی کی ادا سے اپنی آستینوں میں چھپائے ہوئے بے حد دلکش معلوم ہوتی تھی۔ گنجی نے چلا کر کہا: "اوہ تم بڑی شریر اور حاضر جواب ہوتی جا رہی ہو! لیکن اگر میں ہر وقت تمہارے پاس رہوں گا تو تم مجھ سے اکتا جاؤ گی۔" یہ کہہ کر اس نے اس کا بربط منگوایا اور گانے کی فرمائش کی۔ لیکن یہ تیرہ تاروں کا ایک بہت بڑا چینی ساز تھا جس کے پانچ باریک درمیانی تار سے الجھن میں ڈالتے تھے اور نغمہ اس کے قابو میں نہ آتا تھا۔ ساز اس کے ہاتھ سے لے کر گنجی نے درمیانی کھونٹی ہٹا دیا اور اسے دھیمے سروں پر رکھ کر چند تاروں کو ادھر سے ادھر سے بجایا، پھر ساز اس کے حوالے کر دیا کہ اب وہ پھر کوشش کرے۔ اس کی بیزاری کی کیفیت ختم ہو چکی تھی اور اب وہ بڑی خوبی سے اسے بجا رہی تھی۔ کبھی کبھی جب فاصلہ زیادہ ہوتا اور اس کا چھوٹا سا ہاتھ دور تک نہ پہونچتا تو وہ دوسرے ہاتھ سے اس صفائی سے کھینچ لیتی کہ گنجی عش عش کرنے لگتا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنی بانسری ہاتھ میں لے لی اور اسے کئی نئی دھنیں سکھائیں۔ وہ بڑی ذہین تھی اور اس نے بڑی پیچیدہ دھنیں ایک ہی دفعہ سن کر سیکھ لیں۔ گانے ہی کی طرح دوسری باتوں میں بھی وہ ایسی ذہانت دکھاتی تھی جسے دیکھ کر وہ خوش ہو جاتا تھا کیونکہ وہ اس میں یہی دیکھنا چاہتا تھا۔ جب گنجی ہوسروگو سیری بجانے لگا (اپنے بے ہنگم نام کے باوجود یہ بہت ہی پیاری دھن ہے) تو اس نے اس کا ساتھ دیا اور گو اس میں کچاپن تھا لیکن آہنگ درست تھا۔

بٹھا دی گئی اور دونوں ایک ساتھ بیٹھ کر تصویریں دیکھنے لگے لیکن گنجی کو
رات کے لئے نہیں باہر جانا تھا۔ اس کے ساتھ جانے والے نوکر باہر صحن میں جمع
ہو گئے تھے، ان میں سے ایک نے کہا کہ طوفان کے آنے کے آثار ہیں، اب دیر
نہیں کرنا چاہئے۔ مورا ساکی پھر رنجیدہ ہو گئی، اب وہ تصویریں نہیں دیکھ
رہی تھی بلکہ اپنا سر ہاتھوں پر رکھے فرش کو گھور رہی تھی۔ اس کے خوبصورت بالوں
پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جو سامنے گر گئے تھے گنجی نے اس سے پوچھا کیا جب وہ نہیں
ہوتا تو اس کی کمی محسوس کرتی ہے۔ اس نے سر ہلایا۔ گنجی بولا: "میرا بھی یہی حال ہے
اگر میں تمہیں ایک دن بھی نہ دیکھوں تو مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن تم ابھی
چھوٹی ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ میں کچھ بھی کروں تم میرے متعلق بری رائے قائم
نہیں کرو گی۔ جس خاتون سے ملنے کے لئے جا رہا ہوں وہ بڑی غصہ ور اور حاسدانہ
طبیعت رکھتی ہے۔ اس لئے اگر میں تمہارے پاس زیادہ رہوں تو اس کا دل
ٹوٹ جائے گا۔ لیکن میرا بالکل جی نہیں چاہتا کہ اس کے پاس رہوں اس لئے
میں بس کچھ دیر کے لئے وہاں چلا جاتا ہوں۔ جب تم بڑی ہو جاؤ گی تو میں بالکل
ہی وہاں نہیں جاؤں گا۔ اس وقت میں اس وجہ سے جاتا ہوں کہ اگر نہ جاؤں گا
تو وہ اتنی زیادہ خفا ہو جائے گی کہ شاید میں مر جاؤں[ش] پھر کون تم سے محبت
کرے گا اور تمہیں پالے گا؟" جو کچھ وہ کہہ سکتا تھا اس نے کہہ دیا لیکن وہ
اب بھی ناراض تھی، اس لئے ایک لفظ نہ بولی۔ آخرکار اس نے اسے اپنی گود میں
بٹھا لیا اور وہ سو گئی، اس سے وہ بہت الجھن میں پڑا۔ جو عورتیں اس وقت
وہاں اس کی خدمت کے لئے موجود تھیں گنجی نے ان کی طرف مخاطب ہوتے

ش۔ اس کتاب کا بنیادی نظریہ یہی ہے کہ نفرت جان لے لیتی ہے۔

ہوئے کہا: "اب تو بڑی دیر ہو گئی، جانے کا وقت نہیں رہا۔" وہ گئیں اور اس کا خاصہ لائیں، اس نے گنجی کو جگایا اور کہا: "اٹھو، دیکھو! میں کہیں نہیں گیا" وہ خوش ہو گئی اور دونوں نے ساتھ ہی کھانا کھایا۔ اسے یہ عجیب اور ناوقت کھانا اچھا معلوم ہوا لیکن کھانا ختم ہوتے ہی وہ چہرے سے مضطربانہ بہت غور سے دیکھنے لگی، اور بولی: "اگر اب آپ کو باہر نہیں جانا ہے تو پھر آپ سو کیوں نہیں رہتے؟" اس وقت اس کو چھوڑ کر کمرے میں جاتے وقت اسے وہی تذبذب ہو رہا تھا جو کسی طویل اور تکلیف دہ سفر پر جانے سے ہوتا۔

اب ایسا اکثر ہو جاتا کہ عین وقت پر وہ یہی فیصلہ کرتا کہ اس کے پاس ٹھہرے گا۔ یہ بات بالکل فطری تھی کہ اس کی خبر باہر جائے اور گھومتی پھرتی اس کی سسرال بڑے محل بھی پہنچے۔ آؤئی کی کنیزوں میں سے ایک نے کہا: "یہ کون ہو سکتی ہے؟ یہ بات تو بالکل سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ یہ ہوا کیسے کہ وہ کسی ایسی خاتون میں اس قدر محو ہو گیا جس کے وجود کی ہم کو خبر بھی نہیں؟ خیر یہ تو ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان کی ہو، غالباً یہ محل ہی کی کوئی لڑکی ہو گی جسے اس نے اس لئے رکھ لیا ہے کہ معاملہ ہمارے اور یہ خبر کہ وہ محض بچی ہے اس نے اس لئے مشہور کی ہے کہ ہم لوگ دھوکے میں رہیں۔" یہی خیال دوسری کنیزوں کا بھی تھا۔

شہنشاہ نے بھی سن کہ کوئی گنجی کے ساتھ رہتا ہے اور اسے بڑا دکھ ہوا اس نے گنجی سے کہا: "تم وزیر اپنے خسر کے ساتھ بہت برا سلوک کر رہے ہو۔ جب تم بالکل بچے تھے اس وقت سے وہ تم سے اتنی محبت کر رہے ہیں اور اب جو تم بڑے ہو گئے ہو اور معاملات کو بہتر سمجھ سکتے ہو، تم ان کے اور ان کے گھر والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کر رہے ہو، یہ بڑی احسان فراموشی ہے!

گنجی نے ان باتوں کو بڑے ادب سے سنا لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔ شہنشاہ کو احساس ہوا کہ آزادی کے ساتھ اس کی شادی بڑی ناکام ثابت ہوئی اور چونکہ خود اس نے یہ رشتہ طے کیا تھا اس لئے اسے بہت رنج ہوا۔ اس نے کہا:

"تمہارا معاملہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ تمہیں عورتوں سے کچھ دلچسپی ہی نہیں معلوم ہوتی، جہاں تک میں نے دیکھا ہے تم ان کنیزوں میں سے بھی کسی سے دلچسپی نہیں لے رہے ہو جنھیں دلکش کہا جا سکتا ہے، نہ تم کو شہر کے مختلف علاقوں میں رہنے والی حسین وجمیل عورتوں کی پروا ہے جو تمہاری مشتاق ہیں، اس کے بجائے تم نہ جانے کہاں سے ایک لڑکی لے آئے ہو اور اسے اپنی داشتہ بنا کر رکھا ہے تاکہ دوسروں کے جذبات کو مجروح کر دو۔"

اگرچہ شہنشاہ کی عمر اچھی خاصی ہو چکی تھی لیکن وہ اب بھی ان معاملات میں دلچسپی لیتا تھا۔ اسے اس کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا کہ اس کی کنیزیں اور خادمائیں ظاہری حسن میں بھی لاجواب ہوں اور ذہانت و ذکاوت میں بھی اس وقت شاہی دربار ایسی عورتوں سے بھرا ہوتا تھا۔ ان میں ایک بھی ایسی نہیں تھی جسے گنجی ادنیٰ سی توجہ سے بھی اپنی نہیں بنا سکتا تھا۔ لیکن چونکہ وہ انھیں ہر وقت دیکھا کرتا تھا اس لئے اسے ان میں کوئی دلکشی نہیں دکھائی دیتی تھی اس شبہ میں وہ کبھی کبھی اس سے کوئی بھدا مذاق بھی کر لیتی تھیں وہ ان کا جواب اس رکھائی سے دیتا کہ انھیں آئندہ اس سلسلہ کا جاری رکھنا ناممکن نظر آنے لگتا ان میں سے بعض تو اس نتیجہ پر پہونچ گئی تھیں کہ وہ بہت ہی غیر دلچسپ اور شرمیلے قسم کا نوجوان ہے۔

خوابگاہ کی کنیزوں میں ایک بوڑھی کنیز بھی تھی جو اور حیثیتوں سے تو مکمل ٹھیک تھی اور اس کی عزت بھی بہت کی جاتی تھی لیکن مردوں سے تفریح

اور دلچسپی لینے میں بڑی تیز تھی۔ گنجی کو اس بات پر حیرت تھی کہ اتنی عمر کے باوجود وہ
اپنے بے احتیاط طریقوں میں کوئی اصلاح نہیں کر رہی تھی۔ یہ دیکھنے کے لئے
کہ وہ کیا کرتی ہے گنجی ایک دن اس کے پاس آیا اور اس سے دل لگی کرنے لگا،
جیسے اسے عمروں کے فرق کا احساس ہی نہیں تھا، وہ فوراً ہی اسے اپنا عاشق
سمجھنے لگی۔ گنجی کچھ گھبرایا تو لیکن اسے اس کی بات چیت میں لطف آنے لگا اور
وہ کبھی کبھی اس سے گفتگو میں وقت گذارنے لگا لیکن صرف اس خیال سے کہ
اگر کوئی دیکھ لے گا تو اس کا مذاق اڑ لے گا، وہ اس کی محبت سے خوفزدہ تھا
اور وہ اس بات کو بہت برا مانتی تھی۔ ایک دن وہ شہنشاہ کے بال سنوار رہی
تھی، جب بال بن چکے تو اعلیٰ حضرت نے اپنے خدام خاص کو طلب کیا اور ان کے
ساتھ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس کمرے میں صرف گنجی اور وہ ادھیڑ خادمہ
تنہا رہ گئے اس وقت وہ معمول سے زیادہ ناز و انداز دکھا رہی تھی اور اس
کا لباس بھی تکمیل کی حد تک دلکش تھا۔ گنجی نے اپنے دل میں سوچا: "بیچاری پر
افسوس ہوتا ہے، اس آرائش و زیبائش سے کیا فرق پڑتا ہے!" اور جب وہ
کمرے سے باہر جاتے ہوئے اس کے پاس سے گذرا تو اچانک اس کے دل میں
یہ جذبہ جاگ اٹھا کہ وہ اس کا لباس ذرا سا کھینچ دے۔ خادمہ نے تیزی سے
مڑ کر اور ایک بہت ہی خوبصورت رنگین پنکھے کی اوٹ سے اسے ناز سے دیکھا
اس کی آنکھوں کے گرد سیاہی تھی اور وہ دھنسی ہوئی معلوم ہوتی تھیں اور
بالوں کے گچھے بڑے بھدے طریقے سے پیشانی پر ابھارے گئے تھے۔ اس پنکھے
کی رنگینی اور مصنوعی دلکشی بھی بڑی نامناسب معلوم ہوتی تھی۔ اس نے اپنا
پنکھا اس کے ہاتھ میں دے کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے غور سے
دیکھنے لگا، پنکھا کاغذ کا تھا، اس میں سرخ اور آئینہ کی طرح چمکدار رنگ لگا ہوا

تھا اور سنہرے رنگ میں اونچے درختوں سے بھرے ایک جنگل کی تصویر بنائی گئی تھی۔ اس تصویر کے پہلو میں، ایک پرانے انداز کی نمایاں تحریر میں اوراسی[1] کے جنگل کے متعلق ایک شعر لکھا تھا۔ اسے اس بات میں ذرا بھی شک نہ رہا کہ اس کی مالکہ نے اس شعر میں اپنی ڈھلتی ہوئی عمر کی طرف اشارہ کیا ہے اور امید کرتی ہے کہ وہ اس کا کوئی مناسب عاشقانہ جواب دے گا۔ اس عجیب و غریب عورت کے شوق فضول کا مناسب تدارک کرنے کے متعلق سوچتے ہوئے اس کو اسی جنگل کے متعلق ایک دوسری نظم[2] کا خیال آیا اور اسے لطف آ گیا لیکن اس نے سوچا کہ اس کا اظہار اس کی حیثیت کے شایان شان نہیں ہے۔ اسے بڑی گھبراہٹ تھی کہ کہیں کوئی آ نہ جائے اور ان دونوں کو یکجا دیکھ لے۔ لیکن اس کو کوئی پریشانی نہیں تھی اور گنجی کو خاموش دیکھ کر اس نے بار بار ترچھی نظروں سے اسے دیکھا اور یہ شعر پڑھا: "جنگل میں میرے پاس آئیے، میں آپ کے گھوڑے کے لئے چارہ کاٹوں گی چاہے یہ وہی پتیاں کیوں نہ ہوں جن کا موسم گذر چکا ہے!" اس نے جواب دیا: "اگر میں تمہارے جنگل میں آؤں گا تو میرے نام کو بٹہ لگ جائے گا کیونکہ اس کی وادیوں میں ہمہ وقت گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دیتی ہے۔" یہ کہہ کر وہ جانے لگا لیکن اس نے اسے روک لیا اور کہا: "آپ بھی کیسے عجیب ہیں! میرا وہ مطلب نہیں ہے جو آپ سمجھے۔ کسی نے

---

[1] اس کے درختوں کے نیچے کی گھاس اس قدر خشک ہوگئی ہے کہ نہ تو بچھڑے وہاں چرنے کے لئے آتے ہیں اور نہ گھاس کاٹنے والے کاٹنے کے لئے۔

[2] "اس کے سائے میں ایسی ٹھنڈک ہوتی ہے کہ گرمی بھر لوگ اس کی گھنی شاخوں کے نیچے جمع رہتے ہیں۔" اس میں گنجی کے عاشقوں کی طرف اشارہ تھا۔

اس سے زیادہ میری توہین کبھی نہیں کی۔" یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
گنجی بولا: "اچھا اس کے متعلق ہم پھر کبھی باتیں کریں گے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا
کہ ..." یہ کہتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ سے اپنا دامن چھڑا لیا اور اس کو
اسی عالم برہمی میں چھوڑ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔ اس کے اس طرح ٹھکرا دینے
کے بعد وہ واقعی بوڑھی اور کمزور سٹ معلوم ہونے لگی۔ شہنشاہ نے یہ سب
کچھ دیکھ لیا۔ اس کا سنگار ختم ہوگیا تھا اور وہ اپنے شاہی پردے کے پیچھے
سے ناموزوں جوڑے کا تماشا بڑا لطف لے لے کر دیر سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے
کہا: "مجھ سے ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے کہ شہزادہ محل کی کنیزوں وغیرہ سے
کوئی دلچسپی نہیں لیتا لیکن مجھے تو ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ وہ بالکل ہی شرمیلا
ہے۔" یہ کہہ کر شہنشاہ نے قہقہہ لگایا۔ یہ سن کر ایک لمحہ کے لئے تو وہ ذرا
گھبرا سی گئی لیکن پھر اس نے سوچا کہ گنجی کے ساتھ تعلقات، چاہے وہ لوگوں
کے سامنے ٹھکرائے جانے ہی کی شکل میں کیوں نہ ہوں، اس کے لئے بڑے
اعزاز و امتیاز کی چیز ہیں، اس لئے اس نے شہنشاہ کے اس طرح مذاق
اڑانے پر اپنی بچت کے لئے کچھ نہیں کہا۔ بات کی بات میں یہ کہانی سارے
دربار میں پھیل گئی۔ اس کو سن کر سب سے زیادہ حیرت تو تو چو کو ہوئی
کیونکہ یہ جاننے کے باوجود کہ گنجی کو طرح طرح کے تجربے کرنے میں لطف
حاصل ہوتا ہے، اسے اس بات پر یقین نہیں آتا تھا کہ اس کے دوست
نے یہ حیرت خیز عشق بھی شروع کر دیا ہے جس کا اس قدر چرچا ہے۔ یہ
معلوم کرنے کا کہ یہ ممکن بھی ہے، اس سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ اس
کنیز کو اس رنگ میں دیکھنے کے لئے خود اس سے اظہار عشق کیا جائے۔
ابھی ابھی جو اس کو منہ کی کھانی پڑی تھی اس کی بہت کچھ تلافی اس نے

ممتاز عشق کی توجہ سے ہو گئی۔ اس کا یہ نیا سلسلہ بڑے خفیہ انداز میں جاری ہوا اور گنجی کو اس کی ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔ جب وہ دوبارہ اس سے ملا تو وہ بڑی نادار سی نظر آئی، اسے اس کے بڑھاپے پر ترس آیا اور اس نے سوچا کہ اس کی تسکین کی کوشش کرنی چاہیے لیکن بہت دنوں تک گنجی کسی نہ کسی الجھانے والے کام میں یک لخت پھنسا رہا، آخر کار ایک دن جب برسات کی بڑی اندھیری شام تھی اور وہ خوابگاہ سے ملحق کنیزوں کی قیام گاہ کے پاس ٹہل رہا تھا کہ اس نے اپنی بانسری پر بڑی اچھی دھن بجاتے ہوئے سنا۔ وہ اس کی ایسی ماہر تھی کہ اکثر شاہی آرکسٹرا کے ماہرین موسیقی کا ساتھ دینے کے لیے بلالی جاتی تھی۔ کچھ ایسا تھا کہ اس وقت وہ کچھ اداس اور ناآسودہ سی تھی اور اس حالت میں وہ زیادہ جذبے اور جوش سے اپنا ساز بجا رہی تھی۔ وہ اس وقت "خربوزہ بونے والوں کا گیت[1]" بجا رہی تھی۔ اگرچہ یہ گیت اس کی عمر کے لیے نامناسب تھا لیکن گانا قابل تعریف تھا، شاید رات کے وقت "پنج کشتہ میں بیٹھ کر گاتی ہوئی پُراسرار خاتون اوچاؤ کی آواز بھی شاعر پوچوای کو ایسی ہی معلوم ہوئی ہوگی[2]"

وہ ٹھہر کر سننے لگا۔ گانا ختم ہونے کے بعد اس نے زور سے ٹھنڈی سانس بھری جیسے اپنے گیت کے ہیجان انگیز اثر سے تھک گئی ہو۔ گنجی دھیمے دھیمے

---

[1] ایک پرانا لوک گیت جس میں یہ بند آتا ہے "خربوزہ بونے کے موسم میں اس نے کہا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اب میں کیا کروں، کیا کروں؟"

[2] اس میں مشہور گیت "نوازی کا گیت" کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اسی مصنف کی ایک دوسری مختصر نظم کی طرف ہے۔

آزردہ یا گنگناتا ہوا اس کی طرف بڑھا: "میں مشرقی مکان کے برآمدے میں کھڑا ہوا انتظار کر رہا ہوں اور پانی کی بوچھار مجھے بھگو رہی ہے۔ میری محبوبہ! آ اور دروازہ کھول کر مجھے اندر بلا لے۔" نامناسب عجلت سے اس نے گیت والی خاتون کی طرح جواب دیا: "دروازہ کھول کر اندر آجاؤ۔[۱]" اور یہ شعر بھی پڑھا: "اس چوڑے برآمدے میں تو کبھی کوئی بارش کے پانی سے بھیگا نہیں ہے۔" اس کے بعد اس نے پھر اتنے زور سے آہ کھینچی کہ یہ سوچنے کے بعد بھی کہ شہی تنہا اس کا سبب نہیں ہو سکتا، اس نے اسے مبالغہ آمیز سمجھا اور اس شعر میں جواب دیا: "کہتا رہا ہوں ... ان گیتوں کے باوجود یہی پتہ چلتا ہے کہ مرد دوسرے کی زلف ... ہوا ہے میں نہیں چاہتا کہ تمہارے مشرقی مکان کے پیچھے لٹکتے جاؤں۔" وہ وہاں سے چلا ہی جاتا لیکن پھر خیال آیا کہ یہ بڑا ظلم ہوگا اور یہ دیکھ کر کہ اس کے کمرے کی طرف لوٹی اور کبھی آیا ہے وہ اس میں داخل ہو گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا اگرچہ وہ باتیں بڑے جبر سے کر رہا تھا لیکن اس کو بہت اچھی معلوم ہو رہی تھیں۔

تو نوچوجو کو یہ بات ناقابل برداشت معلوم ہوتی تھی کہ گنجی کے ایک سنجیدہ اور خاموش نوجوان ہونے کی اتنی تعریف کی جا رہی ہے اور وہ بھی اسے برا بھلا کہتا رہتا ہے حالانکہ وہ خود بیک وقت عشق بازی کے متعدد دلچسپ معاملات میں پھنسا ہوا ہے جنھیں محض چالاکی سے اپنے تمام دوستوں سے چھپائے ہوئے ہے۔ بہت دنوں سے تو نوچوجو اس موقع کی تلاش میں تھا کہ وہ بظاہر اس مقدس دھوکے باز کا بھانڈا پھوڑ دے۔ اس وقت جو اس نے اس کو زنانخانے میں

---

[۱] محبت میں وہ خاتون کہتی ہے: "دروازے میں کنڈی یا قفل بند نہیں ہے۔ جلدی سے آ کر مجھ سے باتیں کرو۔ کیا میں کوئی دشمن ہوں کہ تم اتنی احتیاط کرتے اور شرماتے ہو؟"

داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو اسے بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے سوچا کہ اس وقت اس کو
ایک ذرا سا اچانک ڈرا دینا اس کے غیر دوستانہ رویّہ کے لئے کافی سزا ہوگی۔
اس نے اپنی رفتار دھیمی کر دی اور حالات کو بغور دیکھنے لگا، ہوا درختوں میں
سائیں سائیں کر رہی تھی اور رات زیادہ گذرتی جا رہی تھی اس نے سوچا کہ یقیناً ابھی بڑی
اونگھنے لگے ہوں گے اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ واقعی سو گیا۔ چو چو پنجوں کے بل کمرے کی طرف
بڑھا لیکن ننجی نے جو نیم خوابیدہ تھا کسی کے اندر آنے کو محسوس کیا۔ اسے یہ معلوم
نہیں تھا کہ چو چو اس کا پیچھا کر رہا ہے اس لئے اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ
آنے والا وہ ناظم امورات ہے جو چند سال پہلے اس خاتون کے چاہنے والوں میں
شمار ہوتا تھا۔ وہ اس خیال سے کانپ اٹھا کہ اتنا اہم ایک شخص اس کا راز
معلوم کرے گا۔ اس بات پر خفا ہو کہ اس نے اسے اس مشکل میں مبتلا کر دیا ہے
اس نے کینہ سے کہا: "یہ تو بہت برا ہوا میں جا رہا ہوں۔ جب تمہیں معلوم تھا کہ
رات کو کوئی اندر آنے والا ہے تو یہ تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم نے رات کو مجھے اندر
بلایا۔" بس اب اتنا ہی وقت تھا کہ وہ اپنا لبادہ اٹھائے اور قبل اس کے کہ چو چو
اندر پہنچے، لکڑی کے مڑنے والے پردے کے پیچھے چھپ جائے۔ لیکن چو چو نے
اندر پہنچتے ہی بڑے بے تکلف انداز میں پردے کو سمیٹنا شروع کر دیا اگرچہ
وہ اب جوان نہیں رہ گئی تھی لیکن اس خطرناک صورت حال نے اسے بدحواس
نہیں کیا۔ ایک باربا شعور خاتون ہونے کی حیثیت سے وہ کئی بار ایسی ہی الجھنوں
میں مبتلا رہ چکی تھی، اس وقت بھی حیرت زدہ ہونے کے باوجود اس نے ایک
لمحہ کے لئے غور کیا کہ آنے والے کے لئے کیا کرنا چاہئے اور آگے بڑھ کر پیچھے سے
اس کا کوٹ پکڑا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لیکن بے تکلفی کے انداز میں کھینچ کر
پردے سے الگ کر دیا۔ ننجی کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ یہ تو تو چو ہے

کچھ ذرا سا اس کا ارادہ ہوا کہ وہ اپنے کو ظاہر کر دے لیکن پھر خیال آیا کہ وہ ٹھیک سے کپڑے نہیں پہنے ہوئے ہے اور پگڑی تو بالکل بگڑی ہوئی ہے۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ یہاں سے نکل کر بھاگتا ہے تو بہت احمق بنے گا اس لئے وہ کچھ دیر تک تذبذب کے عالم میں رہا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ گنجی اسے کتنی دیر میں پہچانتا ہے چوجو نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا بلکہ ایک بڑی خوفناک صورت بنا کر نیام سے تلوار کھینچ لی۔ یہ دیکھ کر عورت چیخ کر "حضرات! حضرات" کہتی ہوئی ایک رومانی التجا کے انداز میں دونوں کے درمیان آگئی اس پر وہ دونوں اپنی ہنسی مشکل ہی سے روک سکے۔ دن کو اپنے چہرے پر غازہ اور روغن لگا کر وہ کسی طرح مصنوعی جوانی اور حسن پیدا کر لیتی تھی لیکن اس وقت عاشقانہ فضا کے درمیان اس جھگڑے سے پریشان ہو کر یہ ستاون اٹھاون سال کی عمر رسیدہ عورت جب ان نوجوانوں کے قدموں پر جھک کر منت سماجت کرنے لگی کہ وہ اس کے لئے جان نہ دیں، تو ایک حیرت خیز منظر پیدا ہو گیا۔ بہر حال چوجو نے ذرا سا بھی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ اور خود کو جتنا بھی خونخوار اور خوفناک ظاہر کر سکتا تھا کرتا رہا۔ لیکن اب وہ بالکل نگاہوں کے سامنے تھا اور گنجی سمجھ گیا کہ چوجو شروع ہی سے اسے پہچان کر یہ مذاق کر رہا ہے جب اس کو یقین ہو گیا تو اس نے چوجو کی تلوار کی خالی نیام کو زور سے پکڑ لیا کہ اس کا دوست بھاگ نہ سکے اور اس جھنجھلاہٹ کے باوجود کہ اس کا پیچھا کیا گیا ہے اس نے بے اختیار ہنسنا شروع کیا اور آخر کار کہا: "تمہارے حواس درست ہیں یا نہیں؟ یہ کس قسم کا گھٹیا مذاق ہے؟ کیا تم مجھے میرا لبادہ پہنا دو گے؟" چوجو نے اس سے بادہ چھین لیا اور واپس نہیں کر رہا تھا۔ گنجی نے کہا: "اچھا اگر تم میرا لبادہ لے رہے ہو تو میں تمہارا لے لوں گا!" یہ کہہ کر اس نے چوجو کی پیٹی کھول دی اور کندھے پر سے اس کا لبادہ

اتارنے میں رکاوٹ ڈالی اور نتیجہ یہ ہوا کہ کشمکش میں لبادہ پرزے پرزے ہو گیا۔ تونوچوجو نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا: "اگر اب تم اپنے لبادہ کے بدلے میں میرا لے لو گے تو یہ اس راز کو اور ظاہر کر دے گا جس کو چھپانے کے لئے اس کو پہنا جاتا ہے!" گنجی نے ایک معمہ نما شعر میں جواب دیا جس میں یہ شکایت کی گئی تھی کہ چوجو، جسے اس نے اپنے بہت سے معاملات راز دار بنا لیا تھا، اس طرح اس کی جاسوسی کرتا پھرتا ہے۔ اس کے باوجود دونوں ایک دوسرے سے ناراض نہیں تھے اور اپنے اپنے لباس درست کر کے دونوں وہاں سے رخصت ہو گئے۔

گنجی جب اکیلا ہوا تو اسے اس بات کا احساس ہوا کہ اس طرح پکڑے لیے جانے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں ہیجان ہے اور وہ سو نہ سکا۔ ادھر کنیز کا یہ حال تھا کہ وہ متحیر تھی، اس نے فرش پر ایک پیٹی اور ایک بکسوا پڑا ہوا پایا جسے اس نے دوسرے دن ایک طویل پیچیدہ خط کے ساتھ گنجی کے پاس بھیج دیا جس میں ان چھوٹی ہوئی چیزوں کو اس گھاس سے تشبیہ دی جسے ہچکولے کھلانے کے بعد لہریں ساحل پر چھوڑ جاتی ہیں۔ اس نے اپنے آنسوؤں کے بلوریں دریا کی طرف بھی اشارہ کیا۔ اس کے اس طرح پیچھے پڑ جانے پر گنجی کو بڑی جھنجھلاہٹ ہوئی لیکن اس خیال سے رنجیدہ ہو کر کہ چوجو کے احمقانہ مذاق سے اس کو بیحد تکلیف ہوئی ہو گی، اس نے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا: "ناچتی ہوئی لہروں کے کھیل سے تمہارا پریشان ہونا بے سبب نہیں ہے، لیکن اس بیچارے ساحل کا قصور کیا ہے جس سے وہ لہریں ٹکرائیں!" پیٹی چوجو کی تھی کیونکہ اس کا گہرا سیاہ رنگ اسی کے لبادے سے ملتا تھا۔ اس نے جب اپنے لبادے کو غور سے دیکھا تو نظر آیا کہ ایک آستین کا آدھا حصہ غائب ہے۔ ہر چیز کیسی خراب ہو گئی ہے!

اس نے اپنے دل میں کہا کہ اب وہ بالکل شوریدہ سر، ذلیل اور آوارہ گرد ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے آدمیوں کا یہی حشر ہوتا ہے کہ ان کے کپڑے پھٹتے رہیں اور لوگ ان پر ہنسیں۔ اب اپنی اصلاح ضروری تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں آستین کا پھٹا ہوا ٹکڑا چوجو کے یہاں سے اس پیغام کے ساتھ آ گیا: "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ دوبارہ لبادہ پہننے سے پہلے اسے اس میں سلوا لیجئے؟" اس نے کیسے یہ جتنہ پا لیا؟ ایسی باتیں کتنی واہیات اور تکلیف دہ ہوتی ہیں! اس نے سوچا کہ اب اس کو پٹی واپس کر دینا چاہیئے اس لئے اسے ایک اسی رنگ کے کاغذ میں لپیٹ کر چوجو کے پاس ایک ذو معنی نظم کے ساتھ بھیج دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اسے اپنے پاس نہیں رکھے گا کیونکہ ممکن ہے اس کی وجہ سے چوجو اور اس کنیز کے درمیان جھگڑا پیدا ہو۔ چوجو نے اس کے جواب میں یہ شعر لکھ بھیجا: "جس طرح آپ نے لڑائی میں مجھ سے یہ پٹی چھین لی اسی طرح اس خاتون کو بھی مجھ سے الگ کر لیا ہے۔ اگر میں اس پر ناراض ہوں تو کیا یہ بے سبب ہوگا؟"

کچھ وقت گذرنے کے بعد صبح ہی کو وہ محل کے حاضری کے کمرے میں ملے۔ گنجی کچھ سنجیدہ لیکن کھویا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ چوجو کو رات کی احمقانہ ملاقات یاد آ گئی لیکن اس دن بہت سے ضروری کام پورے کرنے تھے اس لئے وہ اپنے کاموں میں محو ہو گیا۔ بیچ بیچ میں وہ ایک دوسرے کے سنجیدہ چہرے اور سرکاری شان کی طرف دیکھ لیتے اور مسکرائے بغیر نہ رہتے۔ جب ذرا درمیان میں فرصت ملی تو چوجو نے گنجی کے پاس آ کر آہستہ سے پوچھا، کیا وہ آئندہ اپنے معاملات کے متعلق کچھ زیادہ بتایا کرے گا۔ گنجی نے جواب دیا: "نہیں کبھی نہیں! لیکن ہاں مجھ تم سے اس بات کی معافی ضرور مانگنی ہے کہ میں نے تمہارے ان خوشی

کے لمحوں میں خلل ڈالا جو تم اس عورت کے ساتھ رات گذارنے کے لئے گئے تھے زندگی میں ہر معاملہ یونہی خراب ہو جایا کرتا ہے!" انھوں نے اس طرح سرگوشیاں کیں اور آخر میں یہ وعدہ کیا کہ اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کریں گے لیکن بہت دنوں تک کے لئے دونوں کو ہنسی مذاق کا ایک موضوع ہاتھ آگیا۔ اگرچہ یہ بات گنجی کے دل میں اس سے زیادہ لگ گئی تھی جتنی وہ ظاہر کرتا تھا اور اس نے طے کر لیا کہ وہ اب ایسے معاملہ میں کبھی نہیں پھنسے گا۔ اس نے سنا کہ خاتون اب بھی بے حد پریشان ہے اور یہ سوچ کر کہ اس کی تسلی دینے والا کوئی نہ ہوگا۔ اس کا جی نہ چاہا کہ اس سے ایک دم قطع تعلق کر لے۔ چوجو نے اپنے عہد کا پاس کیا اور اس کا ذکر کبھی کسی سے نہیں کیا یہاں تک کہ اپنی بہن سے بھی نہیں، لیکن اس نے اسے ایک حربے کی حیثیت سے اپنے ذہن میں ضرور رکھا کہ اگر کبھی گنجی اس کو اعلیٰ اخلاق کی تلقین کرے گا تو وہ اس سے اپنی حفاظت کر یگا۔

شہنشاہ گنجی کے ساتھ ایسا ترجیحی برتاؤ کرتا تھا کہ خود شاہی خاندان کے دوسرے شہزادے اس سے مرعوب تھے۔ لیکن تونوچوجو اس سے مقابلہ کے لئے تیار رہتا تھا، وہ ہر وقت اس کے لئے آمادہ نہیں تھا کہ اس کی بات اونچی رہے۔ صرف وہ اور آاوای ہی شہنشاہ کی بہن کی اولاد تھے۔ یہ درست ہے کہ گنجی شہنشاہ کا بیٹا تھا لیکن چوجو کا باپ وزیر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام ساتھیوں کے مقابلہ میں زبردست اثر رکھتا تھا، اس کی شادی بھی شاہی گھرانے میں ہوئی تھی اس لئے اس کا بیٹا ہونے کی وجہ سے چوجو کی بھی بہت زیادہ عزت تھی۔ یہ بات اس کے ذہن میں کبھی نہیں آئی تھی کہ وہ گنجی سے کسی طرح بھی کم ہے کیونکہ جہاں تک اس کی ذات کا تعلق تھا وہ اس سے غیر مطمئن نہ تھا اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ کردار اور ذہانت کی خوبیاں بھی اس

میں مناسب انداز میں موجود ہیں۔ اس طرح ان کے درمیان ایک دوستانہ رقابت قائم ہوگئی اور بہت سے پیچیدہ واقعات کا سبب بنی جن کی تفصیل میں بہت وقت صرف ہوگا۔

ساتویں مہینے میں دو اہم واقعات رونما ہوئے۔ ایک تو یہ کہ ملکہ کا[۱۴] تعین ہوا اور دوسرے یہ کہ گنجی کا اعزاز بڑھا کر اُسے مشیر بنا دیا گیا۔ شہنشاہ کا ارادہ بہت جلد تخت سے دستبردار ہو جانے کا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ کوکی ڈن کے لڑکے کے بجائے نئے بچے (فوجت سوبو کے لڑکے) کے ولی عہد ہونے کا اعلان کر دے لیکن یہ مشکل تھا کیونکہ کوئی سیاسی نقطۂ نظر اس کی تائید نہیں کر سکتا تھا۔ فوجت سوبو کے خاندان کے تمام لوگ شاہی خاندان[۱۵] کے افراد شمار کئے جاتے تھے اور گنجی جس سے وہ میناموٹو قبیلہ کا ہونے کی وجہ سے مدد لے سکتا تھا، بدقسمتی سے سیاسی معاملات میں حصہ لینے کا کوئی رجحان ہی نہیں رکھتا تھا۔ اس حالت میں وہ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا تھا کہ فوجت سوبو کی حیثیت کو اس امید میں مضبوط بنائے کہ وہ آگے چل کر حالات پر اثر انداز ہوگی۔ کوکی ڈن کو شہنشاہ کے اس ارادے کا علم ہوا اور اس میں تعجب نہیں کہ یہ سن کر وہ حیران و پریشان رہ گئی۔ شہنشاہ نے اس بات کی طرف اشارہ کر کے اسے تسکین دینی چاہی کہ اس کا بیٹا تخت پر بیٹھے گا اور وہ بھی "مادرِ ملکہ" کا اہم درجہ حاصل کر لے گی۔ لیکن اس کے لئے یہ بات ناقابلِ برداشت تھی کہ ولی عہد کی ماں کے مقابلہ میں بیس سال سے کچھ اوپر کی ایک داشتہ کو ترجیح

---

[۱۴] ملکہ کا عہدہ بہت بعد میں دیا جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ شہنشاہ نے فوجت سوبو کو ملکہ مقرر کیا۔
[۱۵] اس لئے وہ سیاسی زندگی میں حصہ نہیں لے سکتے تھے۔

دی جائے: عوام کو کی ڈن کے طرف دار معلوم ہوتے تھے، اس طرح ایک عام بد دلی پھیل گئی۔ جس رات کو نئی ملکہ کی تخت نشینی ہوئی ایک مشیر کی حیثیت سے گنجی اس کے ساتھ وسطی محل میں گیا۔ ایک سابق ملکہ کی لڑکی اور ایک حسین شہزادے کی ماں ہونے کی وجہ سے دربار میں پہلے ہی سے اس کی اس سے زیادہ عزت تھی جتنی صرف اس نئے عہدے کی وجہ سے ہو سکتی تھی۔ اگر اسی وقت ملکہ کی جلو میں چلنے والے دوسرے امراء جذبۂ وفاداری کے ساتھ رواں تھے تو اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ شہزادہ گنجی اس کی فینس کے پیچھے پیچھے خوشی اور کپ کے ملے جلے جذبہ کے ساتھ چل رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک ایسے اونچے مرتبہ پر پہونچا دی گئی ہے جو اس کی دسترس سے باہر ہے، اس خیال سے بغیر یہ سوچے ہوئے کہ وہ کیا کر رہا ہے وہ آپ ہی آپ یہ گنگنانے لگا: "اب محبت کی تاریک راہ کو آخری سائے نے ڈھک لیا ہے کیونکہ میں نے دیکھا کہ تمہیں بادلوں کی سرزمین میں لئے جا رہے ہیں جہاں تک کوئی نہیں پہونچ سکتا"۔

جیسے جیسے دن اور مہینے گذرتے گئے، بچہ گنجی سے مشابہ ہوتا گیا۔ نئی ملکہ بہت زیادہ پریشان تھی لیکن دوسرے لوگ اس مشابہت پر زیادہ دھیان نہیں دیتے تھے۔ درحقیقت وہ گنجی کے برابر خوبصورت نہیں تھا اور ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن دونوں حسین تھے اور اس بات کو دنیا دونوں کے حسن کا مقابلہ کئے بغیر ہی تسلیم کرنے پر رضامند تھی، بالکل اسی طرح جیسے چاند اور سورج آسمان کے دونوں حسین بسنے والوں کو تسلیم کرتی ہے۔

اٹھواں باب

دعوتِ گُل

دوسرے مہینے کی تقریباً بیسویں تاریخ کو شہنشاہ نے جنوبی صحن میں اگے ہوئے چھتنار درخت کے نیچے چینی طرز کی دعوت کا انتظام کیا۔ اس میں نوجہت سوبا اور ولی عہد دونوں شریک ہونے والے تھے۔ اگرچہ آوئی ڈن اس بات کو جانتی تھی کہ نئی ملکہ کی موجودگی ہی اس کی مسرتوں کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہے لیکن وہ اپنے دل کو ایسی دلچسپ تقریب کے لطف سے محروم ہونے کے لئے تیار نہ کر سکی۔ بارش کے آثار تھے بعد دن صاف اور خوبصورت نکل آیا تھا نکھری ہوئی دھوپ میں جبکہ چڑیاں درختوں پر چہچہا رہی تھیں مہمانوں کو (جن میں شہزادے، امراء، شعراء وغیرہ شامل تھے) وہ قافیے تقسیم کر دیئے گئے جو شہنشاہ نے قرعہ کے ذریعہ نکلے تھے اور سب اشعار کہنے میں لگ گئے۔ گنجی نے اپنا قافیہ "بہار" زاضح اور گونجتی ہوئی آواز میں اس کا غذ سے پڑھا جو اسے نظم کرنے کے لئے دیا گیا تھا، دوسرا نمبر تونوچوجو کا تھا۔ اس نے یہ محسوس کر کے کہ ساری نظریں اب اس پر جمی ہوئی ہیں اور اس خیال سے کہ

سامعین پر اچھا اثر ڈالے، بڑی شان اور دلربائی سے قدم بڑھائے اور قافیہ کا لفظ ہاتھ میں لئے ہوئے جب اس نے اپنے نام، عہدے اور خطاب کا ذکر کیا تو اس کا خاص خیال رکھا کہ اس کی آواز واضح اور دلکش ہو۔ امرا میں سے اکثر اس موقع پر گھبرا گئے اور جب آگے بڑھے تو چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تاہم انھوں نے بھی اپنا کام خوبی سے انجام دیا۔ لیکن جب پیشہ ور شعراء کی باری آئی تو وہ بہت پریشان ہوئے، خاص کر اس لئے کہ شہنشاہ اور ولی عہد کو چینی شاعری سے جو دلچسپی تھی اس سے دربار میں اس کا معیار کمال بہت بلند ہو گیا تھا اس لئے جب وہ باغ کا طویل صحن پار کر کے اپنا قافیہ لینے کے لئے آئے تو انھیں اپنی بیچارگی کا شدید احساس ہوا۔ ایک پیشہ ور شاعر سے ایک سیدھے سادے چینی شعر کا مطالبہ کوئی بڑی بات نہ تھی لیکن جب وہ سب کے سب زبردست غم والم میں مبتلا نظر آتے تھے۔ سن رسیدہ علماء کی چال ڈھال اور حرکات میں کسی قدر انوکھا پن ہوتا ہی ہے اور یہ بات اور پُر لطف تھی کہ شہنشاہ بڑی گہری دلچسپی سے ان کے تخت تک آنے کے عجیب لیکن غلط سلط طریقوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔ یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں معلوم ہوتی کہ موسیقی کا بھی زبردست انتظام تھا۔ شام ہونے کے قریب "عندلیبانِ بہار کا نغمہ" نامی دلکش رقص ہوا اور جب وہ ختم ہوا تو ولی عہد نے سرخ پتیوں کے جشن کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے شہزادہ گنجی کے سر پر ایک طرہ آویزاں کر دیا اور رقص کے لئے ایسا شدید اصرار کیا کہ انکار ناممکن ہو گیا۔ وہ اٹھا اور بڑی سلامت روی سے لہروں والے رقص کا وہ حصہ جس میں آستین کے مڑنے کا منظر تھا، ناچا۔ چند ہی لمحوں میں وہ ناچ ختم کر کے بیٹھ گیا لیکن ایک طویل رقص کے اس مختصر حصے میں بھی اس نے بے نظیر خوبصورتی اور دلکشی بھر دی تھی؛ اس کا خسر

بھی! جو اس سے کچھ خوش نہ تھا بے حد متاثر ہوا اور اسے اپنی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ پوچھنا پڑا۔

ولی عہد نے کہا: "اور ہم نے تو توجو کا رقص نہیں دیکھا!" توزوچو اٹھا اور اس نے "گہلائے بید کا باغیچہ" نام کا رقص گنجی سے زیادہ باکمال طریقہ پر ادا کیا۔ اسے یقین تھا کہ اس سے بھی ناچنے کے لئے کہا جائے گا اس لئے وہ پہلے ہی سے اس کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ اسے بڑی کامیابی ہوئی اور شہنشاہ نے ایک خلعت عطا کی۔ ہر شخص نے اسے ایک غیر معمولی اعزاز قرار دیا۔ اس کے بعد دوسرے نوجوان امراء کا رقص بھی ہوا لیکن کسی خاص ترتیب سے نہیں۔ اب بہت اندھیرا ہو گیا تھا اور ان کے کمالات میں امتیاز مشکل تھا۔

اس کے بعد اشعار کھولے گئے اور بلند آواز سے پڑھے گئے۔ گنجی کے اشعار کے درمیان میں واہ وا کے شور سے بار بار خلل پڑا۔ اس کے اشعار سے پیشہ ور شعراء بھی متاثر ہوئے اور اس کا تو اندازہ کیا ہی جا سکتا ہے کہ شہنشاہ، جس کے لئے گنجی خوشی اور تسکین کا ایک ذریعہ تھا، اس موقع پر کس فخر کے ساتھ اس کو دیکھ رہا تھا۔ جب کبھی فوجت سو بوزدیدہ نظروں سے ادھر دیکھ لیتی تھی تو اسے اس بات پر تعجب ہوتا تھا کہ کوئی ڈن کے دل میں گنجی سے نفرت کا جذبہ نظر آتا ہے۔ آخر کار اس نے سمجھ لیا کہ: "اس کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔" اور یہ شعر موزوں ہو کر زبان پر آ گیا گو وہ اُسے بلند آواز سے نہ پڑھ سکی: "اگر میں ایک عام ذی روح ہوتی جسے اس وقت اس پھول کے حسن کا نظارہ نصیب ہے تو میں اس کی نازک پنکھڑیوں سے بہت پہلے ہی محبت کے قطرہ ہائے شبنم

چن لیتی !"

بہت دیر ہو چکی تھی، دعوت ختم ہو گئی اور مہمان اِدھر اُدھر ہو گئے۔ ملکہ اور ولی عہد محل میں واپس جا چکے تھے اور ہر طرف خاموشی تھی۔ چاند بہت صاف اور روشن تھا اور گنجی جس نے شراب پی لی تھی اس خوبصورت منظر سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ محل کے تمام لوگ غالباً گہری نیند میں تھے۔ ایسی رات میں یہ بات ناممکن نہیں تھی کہ کسی بے پروا شخص نے کوئی دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہو یا دروازہ بند کرنا بھول گیا ہو۔ آہستہ آہستہ اور بڑی احتیاط سے وہ فوجیت سوبو کے کمرے کی طرف بڑھا اور اسے غور سے دیکھنے لگا ہر چٹخنی بند تھی۔ اس نے ٹھنڈی سانس بھر کر سوچا، ظاہر ہے کہ اس صورت میں کیا ہو سکتا ہے، وہ کوکی ڈن کے محل کے چھتے کے قریب سے گذر رہا تھا کہ اس نے دیکھا تیسری محراب دار کھڑکی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ دعوت کے بعد کوکی ڈن وہیں سے سیدھے شہنشاہ کے کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہاں کوئی اور نظر نہیں آرہا تھا۔ چھتے میں سے ایک دروازہ مکان میں کھلا ہوا دکھائی دیتا تھا لیکن وہاں سے کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔ گنجی نے اپنے دل میں سوچا: "ایسے ہی مواقع پر ایک شخص مشتبہ صورت حال کا شکار ہو جاتا ہے۔" پھر بھی وہ چپکے سے چھجے پر چڑھ گیا اور اندر جھانکنے لگا۔ اس وقت تو ہر شخص کو محوِ خواب ہونا چاہیے تھا لیکن نہیں، ایک بہت ہی پرشباب خوشگوار آواز جو کسی طرح بھی کسی عام خاتون یا کنیز کی نہیں ہو سکتی تھی، آہستگی سے اوبرزوکی یو کے آخری دو مصرعے گنگنا رہی تھی۔ کیا یہ آواز اسی

---

[1] نویں صدی کے ادیب نوچیاتو کی یہ مشہور نظم ہے: "اس رات سے زیادہ کون خوبصورت ہے جب چاند پر ہلکے بادل چھائے ہوئے ہوں لیکن وہ نگاہوں سے ایک دم اوجھل نہ ہوا ہو!"

کی طرف بڑھتی آرہی ہے؟ ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے اندر ہاتھ بڑھایا تو اچانک اس کے ہاتھ میں ایک خاتون کی آستین آگئی۔ عورت نے چیخ کر کہا: "اوہ تم نے تو مجھے ڈرا دیا، تم ہو کون؟" گنجی نے آہستہ سے کہا: "ڈرو نہیں، ہم دونوں میں کوئی بھی اس گذرتی ہوئی رات کے حسن سے لطف اٹھانے سے محروم نہیں رہنا چاہتا تھا۔ یہ بادل میں نیم پوشیدہ چاند سے بھی زیادہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہماری قسمت میں اس طرح ملنا لکھا تھا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے لئے ہوئے دروازہ بند کر کے مکان کے اندر چلا گیا۔ اس کی حیرت زدگی اور پریشانی بہت اچھی معلوم ہوئی۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کمرے کی طرف اشارہ کرتے آہستہ سے کہا: "وہاں کوئی ہے۔" گنجی نے جواب دیا: "صاحبزادی! مجھے اجازت ہے کہ میں جہاں جی چاہے جاؤں، اگر تم اپنے دوستوں کو یہاں بلا کر پوچھو گی تو وہ یہی کہیں گے کہ مجھے یہاں آنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اگر تم خاموش رہو گی تو ..." اس نے اس کی آواز سے پہچان لیا کہ یہ گنجی ہے۔ اس کی یہاں آنے کی حرکت اسے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی لیکن اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ اسے بے جا طور پر شرمیلی یا سخت دل سمجھنے کا موقع نہیں دے گی۔ اور چونکہ وہ شام کی ہنگامہ خیزیوں کے بعد سے اب تک کسی قدر پرجوش تھا اور یہ بھی اتنی کم عمر اور بھولی بھالی تھی کہ زیادہ مزاحمت نہیں کر سکتی تھی اس لئے تھوڑی ہی دیر میں وہ اس پر قابو پا گیا۔

اچانک انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ آسمان پر صبح نمودار ہو رہی ہے۔ گنجی کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس لڑکی کے ذہن میں بہت سے پریشان کن خیالات کا ہجوم ہے۔ اس نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟ اگر تم نام نہیں بتاؤ گی تو میں تم کو خط کیسے لکھوں گا؟ یہ ہماری آخری ملاقات تو نہیں ہے؟" لڑکی نے ایک شعر میں جواب

دیا جس میں کہا گیا تھا کہ نام تو اسی دنیا کے لئے ہوتے ہیں اور اگر اس کی نیت یہ ہے کہ آنے والے جنموں میں ان کی محبت باقی رہے تو پھر نام پوچھنے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ صرف ایک معمہ تھا لیکن گنجی کو اس کی ذہانت پسند آئی اور اس نے کہا: "تمہارا خیال بالکل ٹھیک ہے۔ میں نے غلطی کی جو تمہارا نام پوچھا۔" یہ کہہ کر اس نے یہ شعر پڑھا: "ابھی میں اسی تلاش میں رہتا ہوں کہ دیکھوں شبنم کے قطرے کس گھاس پر ہیں کہ تیز جھونکا سطح زمین کو ہلا کے رکھ دیتا ہے۔" گفتگو جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا: "اگر تمہیں آج کی اس ملاقات پر افسوس نہیں ہے تو تم ضرور مجھے اپنے متعلق بتاؤ گی۔ میں اس بات کا یقین نہیں کر سکتا کہ تم چاہتی ہو...."
اس جگہ پہونچ کر قریب کے کمرے کی آوازوں سے اس کی گفتگو منقطع ہو گئی۔ بڑی ہل چل سی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لوگ ابھی جا کر کوکی ڈن کو محل سے واپس لائیں گے۔ اب بس اتنا ہی وقت رہ گیا تھا کہ یہ لوگ اپنی نئی دوستی کی یادگار کے طور پر اپنے پنکھے بدل لیں قبل اس کے کہ گنجی کمرے سے بھاگ نکلنے پر مجبور ہو۔ وہ جب اپنے کمرے میں پہونچا تو اس کے خدمت گار اس کا انتظار کر رہے تھے، بعض جاگ رہے تھے اور اسے دیکھ کر انھوں نے ایک دوسرے کو ٹہوکا دیا گویا کہہ رہے ہوں، "کیا شہزادہ کبھی اپنی بدنام کرنے والی آوارہ گردی سے باز نہیں آئے گا؟" لیکن احتیاط کا تقاضا تھا کہ وہ اس پر بھی یہ ظاہر نہ کریں کہ انھوں نے اسے آتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے سب کے سب سوتے بن گئے۔ گنجی بھی لیٹ گیا اسے چین نہ تھا وہ اپنے ذہن میں اس خاتون کے خط و خال کی تصویر بنا رہا تھا جس کے ساتھ اس نے ابھی اتنا خوشگوار وقت گذارا تھا۔ یقیناً یہ کوکی ڈن کی بہنوں میں سے کوئی ہوگی، غالباً یہ پانچویں یا چھٹی لڑکی ہوگی جو دونوں غیر شادی شدہ ہیں۔ ان میں (جیسا کہ اس نے سنا بھی تھا) سب سے زیادہ خوبصورت تو تھیں شہزادہ سوچی

کی بیوی اور چوتھی لڑکی یعنی تو نوچو جو کی بیوی جس سے اس کے تعلقات کشیدہ تھے۔ بڑا لطف آئے اگر یہ تو نوچو جو ہی کی بیوی ہو جیٹھوں کے متعلق خبر تھی کہ اس کی شادی ولی عہد سے ہونے والی ہے، اگر یہ کہیں وہی نکلی تو بڑی مشکل ہو گی! لیکن فی الحال اس کے پاس اس کے صحیح علم کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اس کے برتاؤ سے تو یہ بالکل پتہ نہیں چلتا تھا کہ وہ پھر ملنا نہیں چاہتی تھی۔ پھر اس نے تبادلہ پیغام کا موقع دینے سے کیوں انکار کیا؟ درحقیقت اس نے اس مسئلہ پر اتنا زیادہ غور کیا کہ فوراً یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اس سے زبردست عشق میں مبتلا ہو گیا ہے۔ لیکن جیسے ہی فوجت سو بو کا سنجیدہ اور باوقار چہرہ یاد آیا اس نے محسوس کیا کہ اس کے لئے جو حیثیت اس کی ہے اس سے کبھی اس ناعاقبت اندیش لڑکی کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

اس دن دعوت کے بعد کی مصروفیتوں کی وجہ سے وہ رات کو دیر تک مصروف رہا۔ شہنشاہ کے حکم پر اس نے تیرہ تاروں والے بربط پر کچھ دھنیں بجائیں اور گذشتہ دن کے رقص سے زیادہ کامیابی حاصل کی۔ صبح کو فوجت سوبو شہنشاہ کے کمرے میں گئی۔ اس بات سے مایوس ہو کر کہ اس کی رات والی خاتون کسی نہ کسی دن اور کہیں نہ کہیں ضرور نظر آئے گی اس نے اپنے ہر راز میں شریک یوشی کی یو، اور کورے متسو کو بلایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ اس خاتون کے گھر اور خاندان پر نظر رکھیں۔ جب دوسرے دن وہ محل میں اپنی خدمات بجالانے کے بعد واپس آیا تو دونوں نے اسے مطلع کیا کہ انھوں نے محافظ خانے کے صحن سے ابھی ابھی کئی گاڑیاں جاتے ہوئے دیکھیں جو بڑے پردے میں وہاں لائی گئی تھیں۔ انھوں نے کہا: "جو لوگ وہاں ان گاڑیوں کی خدمت پر مامور معلوم ہوتے تھے ان کے پاس دو حضرات تیزی سے آئے، ہم نے انھیں پہچان لیا، یہ شی ای نو شوشو، اور

ازچوچن (کوکی ڈن کے بھائی) تھے اس لئے اس میں ذرا بھی شک کی گنجائش نہیں
کہ یہ گاڑیاں کوکی ڈن کی تھیں، ہم نے یہ بھی دیکھا کہ خواتین بدصورت نہیں تھیں، یہ سب
تین گاڑیوں میں بھر کر روانہ ہوئیں"۔ گنجی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ لیکن اس
کے اس علم میں اضافہ نہیں ہوا کہ وہ ان بہنوں میں سے کون سی تھی۔ فرض کرو کہ ان
کے باپ وزیر یمین السلطنۃ کو اس کی خبر ہو جائے تو کیسی مشکل ہو! اس سے مکمل
تباہی کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ اسے اس بات کا بھی رنج تھا کہ وہ کسی قدر اور
روشنی پھیلنے تک وہاں نہ ٹھہر سکا۔ مگر ہوا تو ایسا ہی! اس نے اس کی شکل نہیں
دیکھی تھی لیکن پھر بھی اس کے پہچاننے پر تلا ہوا تھا۔ یہ کیونکر ممکن تھا؟ وہ اپنے
بستر پر پڑا طرح طرح کی تدبیروں کے محل بنا اور بگاڑ رہا تھا۔ مورا ساکی کے صبر کا
پیمانہ بھی اب لبریز ہو رہا ہو گا۔ کئی دن ہو گئے تھے کہ وہاں نہیں پہنچا تھا اور
اسے یہ بات اچھی طرح یاد تھی کہ جب وہ وہاں نہیں رہتا تو وہ کس قدر اداس
رہتی ہے۔ لیکن ایک لمحہ میں اس کے خیالات پھر اس نامعلوم خاتون کے پاس
پہونچ گئے۔ اس کا پنکھا اب بھی اس کے پاس تھا۔ یہ ایک کھولنے بند کرنے
والا پنکھا تھا جس کی تیلیاں ہنزکی کی لکڑی کی بنی ہوئی تھیں اور پھندنے جھالردار
تھے۔ اس پر ایک طرح کا روغن چڑھا ہوا تھا جس پر ایک ایسا دھندلا چاند بنا
ہوا تھا جو پانی میں منعکس ہو رہا ہو۔ ایسے نقوش اس نے پہلے بھی بارہا دیکھے تھی
لیکن اس کے ساتھ اس کے بڑے خوشگوار جذبات وابستہ تھے۔ اس کو "دل
کی گہرائی" والے استعارے کا خیال آیا جو اس نے اپنی نظم میں استعمال کیا تھا اور
اس نے بھی اس پنکھے پر یہ شعر لکھ دیا: "کیا اس سے پہلے بھی کسی انسان نے اپنا
ذہن اس سوال میں الجھایا ہے کہ صبح کو جب چاند آسمان سے رخصت ہوتا ہے تو
کہاں جاتا ہے؟" اس کے بعد اس نے پنکھے کو احتیاط سے رکھ دیا۔ اس کے تمیر

میں یہ خلش تھی کہ وہ بہت دنوں سے بڑے محل نہیں گیا ہے لیکن اس
خیال سے کہ موراساکی بہت زیادہ رنجیدہ ہوگی پہلے وہ اسی کے پاس گیا تاکہ اس
تو اس کا سبق یاد کرائے۔ دن بدن صرف اس کے حسن ہی میں اضافہ نہیں ہو رہا
تھا بلکہ کردار کی جاذبیت بھی بڑھ رہی تھی۔ اس کے افتادِ مزاج کے اس حسن
نے اسے عام مزاجوں سے بالکل مختلف کر دیا تھا۔ یہ خیال کہ ایسی بے نقص طبیعت
کی لڑکی اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اسے جس بہتر سے بہتر طریقے پر چاہے
تعلیم دے سکتا ہے، گنجی کے لئے بڑی دلکشی کا حامل تھا۔ اس پر یہ اعتراض
نہ وارد ہو سکتا تھا کہ جس لڑکی کی ساری تعلیم و تربیت ایک نوجوان کے ہاتھ
سے انجام پائے وہ بہت تیز اور طرار ہو سکتی ہے۔

پہلے تو اس نے موراساکی کو وہ سب کچھ بتایا جو گذشتہ دنوں کے جشن میں
محل کے اندر ہوا تھا۔ پھر موسیقی کا سبق دیا تھا لیکن اتنے ہی میں اس کے جانے
کا وقت آگیا۔ وہ رنجیدہ ہو کر سوچنے لگی: "شہزادے کو جانے کی اتنی جلدی کیوں
رہتی ہے؟" لیکن اب وہ اس کی اس قدر عادی ہو گئی تھی کہ جتنا پہلے کڑھتی
تھی اب وہ بات نہیں تھی۔

بڑے محل پہنچے تو ہمیشہ کی طرح آؤای نے اس سے کوئی بات نہ کی جب
وہ یوں بیکار بیٹھا تو اس کے ذہن میں ہزار ہا شکوک اور پیچیدہ خیالات چکر
لگانے لگے۔ اس نے اپنا بربط اٹھا لیا اور یہ گیت گانے لگا: "اے میری تیکھی
محبوبہ! میرا وہ سر جو تیرے پہلو میں تکیہ پر رکھا ہوا ہے، اس سے زیادہ نرمی
محسوس نہیں کرتا جتنا اگر وہ ان نوکیلے پتھروں پر ہوتا جن کے اندر سے نرمی کا
آبشار بہتا ہے۔

اسی وقت آؤای کا باپ آگیا اور وہ گذشتہ تقریبات کی غیر معمولی کامیابی

پر گفتگو کرنے لگا۔ اس نے کہا: "میری عمر بہت زیادہ ہو چکی ہے، اور میں یہ بتا دوں کہ میں نے چار عظیم الشان شہنشاہوں کو مسندِ حکومت پر دیکھا ہے لیکن مجھے کبھی کسی ایسی دعوت میں شرکت کا فخر حاصل نہیں ہوا جس میں ایسے پرجوش اشعار پیش کیے گئے ہوں یا ایسے باکمال رقص و سرود کا مظاہرہ کیا گیا ہو۔ آجکل ہر طرح کا کمال رکھنے والوں کی فراوانی نظر آتی ہے لیکن اس کے ذمہ داروں کی بھی تعریف ہے کہ وہ ان سے کام لینا جانتے ہیں۔ مجھے تو ایسا لطف آیا کہ اگر میری عمر چند سال کم ہوتی تو میں بھی یقیناً رقص میں شریک ہو گیا ہوتا!" گنجی نے جواب دیا: "گانے والوں کو تلاش کرنے کی خاص کوشش نہیں کی گئی تھی، ہم لوگوں نے تو محض انھیں سے کام لیا جن کا حکومت کو علم تھا کہ وہ ملک کے کسی نہ کسی حصے میں رہتے ہیں اور اچھا گاتے ہیں۔ اگر مجھ سے یہ پوچھا جائے تو میں کہوں گا کہ یہ چرچو کا "گلہبائے بید کا رقص" تھا جس نے لوگوں کو سب سے زیادہ متاثر کیا اور جو ہمیشہ یاد رہے گا لیکن اگر آپ نے بھی عزت افزائی فرمائی ہوتی تو میرے والد شہنشاہ کے عہدِ حکومت میں اور چار چاند لگ جاتے۔ اتنے میں آزادی کے بھائی آ گئے اور چھجے پر ٹیک لگا کر اپنے اپنے سازوں کو بڑے خوبصورت انداز میں ملا کر گانے لگے۔

شہزادہ گنجی کی ملاقات جس خاتون سے عارضی طور پر ہو گئی تھی اور جس کا پتہ لگانے میں وہ سرگرداں تھا، وہ اب بادشاہی کے سمندر میں ڈوب گئی تھی کیونکہ چوتھے مہینے میں وہ ولی عہد کی بیوی بن جانے والی تھی۔ اس خاتون کے ذہن میں بھی ہنگامہ بپا تھا۔ گنجی پھر اس سے ملنے کیوں نہیں آیا؟ اُسے یہ تو جاننا ہی چاہیے تھا کہ وہ کس کی بیٹی ہے لیکن ہاں یہ کیسے جان سکا ہوگا کہ کون سی بیٹی تھی؟ اس کے علاوہ اس کی بہن کوکی ڈن کا مکان، سوائے عجیب اور اتفاقی حالات کے

اس کے لئے ایسی جگہ نہیں ہو سکتی تھی جہاں وہ سکون محسوس کرے۔ اس طرح وہ بڑی بے صبری اور بے چینی سے اس کا انتظار کرتی رہی لیکن گنجی کا کوئی پتہ نہ تھا

تیسرے مہینے ٹوبا میں یی تارٹ کو اس کے باپ یعنی وزیر یمین السلطنت نے تیراندازی کا ایک مقابلہ کیا جس میں اکثر امراء اور شہزادے شریک ہوئے۔ اس کے بعد اس نے ایک "گلستانی دعوت"* کی۔ آلوچوں کے شگوفے عام طور سے جھڑ چکے تھے لیکن یہ معلوم ہوتا تھا کہ جن دو درختوں کو وزیر نے کسی طرح رضامند کر لیا تھا کہ وہ اوروں سے بعد میں پھولیں، وہ بڑی بہار دکھا رہے تھے۔ اس نے حال ہی میں کوکی ڈن کے بچوں یعنی اپنے نواسے نواسیوں کی روشناسی کے موقع پر مکان کی مرمت کرائی تھی اب یہ ایک شاندار عمارت تھی جس میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جو نئے ڈھنگ کی نہ ہو۔ ابھی چند دن ہوئے اس نے محل میں ملاقات کے وقت گنجی کو اس تقریب کے لئے مدعو کیا تھا اور اس کے نہ آنے سے بہت خفا تھا۔ یہ سوچ کر کہ اس کے نہ آنے سے تقریب ناکام رہے گی، اس نے اپنے لڑکے شی ای نو شوسو کو یہ شعر دے کر گنجی کو بلانے کے لئے بھیجا: "اگر میرے مکان کے پھول بھی دوسرے پھولوں کی طرح ہوتے تو میں کبھی تمہیں مدعو کرنے کی جرأت نہ کرتا۔" گنجی اس وقت شہنشاہ کی حضوری میں تھا اس نے اسے وہ پیغام دکھلایا۔ شہنشاہ نے مسکراتے ہوئے کہا: "اسے اپنے شعر پر اور اپنے پھولدار پیڑ پر بڑا ناز معلوم ہوتا ہے، اسی لئے تم کو اس انداز سے بلایا ہے۔ تمہیں ضرور جانا چاہیئے، آخر تمہاری سوتیلی بہنیں ہی اس کے گھر پرورش پا رہی ہیں۔ تمہیں غیریت کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیئے۔"

---

* انگریزی ترجمہ میں "وسٹریا فیسٹ" ہے۔ وسٹریا ایک پھولدار درخت کا نام ہے
[illegible]

اس نے اپنے کمرے میں جا کر کپڑے پہنے اور جب وزیر کے گھر پہونچا تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ وہ اس وقت چینی کپڑے کا باریک لبادہ پہنے ہوئے تھا جس کا اوپری حصہ سفید اور استر زرد رنگ کا تھا۔ اس کے اوپر کا چغہ سرخ شراب کے رنگ کا تھا جس کا دامن بہت پھیلا ہوا تھا۔ جس حسن اور شان سے وہ یہ شاہی[1] لباس پہنے ہوئے تھا وہ دوسروں کے سادے سرکاری لباس میں بہت نمایاں نظر آرہا تھا۔ دعوت کے آخری حصہ میں اس کی شرکت نے غالباً تقریب کی کامیابی میں اس سے زیادہ اضافہ کیا تھا جتنا وزیر کے پسندیدہ پھولوں کی خوشبو نے کیا ہوگا۔ وہ داخل ہوا تو کئی خوشگوار گانے ہوئے۔ ابھی خاصی دیر ہو چکی تھی اس وقت گنجی نے یہ بہانا کیا کہ شراب کی وجہ سے اس کے سر میں درد ہو گیا ہے اور ٹہلنے کے لئے نکل گیا وہ جانتا تھا کہ اس کی دو سوتیلی بہنیں یعنی کوکی ڈن کی لڑکیاں زنانخانے میں ہیں۔ وہ مشرقی برآمدے کے پاس پہونچ کر دم لینے کے لئے ٹھہر گیا۔ محل کے اسی حصہ کی طرف وِسٹاریا پھولتا تھا۔ کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور کئی عورتیں باہر جھانک کر پھولوں کا لطف لے رہی تھیں۔ انھوں نے اپنی رنگین عبائیں اور چادریں کھڑکیوں پر لٹکا دی تھیں جیسا کہ سال تو یا دوسری اہم تقریبات کے رقص کے موقع پر کیا جاتا تھا اور ان کی حرکات میں آزادہ روی کی ایک ایسی دلکشی تھی جو توجیو سوبو کے گھر کے سنجیدہ ماحول سے بالکل مختلف تھی۔ گنجی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا: "میں اس دعوت کے شور و شغب سے اکتا گیا ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آتا اپنی بہنوں کے سوا اور کس کو تکلیف دوں اور کہاں پناہ لوں...." یہ کہہ کر وہ زنخانے

---

[1] اسے یہ لباس پہننے کا حق نہیں تھا کیونکہ شہنشاہ کا بیٹا ہونے کے باوجود وہ مینامو تو قبیلے سے وابستہ تھا اور شاہی خاندان میں شمار نہیں کیا جاتا تھا۔

کے خاص دروازے پر پہونچا اور اس نے اپنے کندھے سے دھکا دے کر اسے کھول لیا۔ عورتوں میں سے ایک نے ہنستے ہوئے کہا "پناہ! کیوں نہیں! یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ خاندان کے غریب لوگ زیادہ خوش قسمت رشتہ داروں کے یہاں پناہ لینے آتے ہیں، پھر آپ یہاں کس فکر میں آئے ہیں؟" اس نے سوچا: بڑی گستاخ ہیں یہ عورتیں، لیکن ان کے طور طریقوں نے یہ یقین دلا دیا کہ یہ محض گھر کی خادمائیں اور کنیزیں نہیں ہیں بلکہ کچھ اونچے طبقے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کمرے میں قیمتی عطر کی خوشبو بسی ہوئی تھی اور اندھیرے میں ریشمی ملبوس کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ اس میں شک کی بالکل گنجائش نہیں تھی کہ یہ کوکی ڈن کی بہنیں اور ان کی سہیلیاں ہیں۔ گھر کے تمام دوسرے افراد کی طرح وہ مسرت اندوزی کے اس نادر موقع کے دیکھنے میں بالکل محو تھیں بلکہ انھوں نے احتیاط کے تقاضوں کو خیرباد کہہ دیا تھا اور کھڑکیوں پر جھکی ہوئی کھڑی تھیں کہ باہر ہونے والی دعوت کے آخری مناظر سے لطف اندوز ہو سکیں۔ اس بات پر زیادہ غور کئے بغیر کہ اس کی یہ تدبیر کامیاب ہو گی۔ پچھلی ملاقات کی مسرت افزا یاد کے سہارے وہ بڑی بے پروائی سے یہ گیت زیرِ لب سروں میں گنگناتا ہوا ان کی طرف بڑھا: "اشی کا وا میں، اشی کا وا میں، کوما کو گیا، کہ ایک شخص نے میری بیٹی لے لی...!" "بیٹی" کا لفظ اس نے "پنکھے" کے لفظ سے بدل دیا تھا تاکہ اس طرح وہ اپنی اس رات کی رفیقہ کا پتہ لگا سکے۔ ان میں سے کسی نے کہا: "آپ کو غلط یاد ہے۔ میں نے تو کبھی اس کوریائی کے متعلق نہیں سنا!" یہ ہرگز وہ نہیں ہو سکتی تھی لیکن وہ جو دوسری تھی اور بظاہر بالکل خاموش، اس کو معلوم ہوا کہ وہ آہستہ آہستہ آہیں بھر رہی ہے۔ گینجی اس پردے کی طرف بڑھا جہاں وہ بیٹھی ہوئی تھی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اس نے آہستہ سے یہ نظم پڑھی: "اگر آج کی تیراندازی میں میرا نشانہ چوک گیا تو اس کا سبب یہ تھا کہ نشانہ

صرف صبح کے شفقی دھندلکے میں میری آنکھوں کے سامنے تھرتھرایا تھا۔ اب و
اس بات کو چھپا نہ سکی کہ وہ اس سے واقف ہے۔

اور اس نے اس شعر میں جواب دیا: "چاہے چاند کی پتلی کمان سے کتنی ہ
ہلکی روشنی کیوں نہ آرہی ہو، اگر آپ نے دل کا تیر چلایا ہوتا تو کیا اس کا نشانہ ب
خطا کر جاتا؟" یقیناً یہ اسی کی آواز تھی۔ اُسے بے حد مسرت ہوئی لیکن.....

نواں باب:

آؤای

نئے شہنشاہ کا تخت نشین ہونا کئی حیثیتوں سے گنجی کے مرتبہ اور وقار کے لئے ناموافق تھا۔ اسے حال ہی میں جو ترقی ملی[1] تھی اس سے بہت سی ذمہ داریاں وابستہ تھیں، ان کی وجہ سے اس کی پوشیدہ عشق بازیوں میں خلل پڑ گیا تھا اور اس کے خلاف کئی جگہ سے بے توجہی برتنے اور چھوڑ دینے کی شکایتیں آ رہی تھیں۔ جہاں قسمت اس کا تختہ ہی الٹ دینا چاہتی تھی۔ اس نے فوجیت سوبو، بھی اسے بالکل ہی چھوڑ دیا تھا جس کی محبت کے لئے وہ ترس رہا تھا۔ اب چونکہ سابق شہنشاہ آزاد تھی کہ جہاں چاہے اور جیسے چاہے اپنا وقت گزارے، اس لئے وہ مستقل اسی کے ساتھ رہتی تھی، اب اس کی رقیب کوکی ڈن بھی اس کے سکون میں خلل ڈالنے کے لئے موجود نہیں تھی کیونکہ وہ شہنشاہ کی بے توجہی سے ناراض ہو کر زیادہ تر اپنے بیٹے

---

[1] ہمیں چوتیسویں باب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس سال کی عمر میں وہ محافظ دستہ کا سپہ سالار بنا دیا گیا تھا۔ اس وقت اس کی عمر بائیس سال ہے۔

کے ساتھ محل میں رہا کرتی تھی۔ مسلسل دعوتوں اور تفریحوں نے جن کی دھوم دھام کا تذکرہ سارے ملک میں ہوتا رہتا تھا، سابق شہنشاہ کو علیحدگی کے بعد بھی خوش و خرم رکھا اور وہ اپنے نئے حالات سے مطمئن معلوم ہوتا تھا۔ اسے اگر کوئی فکر تھی تو وہ ولی عہد[1] کے متعلق تھی کیوں کہ محل کے باہر کوئی ایسا طاقتور گروہ نہ تھا جس کی مدد اسے حاصل ہوتی۔ وہ اکثر اس کے متعلق گنجی سے تبادلۂ خیالات کرتا رہتا اور اس سے منت سماجت کرتا کہ کسی طرح میناموتو قبیلے کی اعانت اس کے لئے حاصل کر لے، ایسی گفتگو گنجی کو بڑی الجھن میں ڈالتی لیکن وہ اس سے خوش بھی ہوتا تھا کہ اس سے وہ اپنے بچے کی بہبود کے لئے ذرائع بھی فراہم کر سکتا تھا۔

اسی درمیان میں، ایک خلاف توقع بات ہو گئی روکوجو کی لڑکی جو اس کے پہلے شوہر شہزادہ زنبو سے تھی آئس میں دیوداسی بننے کے لئے منتخب ہو گئی۔ لڑکی کی ماں نے جو اس زمانے میں گنجی کے رویہ سے بے حد نالاں تھی، اپنی لڑکی کی کم عمری کا بہانہ بنا کر یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ دارالحکومت چھوڑ کر مستقلاً اپنی لڑکی کے پاس آئس میں رہے گی۔ جیسا کہ میں بیان کر چکی ہوں اس وقت بہت زیادہ افسردہ خاطر اور بیزار ہونے کی وجہ سے اس نے اس بات کو پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ شہر کے چھوڑنے کے اسباب پر کھلم کھلا بات چیت کی۔ بات کی بات میں یہ خبر سابق شہنشاہ تک پہونچی اور اس نے گنجی کو بلا کر کہا: "غالباً تمہیں معلوم ہو گا کہ مرحوم شہزادہ جو

---

[1] یعنی فوجیت سوبو سے گنجی کا بیٹا (جسے دنیا شہنشاہ کا بیٹا سمجھتی تھی) ولی عہد مقرر ہو گیا تھا۔

[2] جب کوئی شہنشاہ تخت نشین ہوتا تھا تو اس کا فرض ہوتا تھا کہ وہ اپنی ایک کنواری لڑکی، پوتی یا نواسی کو آئس کے شنتو مندر میں اور دوسری کو کاموکے شنتو مندر میں بھیج دے۔ دیکھئے ضمیمہ۔

میرا بھائی تھا بڑی محبت اور عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور یہ سن کر مجھے بے انتہا رنج ہوا ہے کہ تمہاری غیر ذمہ دارانہ اور بے احتیاط حرکتوں نے اس کے خاندان کے نام پر دھبہ لگایا ہے میں اس کی لڑکی کے لئے ویسی ہی ذمہ داری محسوس کرتا ہوں جیسی خود اپنے بچوں کی۔ میں تمہیں اس بات پر مجبور کروں گا کہ آئندہ تم اپنی پوری قوت سے ان بدقسمت عورتوں کی نیک نامی کی حفاظت کرو گے۔ اگر تم اپنے ذلیل جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے تو دیکھو گے کہ بہت جلد تم اپنی ہر دلعزیزی کھو دو گے۔" گنجی سوچنے لگا کہ آخر اس کا باپ اس معاملہ پر اس قدر پریشان کیوں ہے؟ اس جھڑکی سے الجھ کر وہ اپنے بچاؤ کے لئے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کی سمجھ میں آگیا کہ باپ کی تنبیہ کچھ غلط نہ تھی اور اس نے مؤدبانہ خاموشی اختیار کر لی۔

سابق شہنشاہ نے پھر کہا: "ایسے معاملات میں اس طرح ہاتھ ڈالنا چاہیئے کہ عورت، اس سے بحث نہیں کہ وہ کون ہے، یہ محسوس نہ کرے کہ اس کی تذلیل ہوئی ہے یا اس کے ساتھ وقتی دلچسپی لی گئی ہے۔ اگر تم اس بات کو بھول جاؤ گے تو وہ بہت جلد اپنی نفرت کے تکلیف دہ نتیجے سے تمہیں باخبر کر دے گی۔" جب شہنشاہ تقریر کر رہا تھا گنجی اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ: "وہ مجھے برا تو سمجھتا ہی ہے لیکن اس کی افراط اور فراوانی سے بالکل واقف نہیں ہے۔" یہ سوچ کر کہ اگر اس کے باپ کو بھی اس کے گھناؤنے رازوں کی اطلاع ہو گئی تو اس کا کیا حشر ہوگا، اس خوف سے اس کا سر چکرانے لگا اور اب وہ ادب سے سر جھکا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

سابق شہنشاہ نے دوسروں کی عزت کے برباد کرنے کے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ اس کے دل کو لگ گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ روکوجو کے مرتبہ اور بیوگی کی حالت کا یہ تقاضا تھا کہ اس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جائے لیکن بہرحال اس نے اس واقعہ کو شہرت نہیں دی تھی بلکہ اس کے برعکس اس نے تو اس کی انتہائی کوشش کی تھی کہ اس کو کوئی نہ

جانے۔ اس کے ساتھ رد کو جو کا جو برتاؤ تھا اس میں اسے ہمیشہ ایک سرپرستانہ شفقت نظر آتی تھی جو شایدان کی عمروں[4] کے فرق کا نتیجہ تھی۔ اس میں جو علیحدگی کا جذبہ پیدا ہوا تھا وہ سراسر اس کی سرد مہری کا نتیجہ تھا، ان کے نجی معاملات صرف شہنشاہ ہی کو نہیں بلکہ غالباً پورے دربار کو معلوم ہو گئے تھے۔ یہ صبر و ضبط کی کمی کا نتیجہ تھا اور یہ بات اس کو افسوسناک معلوم ہوتی تھی۔

جب لوگوں نے اس خبر کو سنا ان میں شہزادی آساگاؤ[5] بھی تھی۔ یہ طے کر کے کم از کم وہ اس سوگ کا موقع نہیں آنے دے گی، اس نے وہ محتاط اور مختصر خط بھی بند کر دیئے جو وہ اس کے خطوں کے جواب میں بھیجا کرتی تھی لیکن اسے یہ یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا کہ ایسی شریف طبیعت کی عورت اس کے متعلق برا خیال رکھتی ہو گی۔ اس لئے وہ اسی طرح اس کا پرستار بنا رہا۔

جب یہ بات شہزادی آاوای کے کانوں تک پہنچی تو اس کے پھیچھورے پن کی اس نئی مثال سے اسے بہت رنج ہوا لیکن اس نے سوچا کہ اب جب اس کی بیوفائی کھلی ہوئی بے شرمی بن گئی ہے تو ایک خاص ظلم کے خلاف احتجاج کرنا فضول ہوگا اس لئے اس نے اس معاملہ کو ایسی معمولی طرح محسوس کیا کہ گنجی کو حیرت ہو گئی۔ وہ اپنے حالات سے بہت تکلیف میں مبتلا تھی اور اس کی روح تحلیل ہو رہی تھی۔ اس کے والدین البتہ خوش ہوئے اور اس کا انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ لیکن ان کی اور اس کے تمام بہی خواہوں کی خوشیاں خطرناک اندیشوں میں خاک میں مل گئیں اور اس کا انتظام کیا جانے لگا کہ اس کی صحت کے لئے تمام مندروں میں خاص دعائیں مانگی جائیں

---

[4] وہ گنجی سے سات برس بڑی تھی۔

[5] شہزادی مومزونو کی لڑکی۔

ایسی حالت میں یہ ناممکن تھا کہ اس کے پاس سے ہٹ سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہتوں نے یہ سمجھا کہ وہ ان سے غفلت برت رہا ہے۔ حالانکہ ان کی طرف سے اس کے جذبات میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوئی تھی۔

کاموکے مندر کی دیوداسی کا انتخاب ابھی باقی تھا۔ قرعۂ فال کوکی ڈن کی لڑکی سان نومیا کے نام پڑا۔ وہ اپنے بھائی یعنی شہنشاہ اور اپنی ملکہ ماں دونوں کی چہیتی تھی۔ اس کا دنیا سے یوں کنارہ کشی اختیار کر لینا ان کے لئے بہت سخت تھا لیکن کوئی بس نہ تھا کیونکہ تمام شہزادیوں میں وہی مقررہ شرائط کو پورا کرتی تھی۔

دیوداسی کے تقرر کی جو معین رسمیں تھیں وہ تو تبدیل کی نہیں جا سکتی تھیں لیکن شہنشاہ نے یہ ضرور کیا کہ تقریب میں غیر معمولی دھوم دھام کا انتظام ہوا۔ مقررہ مراسم میں اس نے ایسے اضافے کرا دیئے کہ ساری تقریب ایک بے نظیر شان و شکوہ کا مظہر بن گئی۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ وہ منتخب شدہ دیوداسی کو پسند کرتا تھا۔ یہ قاعدہ تھا کہ دیوداسی کے غسل کے دن اس کے پاس خاص خاص امراء اور شہزادے موجود رہتے تھے۔ شہنشاہ کو فکر تھی کہ اس کے لئے دربار کے سب سے زیادہ تندرست اور خوبصورت نوجوان منتخب کئے جائیں۔ اس نے یہ بھی طے کر دیا کہ کون کس رنگ کا لباس پہنے گا۔ ان کے پائجامے کس طرز کے ہوں گے اور وہ کن گھوڑوں پر سوار ہوں گے اس نے یہ خاص حکم نافذ کیا کہ شہزادہ گینجی بھی اس جلوس میں شریک ہو۔ اس جلوس کو دیکھنے کی ہر شخص کی ایسی زبردست خواہش تھی کہ لوگ بہت پہلے ہی سے راستوں میں ٹھہرنے کے لئے اپنی گاڑیاں تیار کرا رہے تھے پہلے حلقہ کی شاہراہ پر ناقابل بیان جوش و خروش نظر آتا تھا۔ جو تھوڑی سی جگہ ان کے لئے مقرر کی گئی تھی اس میں زبردست ہجوم ہو رہا تھا اور سارے راستے پر جدت پسندی کے ساتھ جو آرائش کی گئی تھی اور چھجوں اور دریچوں پر جو رنگین چادریں لٹکائی گئی تھیں وہ حیرت انگیز خوبصورتی رکھتی تھیں۔

آاُوِای کبھی ایسے مواقع پر جلنے کی عادی نہ تھی اور اپنی موجودہ صحت کی حالت میں تو وہ اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی تھی لیکن اس کی پیش خدمتوں نے بار بار اصرار کیا ہےچلیے حضور! ہمارا تنہا جانا اور کسی گوشے میں کھڑا ہوجانا بھلا کیا مزا دے گا۔ یہ تمام لوگ شہزادہ گنجی کے دیکھنے کے لیے ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ پہاڑی علاقے کے طرح طرح کے جنگلی لوگ آئے ہوئے ہیں اور دور دراز صوبوں سے لوگ اپنی بیوی بچوں کو لے کر آئے ہیں یہ تمام لوگ جنھیں شہزادے سے کوئی تعلق نہیں ہے اسے دیکھنے کے لئے آئے ہیں اور اگر آپ ہی، بیوی ہو کر وہاں نہ ہوئیں تو یہ بہت برا معلوم ہوگا!" یہ سن کر آاُوای کی ماں نے بھی کہا: "اس وقت تو تم بہت اچھی معلوم ہو رہی ہو، میری رائے ہے کہ تمہیں جانا چاہیے اگر تم نہ گئیں تو تمہاری پیش خدمتوں کو کتنا رنج ہوگا۔۔۔!" آخر کار آاُوای نے اپنا ارادہ بدل دیا اور کہا کہ وہ بھی جائے گی۔ اب اتنی دیر ہو چکی تھی کہ شاندار لباس پہننے کا وقت باقی نہیں رہ گیا تھا۔ تماشائیوں کے لیے جو مقام الگ کیا گیا تھا اس میں اتنی گاڑیاں قطار در قطار پہلے سے ہی ایک دوسرے کے قریب کھڑی ہوئی تھیں کہ اب آاُوای اور اس کے ساتھ والیوں کی گاڑیوں کے لیے جگہ نکالنا بہت دشوار تھا۔ بہت سی اہم خواتین اور بیگمات نے اسے راستہ دیا اور اپنی گاڑیاں دیکھنے کی مناسب جگہوں سے ہٹا لیں۔ ان میں بید کی بُنی ہوئی قدرے پرانی وضع کی دو گاڑیاں تھیں لیکن ان میں پردے پڑے ہوئے تھے جیسے کہ بڑے مرتبہ کے لوگوں کی گاڑیوں میں پڑے رہتے ہیں۔ ان میں بڑے خوبصورت کپڑوں کی تھوڑی جھلک پردوں کے پیچھے دکھائی دے جاتی تھی۔ یہ چاہے آستینیں ہوں، عبا کے دامن ہوں یا دوپٹے، ان کے رنگ بہت ہی خوبصورت تھے۔ یہ کچھ بڑی بلند پایہ خواتین معلوم ہوتی تھیں جو خود کو ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ جب ان کی گاڑیاں ہٹنے کی باری آئی تو ان کے کوچوانوں نے توجہ ہی نہیں کی بلکہ سختی سے کہا کہ: "ہمارے ایسے لوگ ہٹا

نہیں کرتے" اور اپنی جگہ پر ڈٹے رہے۔ دونوں طرف کے خدمتگاروں میں کچھ ایسے نوجوان سائیس بھی تھے جو شراب کے نشے میں دھت تھے۔ وہ لڑائی جھگڑا تو چاہتے ہی تھے اور انھیں قابو میں رکھنا ناممکن تھا۔ سنجیدہ اور بوڑھے کوچوانوں نے ان سے ہٹنے کو کہا بھی لیکن انھوں نے ایک نہ سنی۔

دونوں گاڑیاں شہزادی روکوجو کی تھیں جو جشن میں خفیہ طور پر اس امید میں آئی تھی کہ کچھ دیر کے لیے پریشانیوں سے ذہن ہٹ جائے گا۔ خود کو پوشیدہ رکھنے کی جو کوششیں اس نے کی تھیں اس کے باوجود، آؤای کے آدمیوں میں سے بعض کو شک ہو گیا اور انھوں نے سائیسوں سے کہا کہ یہ ایسی سواریاں نہیں ہیں جن کے ساتھ زبردستی کا برتاؤ کیا جا سکے ورنہ یہی کہا جائے گا کہ سپہ سالار اعظم کی بیوی نے اپنے مرتبہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ لیکن اسی وقت گنجی کے بہت سے آدمی اس ہنگامہ میں مل گئے۔ انھوں نے روکوجو کے آدمیوں کو دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن ایک لمحہ کے تامل کے بعد انھوں نے طے کر لیا کہ وہ گنجی کے ہو کر دشمن کی مدد نہیں کریں گے۔

جب اس طرح مدد مل گئی تو آؤای کے آدمی فتحیاب ہو گئے۔ اس کی اور اس کے ساتھ والوں کی گاڑیاں اگلی صف میں پہونچ گئیں اور روکوجو کی گاڑیاں ڈھکیل کر ایسی جگہ پہونچا دی گئیں جہاں عام لوگ تھے اور وہاں سے کچھ دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ وہ اس بات پر حد سے زیادہ پریشان تھی کہ نہ صرف وہ جو کچھ دیکھنے کے لیے آئی تھی وہ دیکھ نہیں سکتی تھی بلکہ اپنی ساری احتیاطوں کے باوجود وہ پہچان لی گئی تھی اور (جیسا کہ اسے یقین تھا) عمداً اس کی توہین کی گئی تھی۔ اس کی گاڑی کے بموں اور دوسرے حصوں کو نقصان پہونچا تھا۔ اور وہ اس بات پر مجبور تھی کہ کسی دم شخص کی گاڑی کے پہیوں کا سہارا لے کر اپنی گاڑی کھڑی رکھے۔ اس نے آپ ہی آپ اپنے دل سے سوال کیا کہ وہ اس قابل نفرت مجمع میں کیوں آئی؟ اسے ابھی گھر لوٹ جانا چاہیے

جلوس کا انتظار کرنا حماقت ہے لیکن جب اس نے جانے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا کہ اس زبردست ہجوم میں سے گذرنا ناممکن تھا۔ ابھی وہ وہاں سے نکل بھاگنے کی کوشش ہی کر رہی تھی کہ شور ہوا، جلوس آرہا ہے۔ اس کا ارادہ کمزور ہو گیا۔ اب وہ اس وقت تک ٹھہرے گی جب تک کہ گنجی ادھر سے گذر نہ جائے۔ گنجی نے اسے نہیں دیکھا اور دیکھ بھی کیسے، کیونکہ ہجوم اس کے پاس سے اس طرح گذر رہا تھا جیسے موجوں میں تصویریں بنتی بگڑتی ہیں۔ اس نے اس کا اندازہ کیا لیکن پھر بھی اس کی مایوسی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

گاڑیاں جو سڑک کے کنارے قطار در قطار کھڑی ہوئی تھیں، آج کے لئے پھولوں اور ہاروں سے سجائی گئی تھیں، ان میں بھری ہوئی پر جوش خواتین کسی سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھیں حالانکہ یہاں ان کی کوئی خاص جگہ نہیں تھی۔ وہ اپنی سواریوں کے پردے کی آڑ سے جھانک جھانک کر گذرنے والے ہر اہم شخص کو دیکھ کر مسکراتی تھیں، اور اس کا انتظار نہیں کرتی تھیں کہ ان کے سلام اور اشارے کا جواب بھی ملے گا یا نہیں۔ لیکن کبھی کبھی تبسم کا جواب ایک اچٹتی ہوئی نظر یا کسی کے جلدی سے مڑ کر دیکھ لینے سے مل جاتا تھا۔ آوا ای کے ساتھ کی جماعت بہت بڑی اور نمایاں تھی۔ جب گنجی ادھر سے گذرا تو اس نے مڑ کر پورے آداب سے انھیں فوجی سلام کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جلوس کا جو سوار بھی ادھر سے گذرتا آوا ای کی گاڑی کے سامنے رکتا اور بڑی عزت سے اسے سلام کرتا۔ ایک غیر نمایاں گوشے سے یہ سب کچھ دیکھنے کی ذلت روکوجو کی برداشت سے باہر تھی اور یہ شعر گنگنا کر وہ رو پڑی: "اگرچہ میں نے اسے صرف اس طرح دیکھا جیسے بہتے ہوئے پانی میں کوئی عکس دکھائی دیتا ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہو گیا کہ میری مکمل بربادی کی گھڑی قریب آگئی ہے" یہ بات بھی تکلیف دہ تھی کہ اس کے خادم اسے اس حال میں

دیکھیں۔ لیکن جس وقت وہ اس طرح اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی اس وقت بھی اس نے رنج کرنے کی کوئی وجہ نہ پائی کیونکہ اس نے اُسے اس کی پوری شان میں دیکھ لیا۔

جلوس کے تمام سوار اپنے اپنے عہدوں کے مطابق لباس فاخرہ پہنائے گئے ہوئے تھے۔ خاص کر شہنشاہ کے منتخب کئے ہوئے افراد ایسے شاندار نظر آتے تھے کہ صرف گنجی کے حسن و جمال کی چمک دمک انھیں ماند کر سکتی تھی۔ اس محافظ دستے کے سپہ سالار کو عموماً دربار شاہی کی طرف سے کوئی پیش خدمت نہیں دیا جاتا لیکن یہ موقع نہایت اہم تھا اس لئے کہ گنجی کے ہمرکاب شاہی نگران خزانہ چل رہا تھا۔ جن لوگوں نے اسے یہ سارے اعزاز حاصل ہوتے ہوئے دیکھا ان کو یہ خیال ہوا کہ اس وقت جو موافق ہوا اس کی طرف چل رہی ہے وہ خوش بختی کا ہر پھیلا اس کے دامن میں ڈالے بغیر نہیں رہے گی۔ اژدحام میں اچھے گھرانے کی عورتیں بھی تھیں جنھوں نے معمولی سفری لباس پہن لیا تھا اور دور دور سے پیدل آئی تھیں۔ ایسی راہبہ اور بھگت عورتیں بھی مجمع میں شامل تھیں جنھیں ادھر سے ادھر دھکے دیئے جا رہے تھے اور گو وہ عام طور سے ایسے تمام جلسوں اور تماشوں کو حقارت اور نفرت کی نظر سے دیکھتی تھیں لیکن ان کا کہنا یہ تھا کہ وہ اس موقع کو ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتی تھیں۔ ایسے بوڑھے لوگ تھے جن کے منہ پوپلے تھے، عجیب و غریب لڑکیاں تھیں جنھوں نے پھٹی پرانی ٹوپیوں سے اپنے بالوں کے گچھے نکال رکھے تھے اور دیہاتی چھوکرے تھے جو اپنے ہاتھ اوپر کئے اس طرح کھڑے تھے جیسے دعائیں مانگ رہے ہوں۔ ان کے سادہ چہرے

ے بعد میں معلوم ہوتا ہے۔ وہ آیو نوکامی کا بیٹا تھا۔

جلوس پر نظر پڑتے ہی خوشی اور حیرت سے کھل اٹھتے۔ یہی نہیں بلکہ دور دراز دیہاتوں اور قصبوں کے اجنبی افسروں کی اجنبی لڑکیاں ایسے بناؤ سنگار کئے ہوئے موجود تھیں گویا وہ اپنے عاشقوں کے سامنے پیش ہونے کے لئے جا رہی ہیں۔ ان کی موجودگی سے جلوس میں رنگا رنگی اور بوقلمونی پیدا ہو گئی تھی۔ اگر اس طرح کے اجنبی اس عالم میں تھے تو اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ خواتین جس سے گنجی خفیہ طور پر رسم وراہ رکھتا تھا کس جوش اور جذبے سے اس مجمع میں ادھر ادھر بکھری ہوئی جلوس کو گذرتے ہوئے دیکھ رہی ہوں گی اور کتنی دبی ہوئی آہیں ان کے سینے میں پھڑ پھڑا رہی ہوں گی۔

جلوس دیکھنے کے لئے جو خاص چبوترے بنائے گئے تھے ان میں سے ایک پر شہزادہ موموزونو[1] بھی بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنے بھتیجے کو بڑھ کر ایسا خوبصورت جوان بنتے ہوئے دیکھ کر متحیر تھا اور اس کے دل میں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں دیوتا اس پر اپنی حاسدانہ نظر نہ ڈالیں۔ گنجی جس مستقل مزاجی سے اس سے محبت کا اظہار کرتا رہا تھا اس سے شہزادی اساگاؤ کا متاثر ہونا فطری تھا۔ اگر وہ بدصورت بھی ہوتا تو اس منت سماجت کا مقابلہ کرنا آسان نہ ہوتا۔ اس لئے اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ اسے اس شان سے سوار دیکھ کر اسے حیرت ہوئی کہ اس نے اتنے دن تک کیوں اس سے احتراز برتا۔ لیکن اس نے یہ طے کر لیا تھا کہ جب تک اسے اچھی طرح سمجھ نہ لے گی خود کو اس کے حوالے نہیں کرے گی۔ جوان کنیزیں جو اس کے ساتھ تھیں مبالغہ آمیز انداز میں گنجی کی تعریفیں کر رہی تھیں۔ آاوای اصل تقریب[2] میں نہیں گئی۔ اس کے اور دو کو جو کہ

---

[1] شہزادی اساگاؤ کا باپ، سابق شہنشاہ کا بھائی یعنی گنجی کا چچا۔

[2] گاڑیوں والا جھگڑا غسل والے دن ہوا تھا، اصل تقریب چند دن بعد ہوئی۔

نوکروں میں جو جھگڑا ہوا تھا اس کی اطلاع گنجی کو پہونچائی گئی تھی۔ اس کو اس واقعہ سے حد سے زیادہ تکلیف ہوئی، اسے ایک لمحہ کے لئے بھی اس بات کا خیال نہیں ہوا کہ شرافت خاندانی کی آغوش میں پلی ہوئی آدادی اس طوفان بدتمیزی کی ذمہ دار ہو سکتی ہے، یہ بیچے کے اجڈ نوکروں کی حرکت ہوگی جنہیں کسی قسم کی ہدایت تو نہیں دی گئی تھی لیکن یہ جذبہ ان میں ضرور تھا کہ دونوں گھروں میں تعلقات اچھے نہیں رہیں اور ان کا یہ عمل ان کی مالکہ کی نظر میں قابل تحسین قرار پائے گا۔ وہ ستم رسیدہ خاتون کے غیر معمولی پندار اور تنک مزاجی سے خوب واقف تھا۔ اس خیال سے رنجیدہ ہو کر کہ اس واقعہ سے اسے کتنا دکھ پہونچا ہوگا اور وہ فوراً ہی روکوجو کے گھر چل پڑا لیکن اس کی لڑکی، آیلیس کی منتخب دیوداسی بھی گھر ہی میں موجود تھی اس لئے اس نے اسی کو بہانہ بنا کر چند رسمی کلمات کے بعد اسے واپس کر دیا۔ اس کے دل میں اس کے لئے انتہا سے زیادہ ہمدردی تھی لیکن وہ زخم خوردہ تنک مزاجی کو سنبھالنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتا تھا۔

اس کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ وہ وہاں سے سیدھا بڑے محل جائے۔ آج یوموتیو ہار کا دن تھا اس لئے وہ سیدھے اپنے گھر گیا اور وہاں اس نے کورے متسو کو حکم دیا کہ گاڑی تیار کرائے۔ اس نے موراساکی کے لئے کھیلنے کو جو بچے اکٹھا کر دیئے تھے ان کے درمیان میں گھری ہوئی جب وہ اس کی طرف آئی تو اس نے تعجب سے کہا: "اوہ، ذرا اسے دیکھو! اب تو اسے اپنی پیش خدمتوں کے ساتھ چلنا آگیا ہے!" یہ کہہ کر اس نے اس کے خوبصورت بالوں پر ہاتھ پھیرا جسے آج شوناگون نے بڑی توجہ سے بنایا تھا اور بولا: "اب یہ بہت بڑے ہو گئے ہیں۔ آج ان کے کاٹنے کے لئے مبارک دن[1] ہے۔" اس نے

---

[1] جوتش کے حساب سے۔

اپنے جوتشی کو بلوا کر کہا کہ ذرا اپنی پوتھی دیکھیے اور بتائیے۔ جوتشی نے حساب لگا کر اس کی چھوٹی چھوٹی خوبصورت سہیلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "پہلے اس کی سہیلیوں کے!" ان کی نازک کاکلیں اس طرح کاٹ دی گئیں کہ ان کے جالی دار لباس پر خوبصورتی سے لٹکنے لگیں۔ گنجی نے موراساکی سے کہا: "میں تمہارے بال خود اپنے ہاتھ سے کاٹوں گا، اوہ یہ کتنے زیادہ ہیں! میں سوچتا ہوں کہ اگر یہ کلٹے نہ جائیں تو کس قدر بڑھ جائیں۔" یہ کام اچھا خاصہ مشکل معلوم ہوا، آخرکار اس نے کہا: "جن کے بال بہت لمبے ہوں انھیں چاہیے کہ وہ اپنی کنپٹیوں کے پاس انھیں چھوٹا کرالیں لیکن مجھ میں یہ ہمت نہیں ہے کہ اب تمہارے بال اور چھوٹے کروں۔" یہ کہہ کر اس نے قینچی رکھ دی۔ اس وقت شوناگون کی شکر گذاری کی کوئی حد نہ رہی جب اس نے آہستہ آہستہ اسے وہ دعا پڑھتے ہوئے سنا جو بال کٹنے کی رسم کے خاتمہ پر پڑھی جاتی ہے۔ ایک دریائی گھاس ہے جس کا نام میرو ہے، یہ بال سنوارنے کے کام بھی آتی ہے اور اس کے معنی دیکھنے کے بھی ہیں، اس کے نام کے ایہام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ایک شعر پڑھا جس میں اس نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ اس کے بال کے دھونے میں میرو گھاس کا استعمال اس کی علامت ہے کہ وہ ہمیشہ اس کے بڑھنے کو شوق سے دیکھتا رہے گا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ بھی اسی سمندری جوار کی طرح آتا ہے جو میرو گھاس کے درمیان آکر واپس جاتا ہے، اکثر اس کی زلفیں کبھی اس کی نگرانی کے بغیر اس سمندری گھاس کی طرح بڑھیں جو نیچے نیچے بڑھتی ہے۔ موراساکی نے اس کو کاغذ کے ایک ٹکڑے پر بڑی خوبصورتی سے لکھ دیا، اگرچہ اس میں کوئی شاعرانہ خوبی نہ تھی لیکن طفلانہ ذہن کی جودت نے اسے بہت خوش کیا۔

آج بھی ہمیشہ کی طرح بڑا ہجوم تھا۔ بڑی مشکل سے وہ اپنی گاڑی شاہی محفل کے قریب لے جا سکا۔ لیکن یہاں کچھ بڑے ہنگامہ آرا قسم کے نوجوان امراء کا مجمع تھا۔

وہ کوئی نسبتاً پُرسکون جگہ ڈھونڈ رہا تھا کہ اتنے میں عورتوں سے بھری ہوئی ایک
خوبصورت گاڑی وہیں آ کر رکی اور اس میں سے کسی نے گنجی کے نوکروں کو پنکھے
کے اشارے سے مخاطب کیا۔ ان خواتین میں سے ایک نے کہا "کیا آپ ادھر نہیں
آئیں گے جدھر ہم ہیں، ہم خوشی سے آپ کے لئے جگہ نکال لیں گے۔" اس طرح کی
تجویز شاید کچھ ضرورت سے زیادہ بے تکلفانہ تھی لیکن جس جگہ کی طرف اس نے اشارہ
کیا تھا وہ ایسی اچھی تھی کہ گنجی نے اسے فوراً منظور کر لیا۔ "لیکن یہ بہت نامناسب ہو
گا میں آپ کی جگہ اس طرح لے لوں ..." گنجی نے بڑی شائستگی سے کہنا شروع ہی کیا
تھا کہ خواتین میں سے ایک نے اس کے ہاتھ میں ایک پنکھا تھما دیا جس کا ایک کونا مڑا
ہوا تھا۔ اس نے اس میں ایک شعر لکھا ہوا دیکھا: "میں نے ملاقات کے اس گل پوش دن
کا، جب کہ عظیم دیوتا اپنی نئی شان ظاہر کرتے ہیں، بے کار انتظار کیا، تمہارے پہلو میں
تو کوئی اور ہے۔" یہ سوال خط جانا پہچانا تھا، یقیناً یہ اسی خوابگاہ والی پرانی خاتون کا
تھا۔ گنجی نے سوچا کہ اب وقت آگیا ہے کہ وہ ہنسی دل لگی کی بات چھوڑ دے، اس لئے
اس نے ذرا روکھا سا جواب دیا: "یہ ہماری موجودہ ملاقات کا دن نہیں ہے جب
ہار پہنے پُرجوش انسانی قبیلے اکٹھے ہو رہے ہیں!" اس جواب نے خاتون کو بدحواس
کر دیا اور بولی: "اب میں سخت پشیمان ہوں کہ اس منحوس دن کے لئے میں نے اپنے
خیال کو پھولوں سے سجا رکھا تھا کیونکہ یہ محض نام ہی کے لئے ملاقات کا دن ہے!"
ان کی گاڑیاں پہلو بہ پہلو رہیں لیکن گنجی نے یہ تک نہیں کیا کہ پردے کی اوٹ
سے۔ اس سے بہتوں کو مایوسی ہوئی۔ اس کی چند دن پہلے جشن کی شائستگی اور
شخصیت اس کے برعکس معلوم ہوتی تھی جس غیر نمایاں انداز میں وہ آج جشن میں شامل
ہو گیا تھا۔ اس بات کو سب تسلیم کرتے تھے کہ وہ دنیا ہے جو بھی ہوا اس کے ساتھ
والی خاتون کسی بڑے خاندان سے تعلق رکھتی ہوگی۔ گنجی کا اندیشہ تھا کہ کہیں اس

کی ہمسایہ خاتون تکلیف دہ نہ ثابت ہو لیکن خوش قسمتی سے اس کے ساتھ کی بعض عورتیں اس سے زیادہ محتاط تھیں اور گنجی کے ساتھ والی خاتون کے خیال سے انھوں نے اس تیز اور طرار خاتون کو ضبط سے کام لینے پر آمادہ کر لیا۔

شہزادی روکوجو کی پریشانیاں اب پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں۔ اگرچہ اب وہ گنجی کے سلوک کو برداشت نہیں کر سکتی تھی، لیکن گنجی سے ایک دم الگ ہو جانے اور اتنی دور چلے جانے کا خیال اسے اس قدر پریشان کر رہا تھا کہ وہ اپنے جانے کو برابر ملتوی کرتی جاتی تھی۔ وہ اس بات کو بھی محسوس کرتی تھی کہ اگر لوگوں نے یہ سمجھا کہ وہ گنجی کے ٹھکرا دینے کی وجہ سے یہاں سے بھاگ گئی ہے تو وہ اور زیادہ مذاق اڑائیں گے۔ اگر اس نے اب آخر میں اپنا ارادہ بدل دیا اور یہیں رہ گئی تو ہر شخص اس کے کردار کو غیر متوازن اور ناقابل فہم ٹھہرائے گا۔ اس طرح اس کے دن رات تذبذب کے کرب میں گذر رہے تھے اور وہ اکثر دل ہی دل میں یہ شعر پڑھا کرتی تھی: "میرا دل آئس کے ساحل پر مچھلی کا شکار کرنے والوں کی منسی میں بندھی ہوئی ترنڈی کی طرح لہروں کے تھپیڑے کھاتا پھرتا ہے۔" یہ حقیقت ہے کہ وہ اس بیمار کر دینے والے ہیجانی جھٹکوں میں ادھر سے ادھر ہو رہی تھی جو اس کے قابو سے باہر تھے۔

اگرچہ گنجی کو اس خیال سے دکھ تھا کہ وہ خود کو اتنی دور جانے پر مجبور پا رہی ہے تاہم اس نے اسے سفر سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ لکھا: "یہ بالکل فطری ہے کہ مجھ جیسے تکلیف دہ شخص کو تم ہمیشہ کے لئے اپنے دل سے نکال دینا چاہو گی۔ میری تم سے صرف یہ التجا ہے کہ چاہے تمہیں اس میں کوئی فائدہ نہ دکھائی دے لیکن جانے سے قبل مجھے ایک بار ملنے کا موقع اور دو۔ اگر ملاقات ہوئی تو تمہیں محسوس ہو گا کہ مجھے تمہاری خوشی کی اس سے زیادہ فکر رہتی ہے جتنی کہ تم سمجھتی ہو۔" لیکن وہ اس بات کو بھلا نہ سکی کہ جب پار کرنے والی ندی پر اس نے خود اپنے شک اور تذبذب کی تکلیف

سے سکون چاہا تو پرشور لہروں نے اسے چٹانوں سے ٹکرا دیا[٥٩]۔ وہ اس ظلم کے متعلق سوچتا رہا، یہاں تک کہ اس کے دل میں کسی اور خیال کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی۔

اس درمیان میں شہزادی آزادی بہت زیادہ بیمار ہو گئی، بعض اوقات تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بُری روح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے۔ سارا گھر ایسی پریشانی اور غم میں مبتلا ہو گیا تھا کہ گنجی چند گھنٹوں سے زیادہ کے لئے وہاں الگ نہیں رہ سکتا تھا۔ اسے اس کا موقع بھی مشکل ہی سے ملتا تھا کہ خود اپنے گھر جائے۔ آخر وہ اس کی بیوی ہی تو تھی، اس کے علاوہ اختلاف سے پیدا ہونے والی الجھنوں کے باوجود اس کا بے حد خیال کرتا تھا۔ اب وہ خود سے یہ بات چیت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ جس حال میں تھی اس سے فطری طور پر جو تکلیفیں وابستہ ہوتی تھیں، ان کے علاوہ اُسے کوئی اور تکلیف بھی ہے، اور اس خیال سے وہ بہت پریشان تھا۔ اس کی ہدایت کے مطابق جھاڑ پھونک اور دعا تعویذ کا سلسلہ برابر جاری تھا اور علامات کو دیکھ کر سب اس بات پر متفق تھے کہ کسی زندہ شخص کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ بہت سے نام لئے گئے لیکن روح نے کسی نام پر ہامی نہیں بھری اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب یہ کبھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ آزادی کو بھی یہی محسوس ہوتا تھا کہ کوئی بیرونی چیز اس کے اندر داخل ہو گئی ہے اور گو وہ کسی خاص قسم کے درد یا خوف کا احساس نہیں کرتی کرتی تھی لیکن وہ چیز ہر وقت موجود رہتی ہے، اس کا خیال اس کا پیچھا ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں چھوڑتا تھا۔ وقت کے بڑے سے بڑے سیانے اس بد روح کو نکالنے میں ناکام رہے اور یقین ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی آسیب نہیں ہے بلکہ بغض اور کینے کی زبردست قوت اس پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ یہ بالکل فطری بات تھی کہ اس کے ہی خواہوں کے

---

[٥٩] غسل دینے والوں کی تقریب میں گاڑیوں کے جھگڑے کی طرف اشارہ، غالباً کہیں اور کی عبارت ہے

ذہن ان ناموں کی جستجو کرنے لگے جن پر گنجی سب سے زیادہ مہربان تھا۔ لوگوں نے سرگوشیاں
کیں کہ روکوجو اور نجو ان میں مقیم لڑکی ایسی ہی ایسی عورتیں ہیں جن سے وہ اس قدر
محبت کرتا ہے کہ ان کا حسد ایسے مہلک اثرات پیدا کر سکتا ہے لیکن جب بھوت اتارنے
والے سیانوں نے ان ناموں کا ورد کر کے ان روحوں کو بلانا چاہا تو کوئی رد عمل نہیں ہوا
دنیا میں خود اس کا کوئی دشمن نہیں تھا جو اس کے خلاف شعوری طور پر[۱] زیادتی کر رہا
ہو۔ ایسی بیماریاں کبھی کبھی پرانی آیاؤں یا مری ہوئی خادماؤں کی روح سے منسوب کی
جاتی تھیں، یہ بھی ممکن تھا کہ آؤئی کے باپ یسار الدولہ نے کسی کو تکلیف پہونچائی
ہو، اور اس کا بھوت باپ کے بجائے لڑکی کو کمزور پا کر لگ گیا ہو۔ ہر قیاس پہلے تسلیم
کیا جاتا تھا پھر رد کر دیا جاتا تھا اور اس کا یہ حال تھا کہ مستقل پڑی رویا کرتی تھی۔
برابر یہ بھی ہوتا تھا کہ اس پر سسکیوں کے ایسے دورے پڑتے تھے کہ اس کی سانس
رک جاتی تھی اور جو لوگ اس کے قریب ہوتے خوفزدہ ہو کر غم والم میں کھڑے رہ جاتے
اور ان کی سمجھ میں نہ آتا کہ کیا کریں۔

سابق شہنشاہ برابر اس کی خیریت دریافت کیا کرتا تھا، یہی نہیں اس نے اس
کے لئے خاص دعائیں کرانے کا حکم بھی دے دیا تھا۔ اس کی اس توجہ نے اس کے والدین
کو یہ بتایا کہ دربار میں اس کا کیا وقار تھا۔ اس کی بیماری کی خبر نے اس کے دوستوں ہی
کے دل میں نہیں سارے ملک میں غم والم کی لہر دوڑا دی۔ روکوجو نے اس کی علالت کی
خبر بڑے دکھ سے سنی۔ برسوں وہ دونوں گنجی کی محبت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے
کی رقیب رہ چکی تھیں لیکن گاڑیوں کے اس نامراد جھگڑے کے بعد بھی (گو یہ درست ہے
کہ اس نے اسے بے حد پریشان کر دیا تھا) وہ کبھی اس حد تک نہیں گئی تھی کہ شہزادی کا

---

[۱] حاسد اس سے بے خبر ہوتا ہے کہ اس کے حسد کا کیا اثر پڑ رہا ہے۔

برا چاہے۔ وہ خود بھی تو بیمار تھی۔ اسے ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ جو شدید اور دماغ کے مختل کر دینے والے جذبات ہر وقت اسے گھیرے رہتے ہیں انھوں نے اس کی ذہنی حالت کسی قدر خراب کر دی ہے اس لئے اس نے طے کیا تھا کہ کہیں گھر سے دور جا کر وہ اپنا روحانی علاج کرائے گی۔ گنجی کو یہ خبر ملی تو وہ بہت پریشانی کے عالم میں وہاں روانہ ہو گیا جہاں اس کے قیام کی اطلاع ملی تھی۔ وہ جگہ شہر کے حدود سے باہر تھی اس لئے اسے مجبوراً بہت خفیہ طریقے[۱۲] سے جانا پڑا۔ اس نے اس سے گڑگڑا کر معافی مانگی کہ وہ اب تک اس کی عیادت کو نہ آسکا۔ "میرا وقت کبھی خوشی میں نہیں گذر رہا تھا۔" یہ کہہ کر اس نے آوارہ کی علالت کی تفصیلات بیان کیں۔ وہ اس پر یہ واضح کر دینا چاہتا تھا کہ اگر وہ نہ آسکا تو اس کا سبب ایک افسوسناک مجبوری تھی، "یہ نہیں تھا کہ اسے کوئی زیادہ دلچسپ صحبت میسر آگئی تھی۔" "یہ میری اپنی پریشانی نہیں ہے جس نے مجھے بدحواس کر دیا ہے بلکہ اس کی بیماری نے اس کے بدقسمت والدین کو جس بے بسی اور تکلیف میں غرق کر دیا ہے اس کا احساس ہے۔ اس بیماری کے ساری پریشانیوں کو کچھ دیر کے لئے بھول جانے کی امید میں آج میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ اگر کسی اور وجہ سے نہیں تو انھیں اسباب کی بناء پر تم ایک دفعہ میری تمام بداعمالیوں کو معاف کر دو اور مجھ پر مہربان ہو جاؤ۔"

اس کی منت و سماجت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کا رویہ پہلے سے بھی زیادہ معاندانہ ہو گیا مگر وہ نہ تو اس پر ناراض ہوا اور نہ متعجب۔ دن نکل ہی رہا تھا کہ وہ بغیر تسکین دل کے گھر واپس ہو گیا۔ لیکن جس وقت وہ اسے جاتے دیکھ رہی تھی اس کے حسن

۱۲۔ شاہی خاندان کے لوگ شہر سے باہر شہنشاہ کی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتے تھے (معلوم ہوتا ہے یہاں مترجم سے غلطی ہوئی ہے۔ آٹھویں باب میں گرچہ وہ شاہی خاندان میں شمار نہیں کیا جاتا۔
(احتشام حسین)

نے اس کے غم کو دوبالا کر دیا اور وہ ایک بار پھر محسوس کرنے لگی کہ اس سے کنارا کش ہو جانا دیوانگی ہے۔ تاہم وہ اس کے لئے کیوں رکے؟ آوارگی کے بچہ ہونے والا تھا اور یہ اس بات کا ثبوت ہو سکتا تھا کہ اس نے اس سے تعلقات اچھے کر لیے ہیں۔ آئندہ وہ یہ کر سکتا ہے کہ ناقابل الزام دیانت داری کی زندگی بسر کرے اور کبھی بھولے بھٹکے اس کے پاس معذرت کرنے کے لئے آجائے جیسا کہ اس نے آج کیا ہے تو اس سے اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ اس کی تمناؤں کا زخم ہرا ہو جائے گا؟ اس لئے جب دوسرے دن گنجی کا خط اس کے پاس آیا تو اس نے اپنے کو پہلے سے بھی زیادہ بدحواس پایا۔ اس خط میں تھا کہ: "بیمار خاتون جو گذشتہ چند دنوں میں کسی قدر بہتر ہو چلی تھی پھر بہت زیادہ پڑ گئی ہے اور میرے لئے ناممکن ہو گیا ہے کہ میں اس کے پاس سے ہٹوں۔" اس بات کا یقین کر کے کہ یہ محض بہانہ ہے، اس نے جواب میں یہ شعر لکھا: "اگر میں نے اس بے احتیاط دیہاتی لڑکی کی طرح جو بالیاں لگے ہوئے دھان کے کھیت میں اندر گھس جاتی ہے، محبت کے اندھیرے راستہ میں اپنی آستینیں بھگولی ہیں تو غلطی میری ہے اور مجھی کو اسے بھگتنا چاہیئے" یہ خط کے خاتمہ پر اس نے گنجی کو وہ پرانا گیت بھی یاد دلایا: "اب میں بہت زیادہ پچھتا رہی ہوں کہ میں اپنا گھڑا اس پہاڑی کنویں پر لے کر کیوں گئی جہاں بس پانی اتنا ہی گہرا تھا کہ میری آستین بھیگ جائے۔" اس نے نازک سواد خط کو دیکھا، بڑے اونچے اور شریف خاندانوں میں بھی، دوسرا اور کون ایسا تھا جو اس بے مثل حسن اور لطافت میں اس کے اس مختصر سے خط کا مقابلہ کر سکتا؟ یہ خیال اس کے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔ جس کی ذات اور ذہن دونوں سے اسے اتنا انس تھا وہ اسی کی غلطیوں کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے اس کے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے۔ اگرچہ اندھیرا ہو رہا تھا لیکن وہ اسی وقت بیٹھ گیا اور اس کے نام یہ خط لکھا: "یہ نہ کہو کہ پانی نے صرف

تمہاری آستینوں کو جگو دیا ہے کیونکہ یہ پانی میری محبت میں نہیں صرف تمہارے مقابل میں ہے!" اس کے بعد اس نے اس شعر کا اضافہ کر دیا: "یہ تم ہو اور صرف تم، جو چھچھلے تالابوں کے کنارے گئیں، جہاں تک میرا تعلق ہے میں تاریک راہ محبت کی جھاڑیوں سے اس وقت تک الجھتا رہا جب تک کہ میرا سارا جسم خراب و زبوں نہیں ہو گیا۔" خط کو ختم کرتے ہوئے اس نے لکھا: "اگر اطمینان کی ایک کرن بھی اس گھر میں دکھائی دیتی تو میں خود ہی اس خط کا قاصد ہوتا!"

اس دوران میں، آوارگی کی آسیب زدگی پورے عروج پہونچ گئی۔ وہ قابل رحم حالت میں تھی۔ یہ بات روکوجو کے کان تک پہونچی کہ کچھ لوگوں نے اس بیماری کو اس کی اروکوجو کی زندہ روح کا آسیب قرار دیا ہے۔ اسے یہ بھی بتایا گیا کہ بعضوں کے نزدیک اس کے باپ کی روح اپنی لڑکی کے ساتھ اس طرح کی غداری کا بدلہ لے رہی ہے۔ وہ آوارگی کی طرف اپنے جذبات پر مسلسل غور کرتی رہی لیکن اپنے دل میں سوائے زبردست غم کے اور کچھ نہ پا سکی۔ آوارگی کی طرف کسی قسم کی عداوت کی اسے کوئی علامت نظر نہ آئی لیکن وہ اس بات کو یقین سے نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس کی مصائب سے جھلسی ہوئی روح کی گہرائیوں میں کہیں حسد اور حسد کی کوئی چنگاری دبی ہوئی نہیں پڑی ہے۔ گو کبھی کبھی اس کو دنیا افسوس ہوتا تھا کہ جو تکلیفیں اسے پہونچی ہیں ان سے بڑی تکلیفوں کا دنیا میں وجود نہیں ہے لیکن گذشتہ کئی سال سے جب اس نے حسن محبت اور کرب کا مقابلہ کیا اس نے کبھی اس کی روح اس طرح مجروح اور پامال نہیں ہوئی تھی جیسی کہ گذشتہ چند دنوں میں ہو گئی تھی۔ جب کہ تماشگاہ زیوں کے اس منحوس جھگڑے سے ہوئی تھی اسے اس طرح ذلیل کیا گیا تھا کہ گویا اسے زندہ رہنے کا کوئی حق ہی حاصل نہیں ہے۔

ہاں یہ بالکل درست تھا کہ غسل والی تقریب کے دن سے اس کے ذہن میں، جیسے

متضاد جذبات اور عزائم کے طوفان اٹھ رہے تھے کہ کبھی کبھی اسے اپنے دماغ پر کسی قسم کا کوئی قابو ہی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اسے وہ رات یاد آئی جب انھیں بکلیہ نے وہ شوک اور غیر فیصلہ کن خیالات کے درمیان اچانک اسے ایسا معلوم ہوا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ اس نے دیکھا کہ جیسے وہ کسی بڑے وسیع اور شاندار کمرے میں ہے اور وہیں آراستہ کی گئی ہے۔ بیٹی ہوئی عورت کے بازو پکڑ کر اس نے گھسیٹ لیا اور ایک طرح کے ہذیانی غم و غصہ میں اسے اس طرح نوچ ڈالا جس کا وہ بیداری کی حالت میں خیال بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اس کے بعد سے اس نے یہی خواب بار بار دیکھا تھا۔ اف کتنا خوفناک خواب دیکھا تھا! اس وقت اسے یہ محسوس ہوا کہ ایک شخص کی روح کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ جسم کو چھوڑ کر نکل جائے۔ جذبات کے بہاؤ میں بہ پہونچ جائے جہاں جاگتے میں جانا ناممکن ہوگا۔ اس نے سوچا کہ جہاں کسی انسان نے اعمال برائیوں سے محفوظ رہتے ہیں وہاں بھی لوگ اس کی اچھی باتوں کو نظرانداز کرنے اور برائیوں ہی کا تذکرہ کرنے میں ایک جابرانہ مسرت حاصل کرتے ہیں۔ وہ لوگ ایسے قصے کو کس خوشی سے قبول کریں گے کہ مرنے کے بعد کسی شخص کا بھوت اپنے دشمنوں کا پیچھا کرے یہ بات تو خیر ہے حالانکہ اس کو اس حیثیت سے قبول کیا جاتا ہے کہ مرنے والا بہت ہی خوفناک تھا۔ وہ زہریلے اور کینہ پرور مزاج کا انسان تھا اور بے انتہا بدنام۔ پھر میرا کیا حشر ہوگا اگر لوگوں نے سمجھ لیا کہ میں زندگی ہی میں ایسے نفرت انگیز جرم کی مرتکب ہوئی ہوں!" قسمت جو دکھلائے وہ تو دیکھنا ہی ہے! گنجی ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے نکل گیا۔ اگر اسے ذرا بھی اپنے اوپر قابو رکھنا ہے تو سب سے پہلے کسی نہ کسی طرح گنجی کا خیال ذہن سے نکال دینا ضروری ہے۔ وہ برابر اپنے کو یاد دلاتی رہتی تھی اور اس کا یہی عمل آخرکار اسے اور زیادہ یاد دلاتے رہنے کا ذریعہ بن گیا تھا۔

آنس کی دیوداسی کو سال کے خاتمے سے پہلے ہی اپنے فرائض میں شامل ہو جانا چاہیے تھا لیکن مختلف قسم کی کچھ ایسی دشواریاں پیدا ہو گئی تھیں کہ وہ دوسرے سال موسم خزاں سے پہلے وہاں نہیں پہونچ سکی۔ اُسے "میدانی محل"* میں نویں مہینے میں داخل ہونا تھا لیکن اس کا فیصلہ اتنی تاخیر سے کیا گیا کہ اس کے دست غسل طہارت کے انتظامات بڑی عجلت میں کرنے پڑے۔ یہ بات بھی بہت غیر اطمینان بخش تھی کہ اس مشکل وقت میں اس کی ماں، جسے انتظامات کی نگرانی کے لئے موجود ہونا چاہیے تھا، اپنے بستر پر گھنٹوں بدحواس اور مجبور پڑی رہتی تھی۔ آخر مندر کے پروہت لڑکی کو لینے کے لئے آ گئے۔ ان لوگوں نے اس کی ماں کی بیماری پر بڑی تشویش کا اظہار کیا اور دعا تعویذ کے لئے اپنی خدمات پیش کیں کہ ان کی موجودگی سے فائدہ اٹھایا جائے۔ لیکن ہفتے پر ہفتے گذرتے گئے اور اس کی حالت نہ بدلی، ایسی علامتیں کبھی ظاہر نہ ہوتی تھیں جنھیں خطرناک کہا جا سکے لیکن غیر واضح انداز میں وہ بہت بیمار معلوم ہوتی تھی۔ گنجی برابر اس کا حال دریافت کرایا کرتا تھا لیکن اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کی توجہ دوسرے معاملات کی طرف ہے۔ ابھی آوئی کے یہاں بچہ پیدا ہونے کا دن نہیں آیا تھا اور نہ اس کے لئے کوئی تیاری کی گئی تھی کہ اچانک ایسا معلوم ہوا گویا اس کا وقت آ گیا ہے۔ وہ بڑی تکلیف میں تھی اور اگرچہ جھاڑ پھونک کرنے والے دعاؤں پر دعائیں اور منتر پر منتر پڑھتے جاتے تھے لیکن جس آسیب نے اس کو دبوچ رکھا تھا اس سے ذرہ برابر کمی نہیں ہوئی تھی۔ ملک کے بڑے سے بڑے معجزنما معالج موجود تھے لیکن ان کی مکمل

---

* یہ عمارت باغ کے اندر ایک عارضی عمارت ہوتی تھی جو دیوداسی کے لئے بنائی جاتی تھی۔ اس نے مندر میں جانے سے پہلے کئی سال وہیں گذارے

انھیں الجھن اور جھنجھلاہٹ میں مبتلا کرتی رہتی تھی۔ آخر کار ان کے منتروں کی قوت سے مجبور ہو کر وہ خبیث روح جو اس پر مسلط تھی بولی اور زار و قطار روتے ہوئے اس کو کہتے ہوئے سنا گیا: "مجھے کچھ مہلت دی جائے۔ ایک ایسی بات ہے جس کے متعلق مجھے شہزادہ گنجی سے باتیں کرنا ضروری ہے۔" سیانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر سر ہلایا جیسے یہ کہہ رہے ہوں کہ اب کچھ جاننے کے قابل باتیں معلوم ہوں گی کیونکہ ان کو اس بات کا یقین تھا کہ بھوت بیمار کے اندر سے بول رہا ہے۔ اس لئے وہ جلدی سے گنجی کو اس کے بستر کے قریب لائے۔ اس کے ماں باپ یہ سمجھ کر شاید اس کا آخر وقت آ گیا ہے اور وہ گنجی سے وصیت کرنا چاہتی ہے، پیچھے کے کمرے میں چلے گئے۔ پروہتوں نے بھی اپنا پوجا پاٹ بند کر کے آہستہ آہستہ ہو کے کیو[14] پڑھنا شروع کر دیا۔

گنجی نے آ کر مسہری کا پردہ ہٹایا۔ وہ بستر پر پڑی ہوئی ہمیشہ کی طرح خوبصورت نظر آ رہی تھی۔ پیٹ میں بچہ ہونے کی وجہ سے کچھ بڑی بھی دکھائی دیتی تھی۔ کوئی شخص جو اس حالت میں اسے دیکھتا اس کے حسن سے ایک عجیب انداز میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا پھر شہزادہ گنجی کیوں نہ ہوتا جس کا دل اس وقت رحم اور خجالت کے جذبات سے بھرا ہوا تھا! اس کے لمبے بالوں کے گھونگر اس کے سفید لباس پر بہت کھل رہے تھے۔ اس کے فطری حسن نے بیماری کے اس ڈھیلے ڈھالے لباس میں بھی ایک طرحدار قبا کی شان پیدا کر دی تھی! اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا: "تمہیں اس قدر پریشان دیکھ کر کتنی تکلیف ہوتی ہے۔۔۔۔" اس کے آگے وہ کچھ نہ بول سکا۔ وہ سے غور سے دیکھ رہی تھی لیکن اس کے آنسوؤں کے درمیان اس نے دیکھا کہ اب اس کی آنکھوں میں وہ فخر و غرور

---

[14] سنسکرت کے "سدھرم پنڈاریکا سوترا" کا چینی ترجمہ۔ دیکھئے سیکرڈ بکس آف دی ایسٹ جلد ۲۱

تنفر نہیں تھا جس کے دیکھنے کا وہ عادی ہو چکا تھا بلکہ اس کی جگہ ایک تلطف اور تحمل تھا۔
اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر اس کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر گئیں۔ اگر وہ
بھی رونے لگا تو مناسب نہیں ہوگا، اس کے ماں باپ اور پریشان ہوں گے۔ اس کے
علاوہ آوازی بھی گھبرا رہی تھی اس لئے اسے خوش کرنے کے لئے اس نے کہا: "خوش
بھی ہو جاؤ، حالات اتنے خراب نہیں ہیں! تم بہت جلد اچھی ہو جاؤ گی لیکن اگر کچھ ہو بھی
گیا تو اس کا یقین رکھو کہ ہم دوسری دنیا میں پھر ضرور ملیں گے۔ تمہارے ماں باپ اور
دوسرے لوگ بھی تم سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ تمہاری اور ان کی قسمتوں میں کوئی زبردست
رشتہ ضرور ہونا چاہئے اور یہی آنے والی جنموں میں تمہیں ان سے بار بار ملائے گا۔" یک بیک
اس نے اسے روک دیا اور کہا: "نہیں نہیں! ایسا نہیں ہے۔ کچھ دیر کے لئے ان دعاؤں
کو رکوا دو، ان سے مجھے نقصان پہونچ رہا ہے۔" اس کے بعد گنجی کو ذرا اور قریب کھینچ کر
اس نے کہا: "مجھے یقین نہیں تھا کہ تم آؤ گے۔ میں تمہاری منتظر رہی یہاں تک کہ شدت
شوق میں میری روح جل کر ختم ہو گئی۔" اس کی آواز میں محبت اور نرمی تھی۔ اس نے اسی
لہجے میں یہ شعر پڑھا: "اس دھجی کو اس طرح سی دو جیسے قمیص پر بخیہ ہوتی ہے کہ میری روح
سے مایوسی اور تنہائی کے احساس الگ ہو گئے۔" جس آواز میں یہ الفاظ کہے گئے تھے وہ
آوازی کی نہیں تھی، نہ کہنے کا انداز اس کا تھا۔ اسے یہ آواز کسی جانی پہچانی آواز سے ملتی
ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ وہ کون تھی؟ کون؟ ہاں یقیناً یہ روکوجو کی آواز تھی! اس نے ایک بار
اس نے لوگوں کو یہ خیال ظاہر کرتے سنا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے لیکن اس نے ہمیشہ اس
کو ناقابل اعتنا اور نفرت انگیز سمجھ کر رد کر دیا تھا کہ یہ کسی بے اصول تہمت ساز کے ذہن کی
حاسدانہ ایجاد ہوگی اور یہ بھی کہا تھا کہ ایسے آسیب ہوتے ہی نہیں۔ اب اس نے اپنی
آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ایسی باتیں کتنی ہی خوفناک اور ناقابل یقین ہوتی ہوں لیکن حقیقی
زندگی میں ہوتی رہتی ہیں۔ آخر کار لپٹنے اور رقت طاری ہوتے ہوئے اس نے دھیمی آواز میں کہا:

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ سے کون بول رہا ہے۔ مجھے شک میں نہ ڈالو...!" اس نے اس
کو جواب جو دیا اس نے مکمل طور پر ثابت کر دیا کہ اس کا گمان درست تھا۔ اسی خوف کی حالت
میں آوادی کے ماں باپ آ گئے۔ اس نے بولنا بند کر دیا تھا۔ اس کی ماں نے اسے خاموش
لیٹا ہوا دیکھ کر سمجھا کہ دورہ ختم ہو گیا اور ایک برتن میں گرم پانی لے کر وہ اس کی طرف
بڑھی ہی تھی کہ آوادی اچانک زور سے چونک پڑی اور اس کے بچہ پیدا ہو گیا۔ وقتی طور
سے ہر طرف مسرت اور خوشی کی لہر دوڑ گئی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کبیرنند نے اسے
تھوڑی ہی دیر کے لئے چھوڑا ہے کیونکہ کچھ ہی لمحوں کے بعد اس پر خوف کا ایک زبردست
دورہ پڑا جیسے کہ بھوت (وہ جو کچھ بھی ہو) اس بات پر ناراض ہو کہ اسے تھوڑی ہی دیر کے
لئے ہی ہٹنے پر کیوں مجبور کیا گیا۔ اس لئے مستقبل کے متعلق پھر پریشانی چھا گئی۔ منڈان کے
بڑے راہب اور دوسرے مذہبی بزرگ جو کمرے میں یکجا تھے اس آسانی سے وضع حمل کو اپنی
دعاؤں کا نتیجہ سمجھتے تھے جب وہ ذرا دیر کے لئے سکون و آرام کے لئے وہاں سے ہٹے تو انہوں
نے اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ کر اطمینان کی سانس لی، اس کے دوست اور بہی خواہ جو ان بڑے
بڑے غم کا شکار تھے کچھ خوش ہو گئے۔ انہیں خیال تھا کہ اگرچہ اس کی حالت میں کوئی
نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی ہے لیکن بچے کے خیریت سے پیدا ہو جانے کی وجہ سے اس کی
صحت عنقریب سنبھل جائے گی۔ دعا تعویذ کا سلسلہ ایک بار پھر شروع ہو گیا لیکن سارے گھر
میں ایک نیا اعتماد ظاہر ہو رہا تھا کیونکہ ایک نوزائیدہ کی دیکھ بھال کی مسرت کم سے کم کئی
دن کی ذہنی ہیجان سے نجات دلانے میں معین ہو رہی تھی۔ سابق شہنشاہ، شہزادوں اور تمام
درباریوں نے خوبصورت تحفے بھیجے تھے جن کی چمک دمک ہر رات* کو بڑھ دیتی تھی۔ اس بات
نے ولادت کے سلسلے کی تقریبات کو اور زیادہ شاندار بنا دیا تھا کہ نیا پیدا ہونے والا لڑکا تھا۔

---

* شاہی تحفے تیسری، پانچویں اور نویں رات کو دیئے جاتے تھے۔

کی اجازت نہ تھی کہ بچہ اتنا خوبصورت تھا جتنا کہ سوچا جا سکتا تھا۔ گنجی بچہ میں جو دلچسپی لے رہا تھا اور اس کی بہتری کے لئے جس قسم کے انتظامات کر رہا تھا اُسے دیکھ کر آؤای کا باپ بہت خوش تھا کیونکہ یہ بات اسے اپنی لڑکی اور گنجی کے تعلقات کی بہتری کی علامت معلوم ہوتی تھی۔ اندا اگرچہ اس کی سست رفتار صحت یابی پریشانی کا سبب تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ جس قسم کی بیماری اس کی بیٹی نے اٹھائی ہے اس کا بہت دنوں تک کے لئے اپنے اثرات چھوڑ جانا لازمی ہے، اس طرح اس نے خود کو سمجھا لیا تھا کہ اس کی حالت اتنی خراب نہیں ہے جتنی کہ سمجھی جاتی ہے۔ بچہ گنجی کو نئے عہد کی یاد دلاتا تھا اور اس کا جی چاہنے لگتا تھا کہ وہ فوجت سو بو کے بچے کو دیکھ آئے۔ اس کی یہ خواہش اتنی بڑھی کہ اس نے آؤای کے پاس ایک پیغام بھیجا جس میں لکھا تھا "بہت دن ہو گئے کہ محل نہیں جا سکا ہوں یا کہیں اور نکلا ہوں۔ مجھے کچھ تفریح کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے اس لئے آج میں کچھ دیر کے لئے نکلنا چاہتا ہوں لیکن جانے سے پہلے تم سے ملنے کی بھی خواہش ہے۔ میں یہ محسوس کرنا نہیں چاہتا کہ ہم ایک دوسرے سے بالکل الگ ہو گئے ہیں" اس نے خط میں اس طرح کی درخواست کی تھی۔ آؤای کی پیش خدمتوں نے بھی اس کی تائید کی اور کہا کہ شہزادہ گنجی اس کا چہیتا مالک اور آقا ہے، اس کے ساتھ ایسی سرد مہری اور تکبر کا برتاؤ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کو یہ خیال تھا کہ اس کی بیماری نے اس کے حسن پر اثر کیا ہے اس لئے وہ چاہتی تھی کہ پردے کی اوٹ سے بات چیت ہو لیکن اس کی پیش خدمتیں اس پر راضی نہیں ہوئیں۔ چنانچہ وہ ایک تپائی لے کر بالکل اس کے بستر کے پاس آ گیا اور اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ کبھی کبھی وہ بھی درمیان میں ایک آدھ لفظ بول دیتی لیکن یہ بات ظاہر تھی کہ وہ ابھی بہت کمزور ہے پھر بھی یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ وہ کبھی ابھی بالکل موت کے نزدیک پہونچ چکی تھی۔ وہ چپکے چپکے اس کی بیماری کے بدترین دنوں کی باتیں کر رہے تھے کہ اب وہ ایک ڈراؤنے خواب کی طرح معلوم ہوتی ہے لیکن اچانک

ہوئے ساتھی کی وہ عجیب و غریب گفتگو یاد آئی جب وہ اپنی آخری سانسیں لے رہی
تھی، اس وقت یاد کرتے آتے ہی اس نے کہا تھا" بہت سی باتیں ہیں جن کے متعلق میں تم سے کچھ بھی
باتیں کروں گا۔ اس وقت تم بہت تھک گئی ہو اس لئے مجھے اب چلے ہی جانا چاہئے۔" یہ کہہ کر اس
نے اس کے تکئے ٹھیک کئے، منہ ہاتھ دھونے کے لئے گرم پانی لایا اور تیمارداری کرنے والی
کے فرائض اس خوبی سے انجام دئیے کہ جو لوگ موجود تھے انھیں حیرت ہو گئی کہ یہ فن اس نے کہاں
سے سیکھا۔ اس کا حسن اب بھی لافانی تھا لیکن کمزور اور بے حس پڑی ہوئی وہ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے
اس کا وجود بھی فضا میں تحلیل ہو جائے گا۔ وہ اسے بڑے اشتیاق سے دیکھتا رہا۔ اس کے بال جس
کے ذرا گھونگر بالکل درست تھے، تکئے کے اوپر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے بے پناہ حسن نے اتنا زیادہ
اسے کبھی متاثر نہیں کیا تھا۔ کیا یہ بات سوچی بھی جا سکتی تھی کہ اس نے برسوں ایسی عورت کو اپنے سے
اجنبی بنے رہنے دیا؟ وہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا پھر بولا" اب مجھے محل جانا چاہئے۔ میں زیادہ
نہیں ٹھہروں گا۔ اب جب تم بہتر ہو گئی ہو تمہیں چاہئے کہ جب تمہاری ماں آئے تو اسے زیادہ پریشانی
نہ ہونے دو کیونکہ اگرچہ وہ ظاہر نہیں کرتی لیکن تمہارے لئے بے انتہا پریشان ہے۔ اب کوشش کرے
گی ہر روز کچھ دیر کے لئے بیٹھ جایا کرے۔ میں سمجھتا ہوں چونکہ وہ تمہیں کس قدر پیار کرتی ہے
اس لئے تم جلد ٹھیک نہیں ہو رہی ہو۔" بادشاہ دروازہ تک پہنچے تھے، یہ کہہ کر جب وہ باہر
جانے لگا تو آزادی نے اسے اس توجہ سے جاتے ہوئے دیکھا جیسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

جن بادشاہوں نے دو ہزار کی تقریب میں حصہ لیا تھا ان کی دربار میں حاضری ضروری
ہوئی اس لئے آزادی کا باپ بھی گنجی ہی کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ اس کا بھائی بھی گیا کیونکہ اسے آنے
والے سال کے انتظامات درست کرنے کے سلسلے میں وزیروں کے مشورے اور مدد کی ضرورت
تھی۔ بہت سے نوکر چاکر بھی چلے گئے اور بڑا محل کچھ اجاڑ اور سونا نظر آنے لگا۔ ایک دن آزادی پر
پھر وہی پہلا سا درد پڑا اور فوراً ہی اس کی حالت خراب ہو گئی۔ یہ خبر گنجی کو بھیجی گئی اور وہ دربار
کی حاضری چھوڑ کر بھاگتا ہوا بڑے محل پہنچا۔ باقی اور لوگ بھی تیزی سے آئے اور اگرچہ

تقرر کی شام[16] تھی لیکن وہ لوگ اس کی کارروائی کے ختم ہوئے بغیر یہ سوچ کر اٹھ گئے کہ بڑے محل کے حالات میں یہ المناک تبدیلی ان کے لئے معذرت بن جائے گی۔ اتنی دیر ہو چکی تھی کہ اب تنڈائی کے پروہت یا جنھوں نے پہلی دعائیں پڑھی تھیں ان میں سے ہی کسی بڑے بزرگ کا بلانا مشکل تھا۔ یہ بات بڑی افسوسناک تھی کہ ٹھیک اس وقت جب وہ بہتر ہوتی ہوئی معلوم ہوتی تھی اچانک پھر موت کے دروازے پہ پہونچ گئی۔ بڑے محل کے لوگ متحیر اور مجبور ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ بات کی بات میں سارا گھر ہرکاروں اور قاصدوں سے بھر گیا جو ہر طرف سے خیریت پوچھنے یا ہمدردی کا اظہار کرنے کے لئے آ گئے تھے لیکن گھر کے لوگوں سے انھیں کوئی اطلاع نہیں مل رہی تھی کیونکہ گھبراہٹ میں اس کے سوا وہ اور کچھ نہیں کر رہے تھے کہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں بھاگے ہوئے جائیں، ان کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔

اس خیال سے کہ اس دفعہ ان آسیبی دوروں میں اس پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو چکی ہے، انھوں نے اس کی بھی کوشش نہیں کی کہ اس کے تکئے برابر کریں یا اس کے جسم کو ٹھیک کر دیں بلکہ جیسے وہ پڑی تھی اسی طرح چھوڑ رکھا تھا دو تین دن کے بعد یقین ہو گیا کہ اس کی روح پرواز کر چکی ہے۔

نالہ و فریاد کی جو عام فضا چھائی اس میں زبردست مایوسی سے گنجی کا دل بیٹھ گیا۔ بہت جلد جلد ایک کے بعد دوسری مصیبت آئی تھی اور زندگی اسے تکالیف کا ایک سلسلہ معلوم ہوتی تھی۔ تعزیت کے جو پیغامات شہر اور دربار کے اعلیٰ ترین حلقوں سے آ رہے تھے ان سے وہ اور زیادہ افسردہ اور پریشان ہو رہا تھا۔

بوڑھے سابق شہنشاہ کے پیغامِ تعزیت کا خلوص اور آؤئی کے مرنے پر اس کا درد انگیز اظہارِ غم اس کے باپ کی مسلسل آہ و زاری کے لئے بہت تسلی آمیز تھا۔ ایک دوست کے مشورے کی بنا پر اس المیہ میں زبردست عمل بھی کئے گئے کہ شاید زندگی کی کوئی چنگاری پھر دہک اٹھے۔

---

[16] نئے مقرر کئے جانے والے حکام کو باقاعدہ اختیار کے کاغذات دیئے جانے کی رسم۔

لیکن مخلوک طبیعت رکھنے والوں تک پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اب وقت گذر چکا ہے اور دل پر بوجھ
رکھ کر وہ لوگ اسے فوری ہی لے گئے۔ یہاں شہر کے باہر مرگھٹ کے وسیع میدان میں اجن باتوں
سے ڈر تھا وہ بہت جلد واقع ہوگئیں۔ شہر کے تمام بڑے بڑے گھروں سے جو لوگ جنازے
میں شریک ہونے کے لئے اور قرب و جوار کے تمام مندروں سے جو پروہت اور پجاری بھجن
اور منتر وغیرہ پڑھنے کے لئے آئے ہوئے تھے، اس وسیع میدان میں اس سوگوار ہجوم کے لئے مشکل
ہی سے جگہ تھی۔ سابق شہنشاہ کا نمائندہ موجود تھا، ملکہ کوکی ڈن اور ولی عہد نے بھی اپنی جگہ پر
کسی کو شریک ہونے کے لئے بھیجا تھا، بہت سے اہم لوگ بذات خود آئے تھے اور مجمع میں گھل
مل گئے تھے۔ کبھی کسی جنازے کے ساتھ ہمدردی اور دلچسپی کا یہ عام اظہار نہیں کیا گیا تھا آوادی
کا باپ نہیں آیا تھا: "اب اس بڑھاپے میں ایسی جوان، تندرست، ولاڑ سے ہاتھ دھونا ایک
زبردست اور گرا دینے والی چوٹ ہے...." گنجی نے یہ کہا اور آنسو چھپانے کی کوشش کر رہا
تھا وہ پھر جاری ہوگئے۔ اس کا غم دل کو پاش پاش کر دینے والا تھا۔ ساری رات طویل اور
غمناک رسمیں بجا لائی گئیں اور آخر میں رہ کیا گیا؟ تھوڑی سی راکھ۔ آخر صبح کو لوگ اپنے اپنے گھروں
کو واپس آئے۔ دھوم دھام اور شان کے علاوہ اس میں اور دوسرے جنازوں میں کوئی فرق نہ تھا
لیکن یہ کہ سوائے اس ایک زخم کے ابھی تک گنجی کو موت سے کوئی سابقہ نہیں پڑا تھا اس
لئے اس دن کے مناظر تکلیف دہ طور پر مسلسل اس کی نگاہوں کے سامنے ناچتے رہے۔
…نے کے سلسلے کی رسمیں آٹھویں مہینے کے آخری ہفتے میں ادا کی گئیں۔ یہ دیکھ کر کہ دنیا
کی خوبصورت صبح کی نورانیت کو مایوسی کی خنکی نے آوادی کے باپ کی نگاہوں سے چھپا دیا ہے
اور یہ سوچ کر کہ اس کے ذہن میں کس کس قسم کے خیالات آ رہے ہوں گے، گنجی اس کے پاس
آیا اور آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے آہستہ سے یہ شعر پڑھا: "چونکہ موسم خزاں ہے
آسمان پر ہر طرح کے بادل چھائے ہوئے ہیں اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے کون میری محبوبہ
کی چتا سے اٹھا ہے اس لئے میں بادلوں کی اس دنیا کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک تکتا رہتا ہوں۔"

آخر کار وہ اپنے کمرے میں واپس آیا اور لیٹ گیا لیکن سو نہ سکا۔ اس کے خیالات ان دنوں کا جائزہ لینے لگے جن میں اس نے اسے جانا تھا۔ اس نے بے پروائی سے یہ بات کیوں مان لی تھی کہ آخر میں سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا اور اس کی ناراضگی کے باوجود خوش رہتا تھا؟ اس نے کیوں سالہا سال یہاں تک کہ آخری دن بھی اس کوشش کے بغیر گزر جانے دیئے کہ ان کے درمیان کوئی بے تکلف تعلق اور محبت کا رشتہ قائم ہو؟ ایک تلخ قسم کے احساسِ پشیمانی سے اس کا دل بھرا ہوا تھا، لیکن اس سے فائدہ؟ اس کے نوکر اس کے لئے ہلکے بھورے رنگ کا ماتمی لباس لائے تو اس کے ذہن میں یہ عجیب و غریب خیال آیا: "کیا ہوتا اگر اس کے بجائے میں مر گیا ہوتا! اس وقت وہ گہرے رنگ کا ماتمی لباس پہنے ہوتی!" اور اس نے یہ شعر پڑھا: "گو یہ رسم نے مجبور کر دیا ہے کہ میں ہلکے رنگ کا ماتمی لباس پہنوں۔ لیکن میرے غم کا رنگ تو اتنا ہی سیاہ ہے جیسا لباس تو نے پہنا ہوتا۔" یہ لباس پہنے ہوئے جب وہ اپنی مالا جپ رہا تھا تو دیکھنے والوں نے محسوس کیا کہ ماتمی لباس کا ہلکا رنگ بھی اس پر پھیکا اور بے رونق نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ بہت سے منتر پڑھ ڈالے اس میں دھرم دھاتو سماؤھی کا انتظام کرنے والے کی حیثیت سے "سمنت بھدر" کی دعا بھی تھی۔ اس کو اس نے اس پرخلوص اثر سے ادا کیا جیسے پیشہ ور پیرزہت اپنے کمالِ قرأت کے باوجود ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد وہ نوزائیدہ بچے کے قریب گیا اور اس خیال سے اس کو کسی قدر تسکین ہوئی کہ اس نے کم سے کم اپنے بعد باہمی محبت کی یادگار تو چھوڑی ہے۔ گنجی نے دن بھر اپنے محل فی جوان بھی جانے کا خیال نہیں کیا بلکہ تصورات میں غرق پڑے پڑے اس نے یہ کام کیا کہ اس کی روح کے لئے عبادتوں کا حکم دیا۔ اس نے اتنی اور ہمت کی کہ کچھ خط لکھے جن میں سے ایک روکوجو کے نام بھی تھا۔ اس کی لڑکی جو دیوداسی بن گئی تھی سمندر دراز کے محافظوں کی نگرانی میں پہنچ چکی تھی اور وہاں سے "میدانی محل" میں بھیجی جانے والی تھی۔ روکوجو نے لڑکی کے جانے کو بہانہ بنا کر خط کا جواب نہیں

دیا[۱۷]۔ وہ زندگی اور اس کے مصائب سے اس قدر اکتا چکا تھا کہ وہ سنجیدگی سے ترکِ دنیا کا ارادہ کر رہا تھا اور اگر اس نے ایک نیا عہد نہ کر لیا ہوتا جس سے اس کا رشتہ دنیا سے ناقابلِ شکست شکل میں استوار ہو جانے والا تھا تو شاید وہ ایسا کر بھی چکا ہوتا۔ لیکن نہیں، وہ لڑکی ہوراساکی بھی تو اس کے محل کے ایک گوشے میں اس کا انتظار کر رہی تھی! اس طویل مدت میں وہ کتنی افسردہ رہی ہوگی! اس رات کو اگرچہ قریب ہی چوکیدار پہرہ دے رہے تھے لیکن وہ شاہی پردوں کے درمیان اپنے بستر پر پڑا ہوا زبردست تنہائی محسوس کر رہا تھا۔ اسے یہ مصرعہ یاد آیا کہ "جاڑوں کی راتیں تنہا پڑے رہنے کے لئے نہیں بنی ہیں"، تو اس نے محل کے سب سے شیریں آواز بجانے والے کو بلایا، تسبیح کی آوازوں سے مل کر اس کا لحن ناقابلِ برداشت حد تک دلکش ہو گیا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر تک گذرتے ہوئے ہنسراں کی المناکی اور ہواؤں کی سنسناہٹ نے اس پر اثر کیا اور چونکہ وہ تنہا راتیں گذارنے کا عادی نہیں تھا اس لئے صبح تک بستر پر وقت کاٹنا اسے مشکل معلوم ہوا۔ اس نے باہر جھانک کر دیکھا، باغ کی کیاریوں پر کہرے کی چادر بچھی ہوئی تھی لیکن کہرے کے باوجود صاف دکھائی دیتا تھا کہ قریب ہی ایک خوبصورت گل داؤدی کے پیڑ سے کوئی چیز بندھی ہوئی ہے۔ یہ ایک خط تھا جو گہرے نیلے کاغذ پر[۱۸] لکھا ہوا تھا۔ لانے والا ذرا دیر رکھ کر چلا گیا تھا۔ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ بھی کیا لطیف خیال تھا کہ اس کی نظر سوادِ خط پر پڑی جسے وہ پہچان گیا۔ خط روکوجو کا تھا۔ شروع ہی میں اس نے لکھا تھا کہ اس کی [illegible] کا جو معاملہ تھا اس کے آخری خط کے جواب میں جو تاخیر ہوئی ہے گنجی کو اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ اس میں اس نے ایک پرستان نما نظم بھی لکھی جس میں کیورا گل داؤدی، لفظ کو ذو معنی استعمال کرتے ہوئے اس نے لکھا تھا کہ اس پر جو غم پڑا ہے اسے سن کر اکیکو کے معنی سنا کئی ہیں،

---

[۱۷] اگر وہ کسی ایسے شخص سے خط و کتابت کرتی جو سوگ میں ہو تو وہ بھی ناپاک روحانی اور اپنی ڈیوٹی یعنی دیوداسی کی خدمت سے محروم کر دی جاتی۔

[۱۸] ان خطوں کے لکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا جو سوگ نشین ہوں۔

اس آدمی رنج ہوا۔ خط اس طرح ختم ہوا تھا: "صبح کے حسن نے مجھے ہمیشہ سے زیادہ تمہاری اور تمہاری مصیبت کی یاد دلائی۔ اس لئے میں تمہیں خط لکھنے پر مجبور ہو گئی۔" وہ جیسے عام طور پر لکھا کرتی تھی یہ خط اپنے انداز میں ان سے شاندار تھا لیکن اس وقت اس نے اس خط کو کنارے ڈال دیا۔ اس کے اظہار تعزیت نے، اس کے دل میں زخم ڈال دیا کیونکہ اس نے خود اپنی آنکھوں سے جو کچھ دیکھا تھا اس کے بعد وہ یہ نہیں مان سکتا تھا کہ یہ اظہار غم مخلصانہ تھا۔ پھر بھی اس نے سوچا کہ تمام تعلقات منقطع کر لینا بھی بڑی زیادتی کی بات ہوگی۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ ملزم قرار دی جائے گی اور وہ ایسی بات چاہتا ہی نہیں تھا۔ غالباً جو تباہی آئی ہے وہ صرف اس کے سبب سے نہ ہو بلکہ آؤای کی قسمت ہی میں یہ لکھا ہو۔ کاش اس نے یہ دیکھا ہوتا اور سنا نہ ہوتا کہ یہ اس کی (روکوجو کی) خبیث روح کا عمل نہیں تھا! وہ خود اپنے کو کتنا ہی سمجھا لے لیکن جو کچھ ہوا تھا اس کے متعلق اسے شک تھا کہ وہ اس اثر کو کبھی نہ مٹا سکے گا جو اس خوفناک منظر کی شکل میں اس کی نگاہوں کے سامنے آیا تھا۔

جواب دینے کے لئے اس کے پاس یہ بہانہ ضرور تھا کہ ابھی وہ سوگ میں ہے اور اس کی لڑکی کے غسل طہارت کے زمانہ میں اس کا خط لکھنا روکوجو کے لئے دشواری پیدا کرے گا لیکن بہت دیر تک سوچنے اور غور کرنے کے بعد اس نے یہی طے کیا کہ ایک ایسے خط کا جواب نہ دینا جو محض اس کو مسرور کرنے کے لئے لکھا گیا تھا زیادتی ہے۔ اس نے ایک بادامی رنگ کے کاغذ پر لکھا: "اگرچہ بہت سے دن گذرتے رہے ہیں لیکن یقین کرو کہ تم کبھی میرے خیالوں سے جدا نہیں ہوئی ہو۔ اگر مجھے تمہارے خط کا جواب دینے میں تامل تھا تو اس کا سبب یہ خیال تھا کہ ایک ماتم زدہ کی حیثیت سے مجھے اس تقدس کو ملوث نہیں کرنا چاہیئے جو اس وقت تمہارے مکان کے گرد محیط ہے اور مجھے اس کا یقین تھا کہ تم اس بات کو سمجھتی ہوگی۔ جو کچھ ہوا اس کی بہت زیادہ فکر نہ کرو کیونکہ: 'چاہے ہم جلد جائیں یا دیر میں، ہماری زندگیاں اس قطرۂ شبنم سے بھی زیادہ نازک ہیں جو صبح کی روشنی میں تھرتھرا رہا ہے۔' اس وقت اس کے متعلق اور کچھ نہ سوچو۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہمارا ملنا ممکن نہیں ہے۔"

یہ خط اسے اپنی لڑکی کے اس محل میں ملا جہاں وہ رخصت ہونے کی تیاری کر رہی تھی لیکن اس نے اسے اس وقت تک نہیں پڑھا جب تک کہ گھر واپس نہیں آ گئی۔ پہلی ہی نظر میں وہ سمجھ گئی کہ گنجی نے کس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اچھا اس نے بھی اس کو مجرم ٹھہرایا! آخر کار اپنے جرم کا خوفناک خیال اس کے لئے بھی یقین کی شکل اختیار کر گیا۔ اور اس کا غم دو چند ہو گیا۔

اگر گنجی کو بھی اس کے جرم کا یقین ہے تو اس نے اس کے بیٹے یعنی سابق شہنشاہ کو بھی ضرور مطلع کر دیا ہوگا۔ وہ اس کے متعلق کیا سوچتا ہوگا؟ اس کا شوہر شہزادہ زنبو اس کا وہ بھائی تھا جسے وہ سب سے زیادہ عزیز رکھتا تھا جب وہ بہت چھوٹی تھی تو اس نے اس بچی کی سرپرستی بھی قبول کر لی تھی جو اب دیوداسی بننے جا رہی تھی اور اپنے بھائی کی گزارش پر اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ درحقیقت وہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا تھا جیسے وہ خود اسی کی لڑکی ہو۔ سابق شہنشاہ نے ہمیشہ اس بیوہ خاتون اور اس کی لڑکی کو محل میں قیام کرنے کے لئے کہا لیکن یہ بات ناقابل عمل تھی اس لئے اس نے جانے میں تامل کیا۔ اس درمیان میں اس نے گنجی کی جوان التجاؤں پر دھیان دیا اور اس ڈر سے مسلسل ایک طرح کی ہیجانی اور پریشانی کی زندگی گذارتی رہی کہ کہیں اس کی بے احتیاطی کا راز فاش نہ ہو جائے اس سارے معاملہ کے دوران میں وہ شبہ اور جوش کے ایسے ملے جلے جذبات کا شکار رہی کہ اسے یہ بھی سمجھنا مشکل تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ عام طور پر اس کے متعلق دنیا یہ جانتی تھی کہ وہ بے حد حسین ہے، اس کے ساتھ اس کی خاندانی وجاہت بھی شامل ہو گئی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ جیسے ہی لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی لڑکی کے ساتھ "میدانی محل" میں قیام پذیر ہے، دربار کے بہت سے شوقین چھیلے وہاں پہونچنے لگے اور صبح شام خدمت اس کے سوا ان کا اور کوئی کام نہ رہا کہ وہ اسے اپنی طرف متوجہ کریں۔ گنجی کو بھی اس کی خبر ہوئی لیکن اس نے انہیں مجرم نہیں ٹھہرایا۔ اسے بس یہی خیال آیا کہ اگر ایسی خوبصورت اور دبدبہ والی عورت یہ طے کر لے کہ وہ تارک الدنیا ہو جائے گی اور کہیں دور دراز تنہا پڑی الگ تھلگ رہے گی تو یہ بڑے دکھ کی بات ہے۔ اسے بار بار یہ خیال آیا کہ جب وہ وہاں پہونچے گی تو آئس اس کو

بہت ہی اکتا دینے والا مقام معلوم ہوگا۔

اگرچہ آ اوائی کی روح کے لئے جو مذہبی رسمیں بجالائی جارہی تھیں وہ ختم ہو چکی تھیں لیکن وہ نویں مہینے کے آخر تک گوشہ نشین رہا۔ نچلے بیٹھنے کی اس کی عادت نہ تھی اس لئے اس کا وقت مشکل سے کٹتا تھا۔ اکثر وہ تو نو جو جو کو بلا کر دنیا کا حال پوچھتا تھا اور سنجیدہ گفتگو کے درمیان جو جو کبھی کبھی اس کی توجہ دوسری طرف ہٹانے کے لئے ان آوارگیوں کا ذکر چھیڑ دیتا تھا جب وہ بھی کبھی ساتھ ہوتے تھے۔

ایک ایسی ہی گفتگو میں جو جو نے اس خوابگاہ کی بوڑھی نگران کا ذکر کر کے اس کا کچھ مذاق اڑایا جس سے گنجی کو عجیب طرح کی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ تو گنجی نے اچنجا سا کہا؟ "ہا بیچاری عورت! اس کا اس طرح مذاق اڑانا بہت برا ہے بھئی! ایسا نہ کرو!" لیکن اس ہمدردی کے باوجود اس بات کو تسلیم کرتا تھا کہ جب اس کا خیال آتا ہے تو وہ مسکرائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کے بعد جو جو نے اسے سارا قصہ بتایا کہ کس طرح جاڑے کی اس پورے چاند والی رات کے بعد کی رات میں اس نے گنجی کا تعاقب کیا۔ پھر انہی اور دوسرے دنوں کی آوارہ گردیوں کے بہت سے قصے سنائے لیکن آخر میں دونوں اپنے مشترکہ غم (آ اوائی کی موت) کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچے اور آنسو بہا کر رخصت ہوئے کہ مجموعی طور پر زندگی ایک غمناک سودا ہے۔

چند ہفتوں کے بعد کا ذکر ہے کہ ایک بھیگی بھیگی سی شام کو جو جو ہلکے رنگ کے جاڑے کے کپڑے پہنے ہوئے کمرے میں آیا۔ یہ کپڑے اس نے آج پہلی دفعہ پہنے تھے[9] وہ آج کچھ زیادہ نمایاں معلوم ہوتا تھا۔ گنجی صدر مغربی دروازے کے چھجے کے باہر زینے سے لگا ہوا کھڑا تھا۔ وہ بڑی دیر سے پالے میں ڈھکے ہوئے باغیچوں کو دیکھ رہا تھا تیز ہوا چل رہی تھی اور پانی کی تیز بوچھاڑ درختوں سے ٹکرا رہی تھی۔ تقریباً روتے ہوئے اس نے دل ہی دل میں یہ شعر پڑھا۔ "کوئی مجھے بتادے

---

[9] جاڑے کے کپڑے دسویں مہینے کے پہلے دن سے پہنے جاتے تھے۔

اس کی گرویدہ رہی ہے، جن کی وجہ سے وہ اس تعلق کو بالکل توڑ نہیں رہا ہے تو اس کے لئے بہت تکلیف دہ بن چکا ہے۔ اکثر آزادی کی جانب سے گنجی کی ظاہری بے پروائی اسے بہت تکلیف دہ معلوم ہوتی تھی۔ اب اس پر یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ اسے ہمیشہ اس کے دل میں محبت کا ایک بانہ متاع حاصل رہا ہے، اس خیال نے چوجو کے لئے اس کی قبل از وقت موت کے المیہ کو اور زیادہ تلخ بنا دیا۔ وہ کچھ بھی کرے اور کہیں بھی جائے اسے معلوم ہوتا تھا کہ اس کی زندگی سے روشنی کی کوئی کرن مفارقت کر گئی ہے، یہ سوچ کر وہ بہت زیادہ مایوس ہو جاتا تھا۔

بت کی مرجھائی ہوئی گل اس اندوہ دوران میں گنجی کو یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ جنتی کے کچھ پھول اب بھی کھلے ہوئے ہیں۔ چوجو کے چلے جانے کے بعد اس نے انہیں توڑا اور ایک سادی سو کو دیا کہ بچے کی دائی کے پاس لے جائے۔ اس کے ساتھ اس نے یہ شعر بھیجا: "موسم بہار کی گھاس کے درمیان جنتی ناکے یہ پھول جو اب بھی کھل رہے تھے وہ آپ کے پاس اس خزاں کی یاد میں بھیج رہا ہوں جو گزر گئی۔" آگے لکھا تھا: "آپ کو یہ پھول اس پھول کے مقابلہ میں حقیر معلوم ہوں گے جو ختم ہو گیا۔" شہزادی نے اپنے نواسے کے مسکراتے ہوئے معصوم چہرہ کو دیکھا اور سوچا کہ حسن میں یہ میری بچی سے کم نہیں ہے جو گزر گئی۔ اس کے آنسو پہلے ہی کی اس سے زیادہ تیزی سے گر رہے تھے جیسے طوفانی ہوا سے سوکھی پتیاں گرتی ہیں۔ گنجی کا پڑھ کر وہ اور تیزی سے بہنے لگے۔ اس نے جواب میں لکھا: "اس کی رونق کا یہ شگوفہ جو اب تاراج ہو گئی ہے آنسو بہانے پر مجبور کرتا ہے اگرچہ یہ آنسو خوشی کے ہیں۔"

اس کے بعد بھی گنجی اپنے خیالات کو کسی اور طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنا چاہتا تھا اس لئے اندھیرا ہو جانے کے باوجود اس نے شہزادی اساگو کے نام ایک خط لکھنا شروع کر دیا جس کے متعلق اسے یقین تھا کہ مدت ہوئی وہ اس کے سوگ کا حال سن چکی ہوگی اگرچہ اس کے متعلق [illegible] مدت سے کوئی اطلاع نہیں دی گئی تھی تاہم اس نے خط میں اپنے گزشتہ تعلقات کا ذکر نہیں کیا۔ اس کا یہ خط بھی ایسا رکھا گیا تھا کہ اس نے لے جانے والے سے کہا:

وہ اسے پڑھ لے۔ یہ خط آسمانی رنگ کے چینی کاغذ پر لکھا گیا تھا۔ اس کے ساتھ یہ شعر بھی تھا: "جب کبھی میں پیچھے مڑ کر اس خزاں پر نظر کرتا ہوں جو غموں سے بھری ہوتی ہے تو مجھے اس میں کوئی شام اتنی دھندلی نظر نہیں آتی جتنی آج کی رات میرے آنسوؤں سے ہو گئی ہے۔" اس نے یہ خط بہت اہتمام سے لکھا تھا۔ اساگو کی پیش خدمتوں نے خیال ظاہر کیا کہ اگر ایسے خط کا جواب نہ گیا تو بڑے شرم کی بات ہوگی۔ غور کرنے کے بعد وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچی۔ اس نے جواب میں لکھا: "گو آپ کے غم میں میرا دل آپ کا شریک ہے لیکن میں اپنی بے اعتمادی کو ترک کرنے کا کوئی سبب نہیں دیکھتی۔" اس کے بعد اس نے یہ شعر لکھا: "جب سے میں نے سنا ہے کہ جاڑوں کے کہرے غائب ہو گئے اور آپ کے گھر میں ٹھنڈک ہی ٹھنڈک ہے تو اکثر بھرے ہوئے طوفانی آسمان کو دیکھ کر مجھے آپ کا خیال آیا ہے۔" بس یہی خط کا جواب تھا اور وہ بھی بہت گھسیٹ لکھا ہوا، لیکن گنجی کو اس سے وہ مسرت حاصل ہوئی جو بہت ہی طویل اور دلچسپ خط سے ہوتی کیونکہ اس کو بہت دنوں سے اس کی کوئی خبر نہیں ملی تھی۔

عام طور سے یہی ہوتا ہے کہ جن چیزوں کو ہم نے نہیں دیکھا ہے ان کی طرف کشش محسوس ہوتی ہے اور گنجی میں یہ میلان تھا کہ جو ذرا سی بھی اس کی ہمت افزائی کرتا تھا وہ اس سے محبت کرنے لگتا تھا۔ اس محبت کے قائم رکھنے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ محبوب چاہے اس کی دلچسپی کہیں اور ہی کیوں نہ ہو، بس اس کو بجائے بھٹکے نظر التفات سے دیکھا کرے۔ صرف ایک تھی جو پوری طرح ان شرائط پر پوری اتری تھی لیکن بدقسمتی سے [illegible] کا اعلیٰ مرتبہ اور سماج میں نمایاں مقام اپنے ساتھ بہت سی دشواریاں بھی رکھتے تھے۔ چھوٹی موراساکی اس سے مختلف تھی۔ اس کو اس اصول سے دیکھنے کی ضرورت نہ تھی [illegible] کی طرح میں وہ اسے کبھی نہیں بھولتا تھا اور اس بات کو محسوس کرتا تھا کہ اس کے بغیر وہ بہت اداس ہوگی لیکن وہ اسے صرف ایک یتیم بچی سمجھتا تھا جس کی پرورش اس نے اپنے ذمہ لے لی تھی۔ اس بات سے اسے بہت اطمینان تھا کہ کم سے کم ایک تو ایسی ہے جس پر وہ کچھ مدت

کے لئے تنہا چھوڑ سکتا ہے اور اسے اس کی فکر نہیں لگی رہے گی کہ وہ اس کی وجہ سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا۔

اب بالکل اندھیرا ہو چکا تھا، اس نے لوگوں کو بڑے لیمپ کے گرد جمع کیا اور ان سے کہانیاں سننے کی فرمائش کی۔ ان میں ایک عورت چناگون نامی بھی تھی جس سے وہ بہت دنوں سے چھپے چھپے محبت کرتا تھا۔ اس کا دل اب بھی اس کی طرف کھنچتا تھا لیکن موجودہ حالات میں وہ تعلقات کو بڑھا بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ گنجی بہت اداس اداس سا رہتا ہے وہ اس کے پاس آئی اور بہت سی ادھر ادھر کی باتوں کے بعد گنجی نے اس سے کہا: "گذشتہ چند ہفتوں میں جب یہاں سناٹا چھایا ہوا تھا میں تم پیش خدمتوں کا ایسا عادی ہو گیا ہوں کہ اگر کوئی ایسا وقت آیا کہ ہم ایک دوسرے سے نہ مل سکے تو مجھے بہت کھلے گا۔ اسی خیال سے میں بہت اداس تھا۔ اگرچہ میری یہ حالت ہے کہ اپنے خیالات کو جدھر بھی لے جاؤں مجھے تسکین کی صورت بہت کم نظر آتی ہے!" وہ رک گیا اور کچھ کنیزوں نے اس کی حالت پر آنسو بہائے اور آخر کار ان میں سے ایک نے کہا: "حضور میں جانتی ہوں کہ آپ کی زندگی پر کیسے سیاہ بادل چھائے ہیں، ہم اس کی ہمت نہیں کر سکتے ہیں کہ آپ کے غم کا اپنے غم سے مقابلہ کریں لیکن میں آپ کو ایک بات یاد دلاؤں گی کہ ہمارے لئے یہ خیال کیسا روح فرسا ہے کہ اب آپ کبھی نہیں..." گنجی نے مہربانی سے کہا: "کبھی نہیں نہ کہو، میں اپنے دوستوں کو آسانی سے نہیں بھولتا ہوں۔ تم میں سے جو بھی گذشتہ دنوں کے خیال سے اب بھی اس گھر کی خدمت کرنا چاہتی ہیں مجھ پر بھروسہ کر سکتی ہیں کہ جب تک میں زندہ ہوں میں انھیں اپنے سے جدا نہیں کروں گا۔" یہ کہتے کہتے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ لیمپ کی طرف دیکھنے لگا۔ کنیزوں نے یہ سوچ کر کہ ان کو ایسا آقا مل گیا ہے اپنی قسمت کو سراہا۔

ان پیش خدمتوں میں ایک یتیم لڑکی بھی تھی جو تمام کنیزوں میں آؤئی کو بہت عزیز تھی۔ یہ سوچ کر کہ وہ اب کتنی تنہائی محسوس کر رہی ہو گی گنجی نے اس سے بڑی نرمی سے کہا:

"میرے سوا اب اور کون بیچاری ایش کی دیکھ بھال کا ذمہ دار ہو سکتا ہے؟" لڑکی پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگی۔ چھوٹی سی کرتی پہنے جو دوسرے کے لباسوں سے زیادہ گہرے رنگ
کی تھی، کالا رومال گلے میں باندھے اور گہرے نیلے رنگ کا پاجامہ پہنے وہ بہت اچھی
معلوم ہوتی تھی۔ گنجی نے پھر کہا: "اگرچہ اس گھر پر اداسی چھا گئی ہے لیکن مجھے امید ہے کہ
گذشتہ زمانے کا خیال رکھتے ہوئے تم میں سے کچھ اس بات کو پسند کریں گے کہ اس چھوٹے سے شہزادے
کی خدمت کریں جسے میں یہاں چھوڑ رہا ہوں۔ اگر اس کی ماں کی جاننے والیوں میں سے
ہر ایک نے اسے چھوڑ دیا تو اسے بڑی تکلیف ہوگی۔" اس نے پھر اپنا یہ وعدہ دہرایا کہ وہ
انھیں کبھی فراموش نہیں کرے گا لیکن انھیں یقین تھا کہ اب وہ کبھی کبھی اور بڑے وقفوں
کے بعد آیا کرے گا۔ یہ سوچ کر وہ اداس ہو گئیں!

اس رات کو اس نے بڑے محل کے تمام پیش خدمتوں اور ملازموں کو ان کے عہدے
اور درجے کے لحاظ سے ان کی جوان مرحوم مالکہ کی چیزیں یادگار کے طور پر تقسیم کیں۔ اس
نے ہر ایک کو ایسی چیزیں دیں جن کے متعلق اس کا خیال تھا کہ انھیں وہ چیزیں زیادہ
عزیز ہوں گی اور اس تقسیم میں اس نے اپنی پسند اور ناپسندیدگی کا خیال نہیں کیا۔

اس نے طے کر لیا تھا کہ اب بہت دنوں تک وہ اسی عالم میں نہیں رہ سکتا اور اسے
اپنے محل میں واپس جانا چاہیئے۔ اس کے نوکر گاڑی باہر نکال رہے تھے اور اس کے پیش
خدمت اس کے کمرے کے سامنے جمع تھے کہ جیسے اسے روک لینے کے لئے زبردست طوفانی
بارش شروع ہو گئی، ہوا ایسی تیز تھی کہ درختوں کی آخری پتیاں بھی ٹوٹ گئیں اور زمین پر
وحشیانہ تیز رفتاری سے اڑنے لگیں۔ اس کے پیش خدمت جو باہر نکل آئے تھے پانی میں شرابور
ہو گئے۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ پہلے شاہی محل جائے گا، پھر اپنے گھر نی جو جائے اور وہاں سے
واپس ہو کر بڑے محل میں سو رہے گا۔ لیکن ایسی رات میں یہ ناممکن تھا اس لئے اس نے
اپنے پیش خدمتوں سے کہا کہ وہ سیدھے نجوان جائیں جہاں تھوڑی دیر میں وہ بھی پہونچ

جلے گا۔ جب وہ سوار ہو کر جا رہے تھے تو انھیں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے آج اس کی کتابِ زندگی کا ایک باب ختم ہو گیا (اگرچہ ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو بڑے محل کو آخری بار دیکھ رہا ہو) جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ اب آج رات کو گنجی واپس نہیں آئے گا تو وزیر اور اس کی بیوی (یعنی گنجی کے خسر اور ساس) نے بھی یہی محسوس کیا کہ ان کی زندگی کے اندوہناک سفر میں ایک نئی اور تکلیف دہ منزل آگئی ہے۔ اس نے آؤ ای کی ماں کو یہ خط بھیجا: "سابق شہنشاہ نے مجھے بڑے اشتیاق کے ساتھ یاد کیا ہے اس لئے میں محل جانے پر مجبور ہوں۔ اگرچہ میں کئی دن تک غیر حاضر نہیں رہوں گا لیکن اس گھر کو چھوڑتے ہوئے مجھے ایک مدت ہو گئی ہے اس خیال سے میرا سر چکرا رہا ہے کہ مجھے ایک بار پھر دنیا کا مقابلہ کرنا ہے۔ میں آپ کو اپنے جانے کی اطلاع کئے بغیر نہیں جا سکتا لیکن میری حالت ایسی نہیں ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ شہزادی اپنے عمیق ترین غموں میں ڈوبی ہوئی، آنکھیں بند کئے پڑی تھی۔ اس نے اس کا کوئی جواب نہیں بھیجا۔ یک بیک آؤ ای کا باپ اس کے کمرے میں آیا۔ اسے اس کا جانا ناقابل برداشت محسوس ہوا، اور جب تک وہ باتیں کرتا رہا اپنے داماد کی آستین تھامے اس طرح کھڑا رہا گویا اس کا اسی پر مدار ہے۔ یہ دیکھ کر بہت رنج ہوتا تھا۔ بڑے تذبذب کے بعد آخر کار اس نے کہنا شروع کیا: "ہم بوڑھے لوگوں کی تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنسو بہانے کی عادت ہوتی ہے اس لئے تمھیں اس بات پر تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ جو زبردست غم مجھ پر پڑا ہے اس کے بوجھ سے میں کبھی کبھی بے قرار ہو کر رونے لگتا ہوں اور اپنے اوپر قابو نہیں رکھ سکتا۔ اس کمزوری اور انتشار کی حالت میں تو مجھے کسی ایسی جگہ پر ہونا چاہیئے جہاں کوئی مجھ کو دیکھ نہ سکے، اسی سبب سے میں نے ابھی تک تمہارے باپ یعنی مہربان بادشاہ کی خدمت میں بھی حاضری نہیں دی ہے۔ اگر موقع ملے تو میری درخواست ہے کہ تم انھیں یہ صورت حال بتا دینا۔ اپنی عمر کے آخری دنوں میں اس طرح تنہا چھوڑ دیا جانا زبردست آزمائش ہے، بڑی زبردست آزمائش۔۔۔!"

اس نے یہ باتیں جس تکلیف سے کہیں اس کو دیکھنا گنجی کے لئے شاق تھا اس لئے اس نے جلدی سے بوڑھے وزیر کو یقین دلایا کہ وہ دربار میں سب کچھ ٹھیک کرادے گا۔ اس نے کہا: "مجھے اس خیال میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ والد بزرگوار نے آپ کی غیر حاضری کا سبب سمجھ لیا ہوگا۔" چونکہ بارش ابھی تک جاری تھی اس لئے اس کے خسر نے اس سے اصرار کیا کہ وہ بہت زیادہ اندھیرا ہونے سے پہلے ہی روانہ ہو جائے۔ لیکن گنجی نے اس وقت جانا پسند نہیں کیا جب تک وہ مکان کے اندرونی کمروں کو بھی پھر ایک بار نہ دیکھ لے۔ اس کا خسر اس کے ساتھ ساتھ رہا۔ جس جگہ آوای پردے کے پاس بیٹھا کرتی تھی، اس کے قریب ہی ایک اوٹ کے پیچھے تقریباً تیس پیش خدمتیں سیاہ لبادے پہنے ہوئے اداس اور رہانسی ایک جگہ مل جل بیٹھی ہوئی تھیں۔ وزیر نے کہا: "یہ بیچاری عورتیں اگرچہ اس خیال سے کسی قدر تسکین میں کہ تم اپنے پیچھے ایک ایسی ہستی کو چھوڑے جا رہے ہو جو کبھی کبھی تمہیں یہاں کھینچ بلائے گی لیکن وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہیں کہ اب یہ تمہارا اصلی گھر نہیں رہا۔ یہ خیال ان کے لئے اس سے کم تکلیف دہ نہیں جتنا کہ ان کی مالکہ کا انتقال۔ برسوں انھیں یہ امید رہی کہ تم دونوں ایک دوسرے سے خوش ہو جاؤ گے، سوچو اب تمہارا اس طرح مستقل رخصت ہو جانا ان کے لئے کس قدر صبر آزما ہوگا۔" گنجی نے کہا: "انھیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ جب تک میری بیوی زندہ رہی میں اس غلط امید میں اکثر جان بوجھ کر غائب ہو جایا کرتا تھا کہ شاید واپسی پر وہ مجھ سے اتنی بیزاری کا اظہار نہ کرے، لیکن اب جب وہ مر چکی ہے، اس گھر سے دور رہنے کی میرے لئے کوئی وجہ نہیں رہ گئی ہے جیسا کہ بہت جلد آپ کو معلوم ہو جائے گا۔"

جب گنجی جا چکا تو وزیر آوای کی خوابگاہ میں آیا۔ تمام چیزیں اسی طرح رکھی ہوئی تھیں جیسے وہ انھیں چھوڑ کر اس دنیا سے گئی تھی بستر کے پاس ایک میز پر لکھنے کا سامان بکھرا پڑا تھا۔ کچھ کاغذات گنجی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے انھیں بوڑھے وزیر نے اشتیاق

سے اٹھایا۔ غم و الم کے باوجود شہزادی مسکرا دیں۔ گنجی نے جو چیزیں کاغذوں پر لکھی تھیں وہ خاص طور سے قدیم چینی اور جاپانی شعرا کے شاہکار تھے۔ بعض خط شکست میں تھے بعض نستعلیق میں۔ ان سے اس کے خطاطی میں ماہر ہونے کا پتہ چلتا تھا۔ وزیر گنجی کے کمالِ فن کے ان نمونوں کو ایک مذہبی وقار کے جذبے سے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت یہ خیال اس کے لئے بہت تکلیف دہ رہا ہوگا کہ جس نوجوان سے وہ اتنی محبت کرتا ہے اس کو وہ آئندہ اپنے خاندان کا ایک فرد نہیں قرار دے سکے گا۔

انھیں مسودات میں پوچوای کی نظم "دائمی گناہ"[۲۳] کی ایک نقل بھی تھی۔ اس میں جہاں یہ مصرعہ تھا: "اب وہ ... نے تکیے اور بستر میں کس کو شریک کرے گا؟" وہیں گنجی نے حاشیے پر یہ شعر لکھ دیا تھا: "اس کی غمزدہ روح جو اب نامعلوم دنیاؤں میں بھٹک رہی ہے اس بستر کو چھوڑ دیگی جس پر ہم آرام کیا کرتے تھے!" اسی طرح جہاں یہ الفاظ تھے: "پالے کی سفید پنکھڑیاں" وہاں اس نے لکھا تھا: "اس بستر کو گرد کی چادر ڈھانک لے گی کیونکہ اب اس پر سے اپنے آنسوؤں کی شبنم کو جھاڑنے کی ہمت مجھ میں نہیں ہے۔"

آؤی کی خادمائیں غمزدہ مین مین کے جھرمٹ میں اکٹھی تھیں اور ان میں سے کوئی ایک اپنے غم کی ذاتی کہانی سنا رہی تھی۔ ایک نے اپنی سہیلیوں سے کہا: "اس میں شک نہیں کہ جیسے وزیرِ عالی جاہ نے کہا ہے، شہزادہ گنجی کبھی کبھی اپنے بچے کو دیکھنے کے لئے آیا کرے گا لیکن مجھے اس میں شبہ ہے کہ اسے یہاں سکون کبھی حاصل ہو سکے گا..." پھر وہ رنج کے ساتھ جلد جلد ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگیں کیونکہ اس وقت انھوں نے یہی طے کیا تھا کہ فی الحال وہ اپنے اپنے گھروں کو چلی جائیں گی۔

اس وقت گنجی اپنے باپ کے پاس محل میں تھا۔ سابق شہنشاہ نے اسے دیکھتے ہی

---

[۲۳] موراساکی نے شعر اس طرح لکھا ہے جیسے پوچوای کی نظم کے جاپانی نسخوں میں پایا جاتا ہے۔ چینی میں کسی قدر مختلف ہے۔

کہا: "تمہارے چہرے سے بہت کمزوری معلوم ہوتی ہے مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے ضرورت سے زیادہ عبادت اور فاقے کئے ہیں!" یہ کہہ کر بڑی محبت سے طرح طرح کی مقوی اور مفرح کھانے پینے کی چیزیں اصرار سے پیش کرنے لگا۔ اس نے اس کی صحت اور دوسرے معاملات میں ایسی دلچسپی لی کہ گنجی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

جب وہ بخزان میں پہونچا رات بہت زیادہ گذر چکی تھی۔ یہاں اسے ہر چیز صاف ستھری اور آراستہ ملی۔ اس کے نوکر چاکر اور کنیزیں سب دروازے پر اس کے انتظار میں تھے۔ اس کے آتے ہی پیش خدمتیں اس کے کمرے میں پہونچ گئیں۔ جیسے انھوں نے آپس میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا تھا کہ دیکھیں کون سب سے زیادہ بنا ٹھنا نظر آتا ہے۔ ان کے لباس کی چمک دمک ان بد قسمت عورتوں کے ماتمی لباس سے بالکل مختلف تھی جنھیں وہ بڑے محل میں چھوڑ کر آیا تھا۔

اپنے درباری لباس اتار کر وہ فوراً محل کے مشرقی حصے میں پہونچا۔ نہ صرف موراساکی کی سب رہائی پوشاک بڑی خوبصورتی سے بنائی گئی تھی بلکہ اس کی کنیزیں اور کمسن خوبصورت سہیلیاں بھی اس طرح آراستہ پیراستہ تھیں کہ شوناگون کے انتظام کی داد دینی پڑتی تھی۔ اسے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ ایسے معاملات بڑی بے فکری سے اس کے ہاتھ میں چھوڑے جا سکتے ہیں۔ موراساکی تو بہت ہی اچھا لباس پہنے ہوئے تھی۔ گنجی نے اس کا نقاب ہٹاتے ہوئے کہا: "جب میں نے آخری مرتبہ تمہیں دیکھا تھا اس کے مقابلہ میں تم کتنی بڑی ہوگئی ہو!" گنجی اتنے دنوں تک اس سے الگ رہا تھا کہ وہ اس سے شرما رہی تھی، چنانچہ اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا لیکن اس وقت وہ جیسی اچھی معلوم ہو رہی تھی وہ کسی قیمت پر بھی اس کے لئے تیار نہ تھا کہ وہ اس سے مختلف نظر آئے کیونکہ اس وقت جو وہ مڑی ہوئی بیٹھی تھی اور لیمپ کی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی تو اسے یہ محسوس کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ وہ بالکل اسی کی شبیہ ہوتی جا رہی ہے جسے اس نے بچپن

ہی سے سب سے زیادہ چاہا تھا۔ اس کے پہلو میں بالکل قریب آکر اس نے آہستہ سے کہا: "جلد ہی کسی نہ کسی وقت میں تم کو وہ سب کچھ بتانا چاہتا ہوں جو یہاں سے جانے کے بعد مجھ پر گذری ہے۔ لیکن وہ سب کچھ بہت ہی خوفناک تھا اور اتنا تھکا ہوا ہوں کہ اس وقت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنے کمرے میں جاکر کچھ دیر آرام کر لوں کل سے میں سارے دن تمہارے ہی لئے وقف رہوں گا بلکہ درحقیقت مجھے تو یہ ڈر ہے کہ شاید تم مجھ سے اکتا جاؤ۔"

شونا گون نے اس کی یہ باتیں سنیں تو دل میں سوچا کہ ایسا ہو تو کتنا اچھا ہے لیکن اسے ذرا بھی اطمینان نہ تھا۔ اسے معلوم تھا کہ بہت سی بااثر اعلیٰ طبقہ کی خواتین تھیں جن سے گنجی کے دوستانہ تعلقات تھے اور اسے اندیشہ تھا کہ جب دوسری بیوی کے انتخاب کا وقت آئے گا تو اپنی اس چھوٹی سی محبوبہ کو یاد کرنے کے بجائے وہ ان میں سے کسی ایک کو منتخب کرے گا۔ یہ سوچ کر وہ بالکل غیر مطمئن ہو گئی۔

گنجی جب مشرقی حصہ محل میں گیا تو اس نے ایک خاتون چو جو کو بلوایا کہ وہ ذرا اس کا بدن دبا دے۔ اس کے بعد وہ سو گیا۔ صبح کو اٹھ کر اس نے آوای کے بچے کی آیاؤں کو خط لکھا جس کے جواب میں انھوں نے اس کی خوبصورتی اور صحت کا پر اثر تذکرہ کیا لیکن خط نے بس اتنا ہی کیا کہ اس کے دل میں بے سود غم کی یادیں تازہ کر دیں۔ دن کے خاتمے کے قریب اسے بڑی بے چینی سی ہوئی، وقت کسی صورت کٹنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ لیکن اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اپنی رات کی آوارہ گردیاں پھر شروع کرے اور حقیقت یہ ہے کہ اسے یہ خیال بھی نہ تھا۔ مورا ساکی نے اس کی کسی امید کو ٹھیس نہیں لگائی تھی۔ واقعی وہ ایسی خوبصورت نکل آئی تھی جیسا کہ اس کا جی چاہتا تھا۔ اب اس کی عمر بھی ایسی نہیں رہ گئی تھی کہ اس کا عاشق بننا غلط معلوم ہو۔ وہ برابر اس بات کی طرف اشارے کرتا رہتا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ اس کا مطلب سمجھ ہی نہیں رہی ہے۔

اس کو اس وقت بڑی فرصت تھی، ورنہ فرصت کہاں۔ سارا وقت اسی کے ساتھ گذرتا
تھا۔ سارے سارے دن وہ ڈرافٹ یا لفظ سازی کا کھیل کھیلنے میں گذارتا تھا اور ان معمولی
تفریحوں میں بھی وہ ایسی ذکاوت اور حسن ادا کا مظاہرہ کرتی تھی کہ وہ خوش ہو جاتا تھا لیکن
وہ دنیا سے الگ ایک ایسے ماحول میں پلی تھی کہ اسے کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہ آتا تھا کہ وہ اپنے
حسن سے جاہل عورتوں کی طرح کام لے۔

تھوڑے ہی دنوں میں یہ صورت حال ناقابل برداشت ہو گئی اور اس نے باوجود اس
خیال کے کہ وہ بہت پریشان ہوگی طے کر لیا کہ وہ اپنی ہی سی کر کے رہے گا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ گنجی تو صبح سویرے ہی اٹھ کر ادھر ادھر کے کاموں میں مشغول ہو گیا
لیکن موراساکی ابھی بستر ہی پر پڑی تھی۔ اس کی کنیزوں کو یہ خیال نہیں ہوا کہ کوئی غیر معمولی بات
ہوئی ہے کیونکہ گنجی کی تو یہ عادت ہی تھی کہ وہ اس کے کمرے میں جب جی چاہتا آتا جاتا رہتا
تھا۔ انھیں فقط اتنا یہ خیال ہوا کہ شاید اس کی طبیعت ناساز ہے اس لئے وہ اسے ہمدردانہ جھانک
جھانک کر دیکھ رہی تھیں کہ گنجی سامان کتابت کا ایک صندوقچہ لئے ہوئے آیا اور اسے مسہری
کے پردوں کے اندر رکھ دیا۔ وہ فوراً ہی وہاں سے نکل گیا اور کنیزیں بھی ہٹ گئیں۔ یہ
محسوس کر کے کہ اب وہ تنہا ہے موراساکی نے آہستہ سے اپنا سر اٹھایا۔ اس نے دیکھا کہ اس
کے قریب صندوقچہ رکھا ہے اور اس میں ایک چھوٹا سا خط فیتے سے بندھا ہوا ہے۔ اس
نے بے پروائی سے اس رقعہ کو الگ کر لیا اور کھول کر گھسیٹ میں لکھا ہوا یہ شعر پڑھا: "ہم
نے بہت دنوں تک اس نئے دلیرانہ اقدام سے پہلو تہی کی اور ہر رات کو ایک دوسرے سے
دور پڑے رہے۔"

یہ بات اسے بہت تعجب خیز معلوم ہوئی کہ گنجی اتنے دنوں سے اس بات کا خواہاں
تھا اور وہ یہ نہ سمجھ سکی کہ وہ بعض حیثیتوں سے اس ناخوشگوار بات کو جو اب واقع ہوئی
ہے ایک نئے اور بہتر رشتہ تعلقات کی ابتدا کیوں سمجھتا ہے۔ جب ذرا دیر ہو گئی

تو وہ پھر آیا اور بولا: "کیا تمہیں کچھ ہو گیا ہے؟ اگر آج تم میرے ساتھ ڈرافٹ نہ کھیلوگی تو میری طبیعت بھی بہت سست رہے گی۔" لیکن جب وہ اس کے قریب پہونچا تو اس نے پہلے سے زیادہ اپنے کو چادر میں چھپا لیا۔ وہ انتظار کرتا رہا اور جب کمرے میں کوئی نہ رہا تو اس نے جھک کر اس سے کہا: "تم آج مجھ سے اس رکھائی سے کیوں مل رہی ہو؟ مجھے اس کی ذرا بھی امید نہ تھی کہ تم آج صبح کو اس رنگ میں ملوگی۔ اگر تم دن بھر اسی طرح پڑی رہوگی تو لوگوں کو حیرت ہوگی۔" یہ کہہ کر اس نے وہ سرخ رضائی کھینچ لی جس کے نیچے وہ چھپی ہوئی تھی۔ اسے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہ پسینے میں اس قدر ڈوبی ہوئی ہے کہ اس کے بال جو رخسار پر پڑے ہوئے تھے ان سے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اس نے کہا: "نہیں نہیں! یہ بڑی زیادتی ہے، تم نے اپنی یہ کیا حالت بنالی ہے۔" لیکن اس نے اسے چھیڑنے کی جتنی کوشش کی اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلوا سکا کیونکہ وہ واقعی اس سے بہت زیادہ گھبرائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ آخر کار اس نے کہا: "اچھی بات ہے، اگر تم یہی بہتر سمجھتی ہو تو اب میں کبھی تم سے ملنے کے لئے نہیں آؤں گا۔" اس نے ظاہر کیا کہ وہ خود کو بہت زیادہ ذلیل اور غمزدہ محسوس کر رہا ہے مڑ کر اس نے صندوقچے کو کھولا کہ کہیں اس نے اس کے رقعے کا کوئی جواب تو نہیں لکھا ہے لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ وہ اسے خوب اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اس کی پریشانی کم سنی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہے اس لئے وہ اس سے بالکل خفا نہ ہوا۔ دن بھر وہ اس کے پاس بیٹھا اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ وہ پھر سے اس کا اعتماد حاصل کرلے اور اگرچہ اس میں اسے تھوڑی ہی سی کامیابی حاصل ہوئی لیکن اس کی جھڑکیوں میں بھی اسے کچھ عجیب لطف حاصل ہوا۔

جنگلی سور کے تیوہار کا دن تھا اس لئے رات کے وقت حسب رواج خاص کیک[۲۳]

[۲۳] دسویں مہینے میں اس دن سات طرح کے چھوٹے چھوٹے کیک پکانے کا رواج تھا۔ یہ ننھے بڑے بیر نما، باریک، مجوفرے، کشتی نما، جوڑی، کھجوری، میٹھے

تیار کیے گئے۔ گنجی کے سوگ کی وجہ سے کچھ زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا تھا لیکن پھر بھی کچھ
کیک ایک شاندار ٹوکری میں رکھ کر مورات جی کے پاس میں بھی لائے گئے۔ یہ دیکھ کر سب
ایک دوسرے میں ملے ہوئے ہیں گنجی مکان کے باہری حصے میں آیا اور کورے متسو کو بلا کر
کہنے لگا "میں چاہتا ہوں کہ تم اس وقت یہ کیک واپس لے جاؤ اور کل شام کو تھوڑے
سے اور لاؤ۔ اتنے ہی نہ ہوں اور سب ایک ہی قسم کے ہوں۔ ان کے لانے کی رات آج
نہیں ہے۔" اس نے یہ بات مسکراتے ہوئے کہی تھی اور کورے متسو میں اتنی ذہانت تھی کہ
اس نے فوراً سمجھ لیا کیا ہوا ہے۔ اس نے یہ بات مناسب نہیں سمجھی کہ اپنے آقا کو باقاعدہ
مبارکباد دے اس لیے اس نے صرف اتنا کہا "یہ بالکل درست ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں
کہ ابتدا اچھی ہو تو آپ کو کیک ٹھیک ہی دن کھانا چاہیے۔ یقیناً "یوم موش" اس کے
لیے سب سے زیادہ مناسب[1] ہے۔ فرمائیے کتنے لاؤں؟" جب گنجی نے کہا کہ "تین[2] سے
تقسیم کر دو، جواب نکل آئے گا۔" تو کورے متسو کو کسی قسم کا شک نہیں رہ گیا اور وہ جلدی
سے گنجی کو چھوڑ کر چلا گیا تاکہ وہ ایسے معاملات کو جس مخصوص انداز میں پیش کرنے کا عادی
تھا اس پر خوش ہو جائے۔ اس نے کسی سے کوئی تذکرہ نہیں کیا بلکہ گھر واپس آ کر خود اپنے

---

(۱) رواج تھا کہ پہلی ہمبستری کے بعد تیسری رات کو ایک ہی قسم اور ایک ہی رنگ کے چھوٹے کیک دیوتا
ازناگی اور اس کی بہن ازانامی کو بھینٹ چڑھائے جاتے تھے۔

(۲) اور اس لیے کہ جیسا کہ خلاصوں میں چوہا پہلا ہے، دوسرے یہ کہ "چوہا" جس خط میں لکھا جاتا
ہے اس کے معنی "بچہ" بھی ہوتے ہیں۔

(۳) یہ جس فقرے کا ترجمہ ہے اس کا مطلب یہ بھی ہے "تین میں کا ایک" یعنی تین اسرار و رموز
(پیدائش، شادی، موت)، اسی وجہ سے کورے متسو کو کوئی شک باقی نہیں رہا۔ اس جملے کے اور مطالب
بھی بیان کیے گئے ہیں۔ درحقیقت یہ ان تین بڑی مشکلات میں سے ایک ہے جن کا تذکرہ پرانے
ماخذ نے کیا ہے۔

ہاتھ سے کیک تیار کیے۔

گنجی کو مایوسی ہونے لگی تھی کہ نہ اب نہ تو موراساکی کا اعتماد حاصل کر سکے گا اور نہ اس کی خوش دلی واپس آئے گی۔ لیکن اب بھی، جب وہ اس سے اسی طرح شرمار ہی تھی جیسی کہ اس رات کو جب وہ پہلے پہل اسے اس کے گھر سے چرا لایا تھا، وہ اس کے حسن سے مسحور تھا اور یہ سوچ رہا تھا کہ اس کی جتنی محبت وہ کل سے محسوس کر رہا ہے اس سے پہلے کی محبت اس کا عشر عشیر بھی نہیں تھی۔

انسان کا دل بھی کیسی عجیب چیز ہے! کیونکہ اس وقت وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ ذرا دیر کے لئے بھی موراساکی سے جدا ہو جانا اسے زبردست مصیبت معلوم ہوگا حالانکہ ابھی اس سے کچھ ہی دیر پہلے وہ ....

اس کے بعد والی رات کو کورے متسو حسب الحکم کیک لے کر حاضر ہوا۔ اس نے احتیاط کے پیش نظر اسے شوناگون کے حوالے نہیں کیا، اس نے سوچا کہ شاید ایسی خدمت ایک بوڑھی عورت کو الجھن میں ڈال دے۔ اس کے بجائے اس نے اس کی لڑکی بن کو بلوایا اور سارے کیک ایک خوشبودار بکس میں رکھ کر خفیہ طور پر موراساکی کے پاس بھجوا دیے۔ اسے سمجھاتے ہوئے کہا: "دیکھو ہاں اس کے تکیے کے پاس رکھنا کیونکہ یہ بڑے مبارک کیک ہیں انہیں گھر میں ادھر ادھر نہ چھوڑ دینا۔ اس کا وعدہ کرو کہ تم کوئی حماقت نہیں کرو گی!"

بن کو یہ باتیں کچھ عجیب سی معلوم ہوئیں لیکن اس نے اقرار میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا: "جناب! آپ نے مجھے کب حماقت کرتے ہوئے دیکھا؟" پھر بکس لئے ہوئے وہ چلی گئی ابھی بالکل کم عمر ہونے اور اس قسم کی باتوں سے ایک دم بیگانہ ہونے کی وجہ سے وہ سیدھی اپنی مالک کے بستر کے پاس گئی اور کورے متسو کی ہدایتوں کے مطابق اس نے بکس مسہری کے اندر ٹھیک تکیے کے پاس رکھ دیا۔ اسے محسوس ہوا کہ اندر موراساکی کے علاوہ کوئی اور بھی ہے، اس نے سوچا: "یقیناً شہزادہ گنجی حسب معمول اس کا سبق سننے کے لئے آیا ہوگا۔"

ابھی گورے تنسو کے علاوہ گھر میں کسی کو اس منگنی کی خبر نہ تھی لیکن دوسرے دن جب گیکوں کا بکس بستر پر ملا اور نوکروں کی قیام گاہ میں لایا گیا تو وہ جو شہزادے کے معاملات سے گہری واقفیت رکھتے تھے فوراً سارا راز سمجھ گئے۔ یہ خوبصورت تشتریاں کہاں سے آئیں جو گہرے منقوش چوکھٹوں میں سجائی گئی ہیں؟ اور کس نے محنت سے یہ نازک اور نادر کیک تیار کئے ہیں'' اگرچہ اس طرح چلتے چلاتے شادی کر لینے پر سے دھکا سا لگا لیکن شونا گون یہ معلوم کر کے بے حد خوش ہوئی کہ اس کی مالکہ کی اس عجیب و غریب پرورش اور سرپرستی کا خاتمہ آخرکار یگانگی پر ہوا'' اس کی آنکھوں میں شکر گذاری اور خوشی کے آنسو آ گئے پھر بھی اس نے سوچا اسے موراساکی کی بوڑھی آیا کو تو ضروری اطلاع دے دینی چاہئے تھی۔ گھر کے ملازموں میں عام طور سے اس بات پر ناراضگی تھی کہ ایک باہری مصاحب گورے تنسو کو سب سے پہلے اس واقعہ کی بھنک مل گئی۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ اسے وہ چند گھنٹے بھی جو مجبوراً دربار میں اپنے باپ کے یہاں گذارنے پڑتے تھے، بہت تکلیف دہ معلوم ہوتے تھے'' اسے یہ بھی معلوم ہوا (اور سخت تعجب ہوا) کہ اب اسے اس کی صحبت کے سوا اور کہیں ایک لمحہ کے لئے بھی سکون حاصل نہیں ہوتا جن دوستوں کے یہاں وہ جایا کرتا تھا انھیں اس طرح نظر انداز کر دیے جانے پر حیرت بھی تھی اور غصہ بھی اگرچہ وہ ان سے برا نہیں بننا چاہتا تھا لیکن اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر وہ اپنے محل سے ایک رات کے لئے بھی غائب ہوا تو اس کا سکون درہم برہم ہو جائے گا۔ وہ جتنی دیر کے لئے بھی اس سے دور رہتا تھا بہت افسردہ رہتا تھا اور اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بیمار سا ہے وہ جب کہیں بھی مدعو کیا جاتا تھا اکثر و بیشتر یہی جواب دیتا کہ ایسی صحبتوں کے لئے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے (جس کا مطلب عام طور پر یہی لیا جاتا تھا کہ وہ اپنے سسر کی طرف اشارہ کر رہا ہے) یا یہ کہہ دیتا کہ اسے کسی کام سے جانا ہے اور جس سے کام ہے وہ انتظار کر رہا ہوگا۔

وزیر یمین السلطنت کو اس بات کا اندازہ تھا کہ اس کی سب سے چھوٹی لڑکی اب بھی شہزادہ

گنجی کے عشق میں گھل رہی ہے اس لئے اس نے ایک دن شہزادی کوکی ڈن سے کہا "جب تک گنجی کی بیوی زندہ تھی ہم نے ہر طرح سے لڑکی کو اس کی محبت سے باز رکھنے کی کوشش کی، لیکن اب حالت بالکل بدل گئی ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس صورت حال میں اس رشتہ کی گفتگو ہو سکتی ہے۔" لیکن کوکی ڈن گنجی سے ہمیشہ نفرت کرتی رہتی تھی۔ وہ بہت دنوں سے اس فکر میں تھی کہ اس کی بہن محل میں داخل ہو جائے اس لئے اس نے اسے مناسب نہیں سمجھا کہ اپنی تجویز سے دستبردار ہو جائے بلکہ اب تو اس کا ارادہ اور پختہ ہو گیا کہ چاہے کچھ بھی ہو اس کی بہن شہنشاہ کے پاس آجائے اور کہیں دوسری جگہ نہ جائے گنجی کو اب بھی اس کا کسی قدر خیال تھا لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد بھی کہ اس کی وجہ سے وہ رنجیدہ ہے، محبت کے نام سے اسے دینے کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ اس نتیجہ پر پہونچ گیا تھا کہ زندگی تجربوں اور دل بہلاؤں کے لئے بہت مختصر ہے اسے مستقل مزاج ہو جانا چاہیئے۔ اسے ان خطروں کے متعلق بھی خوفناک تنبیہ مل گئی تھی جن میں حسد اور جلن کی وجہ سے وہ اپنی گذشتہ زندگی میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اسے روکوجو کے غم و الم کا خیال آیا اور اس میں ہمدردی اور دلی تعلق کا جذبہ شامل تھا لیکن یہ ایک بات اس کے ذہن میں واضح تھی کہ اب پھر اسے یہ سوچنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے کہ وہ گنجی کو اپنا سہارا سمجھ لے۔ اگر وہ پھر نئے انداز میں دوستی کی تجدید پر رضامند ہو اور جب اسے آسانی اور فرصت ہو تو اپنی صحبت اور گفتگو سے لطف اندوز ہونے دے، اس طرح کبھی کبھی ملتے رہنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔

عام طور پر لوگوں کو خبر تھی کہ اس کے ساتھ کوئی رہتا ہے لیکن کون ہے؟ کسی کو پتا نہیں معلوم تھا۔ یہ کوئی خاص بات نہ تھی لیکن گنجی محسوس کرتا تھا کہ کبھی نہ کبھی مورا سا کی کے باپ شہزادہ ہیوبوکیو کو اس کی اطلاع ضرور دینا چاہیئے کہ وہ کیا ہوئی مگر اس نے طے کیا کہ ایسا کرنے سے پہلے شادی کی باقاعدہ رسم کا ادا ہو جانا بہتر ہے۔ یہ بات بھی ہو رہی گئی لیکن گنجی نے اس کا خیال رکھا کہ تقریب کی ساری تفصیلات شاندار اور سنجیدہ طریقے پر ادا کی جائیں۔ اگر چہ

باہر کے لوگ مدعو نہیں کیے گئے تھے تاہم سب کچھ اس دھوم دھام سے ہوا جیسا کہ ممکن تھا لیکن
منگنی کے بعد سے موراسکی اس کی موجودگی میں ایک طرح کی شرم اور جھجک ظاہر کرتی تھی۔ یہ
سوچ کر وہ ضرور افسردہ ہو جاتی تھی کہ اتنے دنوں تک ساتھ رہنے اور دوستانہ تعلقات رکھنے
کے بعد اس کے دل میں یہ کیا سمائی کہ اس نے ایسا کیا! اب جب اس کی آنکھیں اس سے
چار ہوتی تھیں تو وہ فوراً ان سے بچنے کی کوشش کرتی تھی۔ اس نے اس بات کا مذاق اڑانا
چاہا لیکن اس کے لئے یہ بات بہت بڑی تھی اور ذہن پر ایک بوجھ بنی ہوئی تھی۔ اس میں
شک نہیں کہ گنجی کی طرف اس کا بدلا ہوا رویہ کسی قدر مضحکہ خیز لیکن ساتھ ہی ساتھ تکلیف دہ بھی
تھا اس لئے اس نے ایک دن کہا: "کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم نے برسوں کی دوستی
کو بالکل بھلا دیا ہے اور میں تمہارے لئے پھر ویسا ہی اجنبی بن گیا ہوں جیسا کہ شروع میں
تھا۔" وہ اس کی اسی طرح لعنت ملامت کرتا رہا یہاں تک کہ سال ختم ہو گیا۔

نئے سال کے پہلے دن اس نے حسب معمول اپنے باپ، شہنشاہ اور ولی عہد کے یہاں
حاضری دی اس کے بعد بڑے محل گیا۔ بوڑھے وزیر نے نئے سال کا کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ گذرے
ہوئے دنوں کا تذکرہ کرنے لگا۔ تنہائی اور غم والم کے درمیان بھی وہ گنجی کی اس لمبے وقفے کے بعد
واقع ہونے والی وقتی آمد سے اس قدر متاثر ہوا کہ کوشش کے باوجود اسے اپنا سکون قلب
برقرار رکھنا اپنی قوت سے باہر معلوم ہوا۔ اپنے داماد کے چہرے پر پُر اشتیاق نظریں ڈالتے
ہوئے اسے محسوس ہوا کہ ہر نیا سال اس کے چہرے کے حسن میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔ وہ ایک
دوسرے کے ساتھ اندرونی کمروں میں گئے۔ اس کے وہاں جانے سے ان بدقسمت خواتین کو جو
رہ گئی تھیں بڑی حیرت اور خوشی ہوئی۔ وہاں سے وہ ننھے شہزادے کے پاس گئے جو ایک
خوبصورت بچے کی شکل اختیار کر رہا تھا اس کا فرحناک چہرہ دیکھ کر خوشی ہوئی تھی۔ ولی عہد
سے اس کی مشابہت واقعی حیرتناک تھی اور گنجی سوچا کرتا تھا کہ لوگ اسے محسوس بھی کر رہے
ہیں یا نہیں۔

آدادی کی چیزیں اب بھی اسی طرح رکھی ہوئی تھیں جیسے وہ چھوڑ گئی تھی۔ گنجی کے سال نو کے کپڑے گذشتہ سال کی طرح کھونٹیوں پر لٹکا دیئے گئے تھے۔ اس کی بغل میں آدادی کے کپڑوں کی کھونٹیاں خالی اور اداس اداس تھیں۔ اس کی ساس کے پاس سے ایک خط آیا جس میں لکھا تھا: "آج ہمارے سوگ کی یاد اور دنوں کے مقابلہ میں زیادہ تازہ ہو گئی ہے اور اگرچہ تمہارے آنے کی خبر سے مجھ پر بہت اثر ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ملوں گی تو اس کے سوا اور کچھ نہ ہوگا کہ ناخوشگوار یادیں جاگ اٹھیں گی۔ تمہیں یاد ہوگا کہ میں ہر نئے سال میں تمہیں ایک جوڑا کپڑا تحفہ کے طور پر دیا کرتی تھی لیکن گذشتہ چند مہینوں میں روتے روتے میری بینائی اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ میں نے جو کپڑے منتخب کئے ہیں شاید ان کے رنگ تمہیں نامناسب معلوم ہوں، پھر بھی میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ تم انھیں بھدے اور بھونڈے کپڑوں کو پہن لو چاہے کچھ دیر کے لئے تمہاری بدزیبی ہی کیوں نہ ہو....." ایک نوکر اس کے پاس ایک دوسرا[۲۶] جوڑا لے کر آیا جس کا مقصد غالباً یہی تھا آج اس کو بھی پہننا تھا۔ اس کا استر بہت ہی نامانوس نمونے کا تھا اور اس میں رنگوں کی ایسی آمیزش تھی جو اسے بالکل پسند نہ آئی لیکن وہ اس کو یہ محسوس نہیں کرنے دینا چاہتا تھا کہ اس نے بیکار محنت کی، اس لئے اس نے فوراً ہی وہ جوڑا پہن لیا۔ یہ بھی اس کی خوش قسمتی تھی کہ وہ اس دن بڑے محل میں آیا بھی، کیونکہ وہ اس کی منتظر تھی۔ خط کے جواب میں گنجی نے لکھا: "اگرچہ میں یہاں اس امید میں آیا تھا کہ اس نئے موسم بہار کے موقع پر سب سے پہلے آپ ہی کو سلام کروں گا لیکن یہاں پہونچ کر تلخ یادوں نے مجھ پر ایسا چھاپا مارا کہ اب مجھے یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم ملاقات نہ کریں۔" اس کے ساتھ اس نے ایک چینی شعر بھی لکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ جس ماتمی لباس کو اس نے ابھی اتارا ہے اس کے ساتھ برسوں کی رنجش کا بھی خاتمہ ہو گیا کیونکہ اگر وہ

---

[۲۶] اس کے علاوہ جو کھونٹی پر لٹکا ہوا تھا۔

اس کے پاس آئے گا[۲] تو صرف رونے ہی کے لئے آئے گا۔ اس کے جواب میں اس کی ساس نے بھی ایک معمہ نما نظم لکھی جس میں کہا گیا تھا کہ اس نئے موسم میں جب ہر چیز پر ایک نیا رنگ آ جاتا ہے، صرف ایک چیز اپنی حالت پر قائم رہی، اس بچی کے لئے ماں کا اشتیاق، جو گذرنے والے سال کی طرح نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

ہو سکتا ہے کہ ماں کے دل میں غم واندوہ زیادہ رہا ہو لیکن ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس وقت دونوں طرف گہرے جذبات موجزن نہیں تھے۔

---

[۲] جاپانی لفظ "کی تے با" ہے جس کے دو معنی ہیں۔ "اگر وہ آئے" اور "اگر وہ پہنے"

ضمیمہ الف

سنہ ۹۷۸ء (؟) موراساکی پیدائش

سنہ ۹۹۴ء (؟) فوجی وارا نوبوتاکا سے شادی

سنہ ۱۰۰۱ء نوبوتاکا کا انتقال

سنہ ۱۰۰۵ء (؟) سولہ سال کی عمر میں ملکہ اکی کو کی خدمت میں

سنہ ۱۰۰۷ء تا سنہ ۱۰۱۰ء روزنامچہ لکھتی ہے جو موجود ہے

سنہ ۱۰۰۸ء گنجی کی کہانی حصہ اول شہنشاہ کو پڑھ کر سنائی گئی۔

سنہ ۱۰۲۵ء موراساکی دربار سے وابستہ ہے۔

سنہ ۱۰۳۱ء موراساکی دربار میں نہیں ہے، شاید مر چکی ہے۔

ضمیمہ ب

آئس اور کاموکی دیوداسیاں[1]

گنجی کی کہانی میں ان خواتین کا تذکرہ اتنا اہم ہے کہ شاید پڑھنے والے یہ جاننا چاہیں کہ ان کی اصلیت کیا تھی۔ میں شروع ہی میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میں نے "ویسٹل" کا لفظ صرف آسانی کے لئے استعمال کیا ہے۔ یونانی دیومالا کی طرح یہ دیویاں مقدس آگ۔

---

[1] انگریزی مترجم آرتھر ویلے نے رومن دیوی ہستا کو پیش نظر رکھ کر ان جاپانی کنواریوں کو "ویسٹل ورجنس" کہا جو مندروں کی خدمت کے لئے مامور ہوتی تھیں۔ مجھے یہ رسم ہندوستان کی دیوداسیوں سے مشابہ معلوم ہوئی اس لئے میں نے انھیں دیوداسی ہی لکھا ہے۔ احتشام

کی محافظ نہیں تھیں۔

آئس :۔ ایک نئے شہنشاہ کے تخت نشین ہونے پر خاندان شاہی کی ایک شہزادی (اگر شہنشاہ کی لڑکی ہی ہو تو بہتر تھا) آئس کے عظیم الشان شینٹو مندر میں راہبہ بننے کے لئے بھیج دی جاتی تھی۔ ہونگی (جلد پنجم) شہنشاہ سوجن کے چھٹویں سال حکومت میں، جو ۹۲ ق م بتایا جاتا ہے لیکن غالباً بالکل قیاس پر مبنی ہے، کے مطابق دیوتا اماتے راسو اور او کونی داما کی پوجا پہلے شاہی محل کے ہال میں ہوا کرتی تھی لیکن شہنشاہ کو خوف ہوا کہ اتنی زیادہ خدائی قوت ایک ہی جگہ جمع ہو گئی ہے اس لئے اس نے دیوتا اماتے راسو کی پرستش شہزادی تویوسوکوایری کے ذمہ کر کے یہ حکم دیا کہ وہ یہ فرض یماتو کے گاؤں کاسانوئی میں بجا لائے۔ بعد میں اماتے راسو نے خود یہ خواہش کی کہ اسے آئس پہونچا دیا جائے۔ اپنے تقرر کے وقت کنواری عام طور سے بارہ سال ہوا کرتی تھی حالانکہ ایسے واقعات ملتے ہیں جس میں اس کی عمر کبھی صرف ایک سال کی تھی، کبھی ۲۸ سال کی اس کا عہدہ اس وقت تک برقرار رہتا تھا:۔

(۱) شہنشاہ کا انتقال ہو یا وہ سبکدوش ہو جائے۔

(۲) دیوداسی خود مر جائے یا معذور ہو جائے۔

(۳) اس کے والدین میں سے کسی کا انتقال ہو جائے۔

(۴) وہ بدکرداری کرے۔

اس طرح ۱۰۳۱ء میں دیوداسی شہزادی آئی دین نے شہزادہ موبا راگی کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کر لیا اور وہ ہٹا دی گئی۔ دیوداسی کو اس کا عہدہ قبول کرنے کی تیاری میں تین سال لگتے تھے۔

سب سے پہلے وہ بہتے ہوئے پانی میں ابتدائی غسل کے بعد شہری محافظوں کے

سپرد کر دی جاتی تھی اس درمیان میں دار الحکومت کے مضافات میں اس کی طہارت کے لئے ایک خاص مکان بنایا جاتا ہے جسے "میدانی محل" کہتے تھے۔ دوسرے دریائی غسل کے بعد وہ اس عارضی محل میں اٹھ آتی تھی اور اس وقت تک وہاں رہتی تھی جب تک کہ اس کے مستقلاً آئس میں جا کر قیام کرنے کا وقت نہ آجائے۔ آئس کا سفر اختیار کرنے سے پہلے وہ پھر دریا میں غسل کرتی تھی اور شاہی محل میں حاضر ہو کر شہنشاہ کے ہاتھ سے "رخصتی کنگھا" لیتی تھی۔ سنہ ۱۳۳۲ء کے بعد سے آئس میں کوئی دیوداسی مقرر نہیں کی گئی۔

کامو:- کامو کی دیوداسی کا عہدہ پہلے پہل سنہ ۸۱۰ء میں قائم کیا گیا جو آئس کی دیوداسی کی نقل تھا۔ اس کے لئے بھی ایسا ہی "میدانی محل" بنتا تھا اور تین سال تک پاک کرنے کی رسم جاری رہتی تھی۔ کامو میں دیوداسی بھیجنے کی رسم سنہ ۱۲۰۴ء میں ختم کر دی گئی۔ دونوں جگہ کی دیوداسیوں کے لئے کچھ الفاظ کا استعمال ممنوع تھا۔ اس لئے وہ یوں کہتی تھیں:-

موت کی جگہ "صحت"
بیماری کی جگہ "آرام"
خون کی جگہ "پسینہ"
مارنے کی جگہ "چمکارنا"
مقبرے کی جگہ "مٹی کا ڈھیر"
گوشت کی جگہ "ترکاری"

بدھ مت سے متعلق تمام الفاظ کا استعمال ممنوع تھا مثلاً گوتم بدھ کو "مرکز" بدھ مت کی مقدس کتابوں کو "دھبے والے کاغذ" پگوڈا کو "ارارگی" یعنی نامعلوم "مندر کو" کھرلیا" راہب کو (طنزاً) "موئے دراز" راہبہ کو "لمبے بالوں والی عورت" روزے کو "نیم طعام"

کہا جاتا تھا۔

دونوں دیوداسیوں سے مرد حکام کا ایک پورا دستہ وابستہ ہوتا تھا۔ ان کا تقرر شہنشاہ کرتا تھا جو آئس اور کاموکے علاقوں میں ان کے جاسوسوں اور نمائندوں کا کام انجام دیتے تھے۔

غالباً آئس کی دیوداسی ایک بہت قدیم رسم تھی جو بعد میں سیاسی نقطۂ نظر سے مفید بن گئی۔ کاموکی دیوداسی کا عہدہ جس کا ذکر نویں صدی سے پہلے نہیں ملتا، غالباً درباری اثرات کے وسیع کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔